طریق کار عام حیثیات

پارلیمنٹ کے تشریعی و مالیاتی اختیارات پر کافی زور دیا جاچکا ہے۔ کوئی سا موضوع جو خیال میں آسکتا ہو اس پر کسی قسم کی کوئی تجویز پیش کی جاسکتی ہے اور ارکان کی کافی تعداد اگر ہمخیال ہو تو وہ تجویز قانون بن سکتی ہے، کوئی تجویز اس وقت تک قانون نہیں بن سکتی جب تک کہ وہ دونوں ایوانوں کے سامنے پیش نہ کی گئی ہو مگر ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے شرائط کے تحت میں رقمی مسودات کے لئے یہ بات آسان ہوگئی ہے اور دوسرے قسم کے مسودات کے لئے بھی ناممکن نہیں رہی ہے کہ وہ دارالامرا کی رضامندی کے بغیر قانون بن جائیں۔ معمولی صورت حالات میں، تجویز کسی ایک ایوان میں پیش ہوتی ہے، اس کی تین خواندگیاں ہوتی ہیں اس کے بعد وہ دوسرے ایوان میں بھیجی جاتی ہے، وہاں بھی اسی طریق پر عمل ہوتا ہے، بعد ازاں وہ شاہی منظوری کے انتظار میں دارالامرا میں رکھ دیجاتی ہے[1] اور اس منظوری کے لابدی طور پر حاصل ہو جانے کے بعد قانون کی حیثیت سے اس کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ حسب قاعدہ، دونوں ایوانوں میں مسودات قوانین حکومت کی طرف سے اور ذاتی طور پر ارکان کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں لیکن یہ ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ابتداءً بعض اقسام کے تجاویز دونوں میں سے صرف ایک ہی ایوان میں ابتداءً پیش ہو سکتے ہیں مثلاً رقمی مسودات دارالعوام میں اور مسودات مخصوص قانون تعزیری اور دوسرے عدالتی مسودات دارالامرا میں، اور ثانیاً یہ کہ قانون سازی حکومت کی سرگروہی کی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ ذاتی طور پر خانگی اراکین کے مسودات کی تعداد نہیں تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) البرٹ "پارلیمنٹ" Ilbert: Parliament صفحات ۱۱۱ - ۱۱۹۔

ٹاڈ "پارلیمنٹی حکومت" Tod: Parliamentary Government جلد دوم صفحات ۱۶۴ - ۱۸۵۔

سی۔ ڈی۔ ایلن مضمون "پارلیمنٹ کی حیثیت" C. D. Allin: The Position of Parliament مطبوعہ پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی، جون ۱۹۱۴ء۔

[1] بجز اس کے کہ رقمی مسودات دارالعوام کی صیانت میں رہتے ہیں۔

اہمیت برابر گھٹتی رہی ہے اور اسی طرح ان کے قانون بننے کے مواقع بھی کم ہوتے رہے ہیں۔ مسوداتِ قوانین کے متعلق دونوں ایوانوں کے طریقِ کار زیادہ تر ایک ہی ہیں۔ البتہ جیسا کہ واقعہ سے ظاہر ہو چکا ہے دارالامرا میں مسودات کے متعلق ترمیمات کسی مرحلہ میں بھی پیش ہو سکتے ہیں مگر دارالعوام میں صرف مقررہ مراحل ہی میں پیش ہو سکتے ہیں۔ ایوان بالائی میں کام کے چلانے کے طریقوں میں ایوان زیریں سے زیادہ بست وکشاد کی گنجائش ہے۔

مسوداتِ قوانین عامہ۔ ابتدائی مراحل

کوئی مسودۂ قانون، خواہ حکومت کی طرف سے پیش ہوا ہو یا کسی رکن نے ذاتی حیثیت سے پیش کیا ہو اسے پارلیمنٹ کے قانون میں تبدیل کرنے کا طریقِ کار نہایت طولانی وپیچیدہ ہے۔ اس میں جو کثیر التعداد مراحل طے کرنا پڑتے ہیں ان کا مقصود یہ ہے کہ زود کارانہ وغیر مصلحانہ قوانین کو رد کا جائے۔ ان میں بعض مراحل تو محض ضابطہ پیمائی کے مترادف ہیں جن میں نہ بحث کی ضرورت ہوتی نہ رائے کی، اور طریق کار (خاصکر ۱۹۱۹ء کے بعض تغیرات کے بعد سے) اس سے زیادہ عاجلانہ ہو گیا ہے جتنا اس سے قبل کبھی رہا ہو۔ لیکن پھر بھی فی الجملہ قانون سازی کا کام آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسا کہ ظاہر کیا جائے گا اس میں عجلت پیدا کرنے کے طریقوں کی طرف یا کم از کم یہ کہ پارلیمنٹ کاموں کے کثیر بار کے نیچے جس طرح پسی جا رہی ہے اس سے نجات دلانے کے لئے اب بھی بہت کچھ میلان نظر آتا ہے۔

پہلا مرحلہ لامحالہ خود اس تحریک کا مسودہ تیار کرنا ہے کیونکہ قانون عامہ کی ہر تجویز پارلیمنٹ کے روبرو ایک معینہ صورت میں پیش ہوتی ہے جس میں یہ بیان ہوتا ہے کہ یہ قانون "بادشاہ، امرا اور عوام" کی جانب سے بنایا گیا ہے اور جن ضروریات کی خواہش ہوتی ہے وہ باقاعدہ ترتیب کے ساتھ شمار شدہ دفعات میں مرتب کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ مسودہ قانون حکومتی تجویز ہو تو اس کا مسودہ دو عہدہ داروں میں سے کوئی ایک عہدہ دار تیار کرتا ہے جنھیں "خزانہ کے پارلیمنٹی مشیر" کا لقب

حاصل ہوتا ہے اور جو اہل قانون میں سے ہوتے ہیں اور تاجدار کی طرف سے ان کا تقرر خاص اسی غرض سے ہوتا ہے یا کوئی اور آزاد ماہر یہ مسودہ تیار کرتا ہے جو خاص اسی غرض کے لئے مقرر کیا گیا ہو ما اگر یہ کسی ذاتی رکن کا مسودہ قانون ہوتا ہے تو اُس کا مسودہ وہ رکن خود تیار کرتا ہے یا جس کسی کو وہ اس غرض کے لئے مقرر کرے وہ تیار کرلیتا ہے۔ بہرصورت اس کی پشت پر کم از کم ایک رکن کا نام ہوتا ہے جو حسب ضابطہ اس کا پیش کنندہ خیال کیا جاتا ہے[عل۱] دونوں ایوانوں میں قانون بنانے کے مزید مراحل علی العموم پانچ ہیں : پہلی خواندگی، دوسری خواندگی، مجلس ذیلی میں غور و بحث، مجلس ذیلی کی روئیداد اور تیسری خواندگی[عل۲] پہلے کسی تجویز کے پیش کرنے کے لئے علی العموم یہ ضروری تھا کہ ایک تقریر کی جائے جس میں بشرح و بسط اس تجویز کی نوعیت بیان کی جائے اس کے بعد ایک بہرہ مباحثہ ہو اور رائے لی جائے؛ اس میں فی الجملہ کئی نشستیں صرف ہوجاتی تھیں۔ اب صرف نہایت ہی اہم حکومتی مسودات قوانین اس طریق پر پیش کئے جاتے ہیں۔ دوسرے تمام مسودات کی صورت میں پہلی خواندگی محض ایک ضابطہ کی بات رہ گئی ہے۔ جو رکن کسی تجویز کے پیش کرنے کی خواہش رکھتا ہے وہ اُس کی اطلاع دیتا ہے اور اس کے بعد وہ اسے "میز پر رکھ دیتا ہے"، یعنی اسے مطبوعہ شکل میں ایوان کے ارکان میں گشت کرا دیتا ہے

عل۱۔ جنکس ہو حکومت شہنشاہی برطانیہ" Jenks; Government of the British Empire صفحہ ۱۴۳۔ مسودات قوانین عامہ کے مسودہ تیار کرنے کا کام سی۔ البرٹ کی کتاب "تشریعی طریقے اور صورتیں" Ilbert: Legislative Methods and Forms مطبوعہ آکسفورڈ سنہ ۱۹۰۱ء صفحات ۷۷ تا ۹۷، میں بہت خوبی سے بیان ہوا ہے۔ اسی مصنف کی کتاب "پارلیمنٹ" Parliament اس کا نسبتاً مختصر بیان بھی موجود ہے۔ البرٹ کئی برس تک "پارلیمنٹی مشیروں" میں سے ایک مشیر رہا تھا۔

عل۲۔ یہاں طریق کار اسی طرح پر بیان ہوگا جیسا دار العوام میں ہے۔

نہایت ہی اہم حکومتی تجویزوں کے سوا اور تمام تجاویز کے متعلق بحث کا پہلا موقع دوسری خواندگی کے وقت ملتا ہے، اگرچہ اس مرحلہ میں اس کے جزیات کے بجائے بحث زیادہ تر اس کے عام اصول سے متعلق ہونا چاہیے۔ لیکن اس تحریک کے قبول کر لینے سے کہ کسی مسودہ قانون کی دوسری خواندگی کی تاریخ اس میقات کے متوقع حدود سے باہر پڑ جائے اس تجویز کا پہلی ہی خواندگی میں خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

مسودہ جات قوانین عامہ۔ موخر مراحل

جس مسودہ قانون کی دوسری خواندگی ہو چکی ہے وہ "سپرد شدہ" سمجھا جاتا ہے ۱۹۰۷ء کے قبل ایسا مسودہ قانون بالعموم کل ایوان کی مجلس ذیلی میں جاتا تھا۔ اب کوئی مسودہ قانون اس مجلس میں اسی صورت میں جاتا ہے کہ وہ کوئی رقمی مسودہ یا کسی ہنگامی حکم کی تصدیق کرنے والا مسودہ ہو، یا یہ کہ دوسری بنا ٔ اسباب پر ایوان ایسی ہدایت کر دے، ورنہ وہ چار ۱۹۱۹ء کے بعد سے چھ مستقل مجالس ذیلی میں سے کسی ایک مجلس میں جاتا ہے جس کا تعین صدر دارالعوام کرتا ہے [1] یہی وہ مرحلہ ہے جس میں اس تجویز کے دفعات پر تفصیلاً غور کیا جاتا ہے اور ترمیمات پیش ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دوسری خواندگی کے بعد مسودہ قانون کسی منتخب مجلس ذیلی کے سپرد کر دیا جائے اور اگر ایسا ہو تو اس سے طریق کار میں ایک مرحلہ کا اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ منتخب مجلس سے واپس ہونے کے بعد یہ تجویز کل ایوان کی مجلس ذیلی یا مستقل مجالس میں سے کسی ایک مجلس میں جاتی ہے۔ انجام کار میں ایوان کو پھر اس مسودہ قانون کی روداد بھیجی جاتی ہے۔ اگر کوئی مستقل مجلس روداد پیش کرتی ہے یا کل ایوان کی مجلس اسے مرمیمہ صورت میں بھیجتی ہے تو ایوان اس پر

---

[1] ۱۹۱۹ء میں قواعد میں اس طرح ترمیم کی گئی جس سے رقمی مسودات کی بابت بھی مستقل مجالس ذیلی میں غور و بحث کرنا جائز ہو گیا اگرچہ یہ تغیر صرف ایک ہی نشست کے لئے ہوا تھا۔ یہ ہنوز غیر متیقن ہے کہ آیا یہ نیا قاعدہ مستقل ہو جائے گا۔

از سر نو اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ غور کرنا ہے، ورنہ بصورت دگر "مرحلہ روئداد" حذف کر دیا جاتا ہے۔ آخر میں تیسری خواندگی ہوتی ہے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ایوان اس تجویز کو بہ حیثیت مجموعی منظور کرتا ہے یا نہیں۔ اس مرحلہ میں اگر لفظی تغیرات کے سوا اور کوئی ترمیم ہوئی تو پھر سے کارروائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی تجویز کے ان متواتر مراحل سے گزرنے میں لامحالہ کئی دن صرف ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات کئی کئی ہفتے صرف ہو جاتے ہیں۔ گر یہ ناممکن نہیں ہے کہ کل مراحل ایک ہی نشست میں طے ہو جائیں۔ ابتدائی ایوان میں منظور ہو کر مسودہ کسی محرر کے ذریعہ سے دوسرے ایوان میں بھیجا جاتا ہے اور وہاں بھی اس کے متعلق زیادہ تر وہی کارروائی عمل میں آتی ہے اگر ترمیمات پیش ہوتے ہیں تو وہ مسودہ ایوانِ اول میں اس غرض سے واپس کر دیا جاتا ہے کہ مجوزہ تغیرات پر غور کر لیا جائے۔ اگر ان تغیرات سے اتفاق ہو جاتا ہے تو تجویز شاہی منظوری کے لئے بھیجدی جاتی ہے۔[1]

---

[1] شاہی منظوری جس طریق پر دیجاتی ہے اسے البرٹ نے یوں بیان کیا ہے:۔ "موقت طریق پر یہ منظوری مسودات کے مجموعوں پر منظور ہونے پر دیجاتی ہے۔ سب سے بڑا مجموعہ علی العموم میقات کے ختم پر ہوتا ہے۔ جو مراسم اس وقت ملحوظ رکھے جاتے ہیں وہ پلانٹجنٹ خاندان کے زمانہ سے چلے آرہے ہیں، اور دارالامرا میں ادا ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی نمائندگی امرائے مامورین کرتے ہیں، جو سرخ قبائیں پہنے اور چھوٹی چھوٹی بنکے دار ٹوپیاں لگائے ہوئے تخت کے سامنے تکیہ دار کرسیوں کی ایک قطار پر بیٹھتے ہیں۔ ایوان کے کٹگھرے کے سامنے صدر دارالعوام کھڑا ہوتا ہے جو اس ایوان سے طلب کیا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے دارالعوام کے اتنے ارکان ہوتے ہیں جو برآمدوں سے ہو کر اس کے ساتھ ساتھ آجاتے ہیں۔ دارالامرا کا ایک محرر بھاری آواز میں وہ حکم پڑھتا ہے جس کے بموجب منظوری دینے کا اختیار عطا ہوتا ہے۔ میز کے ایک جانب سے تاج کا محرر ہر ایک مسودہ قانون کا نام پڑھتا ہے دوسری جانب سے پارلیمنٹ کا محرر غایت اظہار عبودیت کرتا ہوا

اگر ان سے انکار کر دیا جاتا ہے اور دونوں ایوانوں میں کسی امر پر اتفاق نہیں ہو سکتا تو وہ تجویز ناکام ہو جاتی ہے۔ [۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وہ نارمن فرانسیسی الفاظِ معینہ ادا کرتا ہے جن سے بادشاہ کی منظوری کا اظہار ہوتا ہے۔ (مثلاً) ایک طرف محرر انگریزی میں کہتا ہے "بڈلنگٹن خورد میں رفتی قوت مہیا کرنے کا قانون"۔ دوسری طرف سے محرر قدیم فرانسیسی میں کہتا ہے "شاہ کی مرضی ہے" ان دونوں آوازوں میں چھ صدیوں کا فصل حائل ہے۔ پارلیمنٹ Ilbert: Parliament صفحات ۵، ۶۔ پارلیمنٹ کے محرر کے عہدے کی نسبت گریہم کی کتاب "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham; Mother of Parliaments صفحات ۲۴۶۔ دیکھنا چاہیے۔

[۱] تشریعی طریق کار کا خلاصہ لوول نے اس طرح پر بیان کیا ہے:۔ پہلی خواندگی کو نظر انداز کر کے جس میں شاذ و نادر ہی واقعی مباحثہ ہوتا ہے، دارالعوام کے اندر مسودہ قانون عامہ کی معمولی رفتار میں اس کے عام اوصاف پر دو وقت بحث کا موقع ملتا ہے اور ان کے درمیان میں دو مرتبہ جزئیات پر بحث ہوتی ہے۔ جزئیات پر ایک مباحثہ ہوتا ہے، بشرطیکہ اس مباحثہ سے تغیرات نہ پیدا ہوں یا وہ مسودہ قانون کسی مستقل مجلسِ ذیلی کے حوالہ کیا گیا ہو۔ ایوان جب ثبوت جمع کرنا چاہتا ہے تو وہ عام اصول کے پسند کر لینے کے بعد اور جزئیات میں پڑنے کے قبل ایسا کرتا ہے۔ اس طریق پر بیان کرنے سے کل معاملہ صاف و قرینِ عقل نظر آتا ہے۔ درحقیقت انگریزی سیاسی نظم میں تطبیق حال کی متعدد نمایاں مثالوں میں سے یہ بھی ایک مثال ہے۔ ان قواعد کا مجموعہ جو بار خاطر اور دقیانوسی معلوم ہوتے ہیں اور اپنے تمام اصطلاحات کے معانی بیان کئے جانے پر بھی ناقابلِ فہم ہوتا ہے، اس میں اس حد تک قطع برید کر دی گئی ہے کہ اس سے تقریباً سادہا، سیدھا اور موزون طریق کار نکل آیا ہے۔ حکومتِ انگلستان Lowell; Government of England جلد اول ۲۷۷ - ۲۷۸ - غیر مالیاتی مسودات عامہ کے متعلق دارالعوام کا طریق کار کتب ذیل میں بیان ہوا ہے۔ لوول، ایضاً، جلد اول ابواب ۱۳-۱۷-۱۹-اینسن- "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson: Law and Custom of the Constitution

مسودات رقمی۔ تخمینہ جات	رقمی مسودات پر کارروائی دوسرے ہی طریق پر ہوتی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جلد اول، صفحات ۲۴۰۔ ۲۶۷۔ لو "حکمرانی انگلستان"
Governance of England Low: باب ۴۔ مورن حکومتِ انگلشیہ :Moran
English Government باب ۱۴۔ میریٹ، انگلستان کے "سیاسی ادارات"
Marriott: English Political Institutions باب ۱۱۔ ٹاڈ "پارلیمنٹی حکومت"
Tod: Parliamentary Government جلد دوم صفحات ۱۳۸۔ ۱۶۳ "البرٹ پارلیمنٹ"
Ilbert: Parliament باب ۲ دارالعوام اس بحث پر کتب ذیل میں زیادہ گہری نظر ڈالی گئی ہے۔ ریڈلچ "دارالعوام کا طریق کار"
Redlich: Procedure of the House of commons جلد سوم ۸۵۔ ۱۱۲۔ مے۔ پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رواج سے متعلق کتاب
May: Treatise on the Law, Privileges, Proceedings and Usage of Parliament باب ۱۸۔ جی۔ والپول دارالعوام کا طریق کار مع تعلیقات طریق امریکی"
G. Walpole: House of Commons Procdure, with Notes on American Practice مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۲ سی۔ البرٹ "تشریعی طرق وصور"
Ilbert: Legislative Methods and Forms ایضاً "قانون سازی کے کل پرزے،
The Mechanics of Law Making مطبوعہ نیویارک سنہ ۱۹۱۴۔ حکومتِ خود اختیاری رکھنے والے مستعمرات کے تشریعی طریق کار کا مقابلہ انگلستان کے طریق کار کے ساتھ" کتاب ذیل کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے: "قلمرو کناڈا کا ارتقا"
Porritt: Evolution of the Dominion of Canada یانکرز، سنہ ۱۹۱۸۔ باب ۱۴۔ علیٰ ہذا، ممالکِ متحدہ امریکہ کے طریق کار کا مقابلہ ڈی۔ ایس۔ الگزنڈر کی "تاریخ و طریق کار ایوان نمائندگان"
D. S. Alexander: History and Procedure of the House of Representatives. مطبوعہ بوسٹن سنہ ۱۹۱۶ سے ہو سکتا ہے۔ انگریزی قانون سازی کا ایک موضح و فلسفیانہ تبصرہ اے۔ وی۔ ڈائسی کی کتاب ذیل میں ہے "انیسویں صدی میں انگلستان کے اندر قانون و رائے عامہ کے فیمابین تعلق کے بابت خطبات"
A. V. Dicey: Lectures on the Relation between Law and Public Opinion in England during the Nineteenth Century مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۵۔

اور سلطنت کے مالی کاروبار پر نظر کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ اس موقع پر کسی قدر وسعت کے ساتھ یہ بحث کی جائے کہ کس طریق سے مالیاتی مسودات کی ابتدا ہوتی ہے، وہ کیا شکل اختیار کرتے ہیں، کس طور پر وہ قانون بنتے ہیں اور پارلیمنٹ کس حد تک ان میں ترمیم کرتی اور ان پر اقتدار رکھتی ہے۔ انگریزی قوم کی آزادیاں ایک بڑی حد تک ان اختلافات آرا اور ان روایتوں سے پیدا ہوئی ہیں جن کا اثر خزانہ عامہ پر پڑتا تھا، اور برطانی دستور سلطنت کی بنا رقموں کے پارلیمنٹی عطیہ اور اخراجات کی پارلیمنٹی نگرانی کے اصول پر قائم ہے۔ سنہ ۱۹۱۱ سے مدتوں قبل سے مالی حدود کے اندر پارلیمنٹ کا اقتدار زیادہ تر دارالعوام کے ذریعہ سے عمل میں آتا تھا اور اس سنہ کے بعد سے بالکلیہ دارالعوام ہی کے ذریعہ عمل میں آتا ہے۔ اس کے نفاذ کے طریقے خصوصیت کے ساتھ چار ہیں:- (۱) جن ذرائع سے اور جن حالات کے تحت میں قومی مداخل مہیا کئے جائیں ان کا تعین۔ (۲) حکومت کے چلانے کے لئے جس قدر رقوم کا وزرا نے تخمینہ کیا ہو اسے عطا کرنا اور اس کے ساتھ ان عطیات کا خاص خاص مقاصد کے لئے مخصوص کر دینا۔ (۳) سرمایہ جس طریق پر خرچ ہوتا ہے مباحثہ کے اندر اس کی تنقید کرنا (۴) ایک پارلیمنٹی عہدہ دار یعنی صدر مستوفی کے ذریعہ سے حسابات کی تنقیح اور پھر ایک پارلیمنٹی مجلس ذیلی یعنی مجلس حسابات عامہ کے توسط سے ان کی مزید جانچ کرنا۔ دارالعوام کی صریحی منظوری کے بغیر کوئی محصول نہیں عاید کیا جا سکتا، اور کوئی خرچ بھی اس قسم کے اختیار کے بغیر نہیں ہو سکتا، یہ اختیار خواہ سالانہ یا دیگر باضابطہ قوانین تعین اخراجات کے ذریعہ سے عطا ہوا ہو خواہ مستقل قوانین کے ذریعہ سے۔ علاوہ بریں، سرکاری روپیہ کے مصرف کے متعلق وزرا ہمیشہ پارلیمنٹ کے اندر استفسارات کے جواب دہ رہتے ہیں اور خرچ کرنے والے محکموں اور عہدہ داروں کے حسابات کی بہت سختی کے ساتھ جانچ کی جاتی ہے تاکہ یہ تیقن ہو جائے کہ پارلیمنٹ نے جس خاص کام کے لئے روپیہ منظور کیا تھا وہ روپیہ اسی کام میں صرف ہوا ہے، دوسرے کام

میں صرف نہیں ہوا ہے۔

اس زمانہ میں مالیاتی نظم جس طرح مرتب ہے اس کے عام اصول و قواعد وہ ہیں جو اوپر بیان ہوئے لیکن یہ نظم واقعاً کس طرح عمل کرتا ہے اس کا کچھ خفیف سا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ مالیاتی مسوداتِ قوانین جس طریق پر تیار کئے جاتے، زیر تنقید آتے اور صورت قانونی اختیار کرتے ہیں اس پر نظر کی جائے۔ کسی معینہ مالیاتی سال کے اندر حکومت کے مالیاتی عملیات کی ترتیب میں پہلا اہم مرحلہ یا سلسلہ مراحل "تخمینہ جات" کا تیار کرنا ہے[۱]۔

"تخمینہ جات" کی اصطلاح جس طرح سرکاری حیثیت میں استعمال ہوتی ہے، اس کا مفہوم صرف اخراجات کا تخمینہ ہے اگرچہ (جیسا کہ ظاہر ہوگا) متوقع آمدنیوں کے اندازے بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ اخراجات سے متعلق تین ناقابل تبدل قواعد مستحکم طور پر قائم ہو گئے ہیں، پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے سرکاری آمدنی پر بار پڑتا ہو اس کیلئے ایسی کوئی درخواست نہ قبول کی جائے گی نہ کوئی ایسی تحریک روا رکھی جائے گی تاوقتیکہ تاجدار کی طرف سے اس مصرف کی درخواست نہ کی گئی ہو یا اس کی تائید نہ ہوئی ہو۔ یہ قاعدہ اولاً ۱۷۰۶ء میں ارکان کی ان ذاتی درخواستوں کے سیلاب کو روکنے کے لئے بنا تھا، جو انھوں نے عہدہ داروں کے بقایا کے دعاوی یا دوسرے مطالبات کے متعلق پیش کر رکھی تھیں، بعد ازاں یہ قاعدہ ۱۷۱۳ء میں ایک مستقل قاعدہ ہو گیا اور ۱۸۵۲ء اور ۱۸۶۶ء میں معین کر لیا گیا۔ اس قاعدے کے بموجب ارکان ذاتی اس سے بالکلیہ ممنوع ہو گئے ہیں کہ وہ تعینِ اخراجات کے مسودات یا قرار دادیں پیش کریں مگر اس کا یہ منشا نہیں لیا جاتا کہ کسی خاص قسم کے خرچ کی موافقت یا مخالفت میں غیر وزارتی تحریکات کے پیش کرنے کی ممانعت ہے۔ اس سے بہت سے وہ نقائص رفع ہو جاتے ہیں جو ممالک متحدہ امریکہ میں کانگریسی Pork Band کے

---

[۱] مالیاتی سال یکم اپریل سے شروع اور ۳۱ مارچ کو ختم ہوتا ہے۔

لفظ سے ذہن میں آتے ہیں۔ دوسرا اصولی قاعدہ یہ ہے کہ روپیہ کی ہر ایک درخواست دارالعوام میں ایک "تخمینہ" کی شکل میں پیش ہونا چاہئے یعنی ایک تحریر ایسی ہونا چاہئے جس میں بغور و فکر اس رقم کا اندازہ کیا گیا ہو جو مقصد زیرِ نظر کے لئے درکار ہو اور اس کے ساتھ پارلیمنٹ پر یہ مطالبہ ہونا چاہئے کہ یہ معینہ رقم تاجدار کو مشرح بالا مقصد کے لئے دی جائے۔[1] تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ تمام درخواستوں یعنی "تخمینوں" کی جانچ اور اجازت خزانہ کی طرف سے ہونا چاہئے، اور فوج اور بیڑے کے مصارف کے سوا اور تمام مصارف کی درخواستیں بھی واقعی خزانہ ہی کو پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے پارلیمنٹ میں پیش ہونے کے قبل تخمینہ جات ایک ایسے عہدہ دار کی منظوری سے گزرتے ہیں جو اس محکمہ سے باہر ہوتا ہے جس کے لئے روپیہ طلب کیا جاتا ہے اور چونکہ خزانہ اس باب خاص میں وزارت کے گماشتہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے اس لئے تخمینہ جات پارلیمنٹ کے روبرو بظاہر "مطالبات" کی شکل میں (مگر دراصل) کل جماعت عاملانہ کی سفارشوں کی صورت میں آتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ پارلیمنٹ ہر سال تمام اخراجات کا اختیار از سر نو نہیں دیا کرتی ہے۔ اخراجات کا وہ جزو جس کے لئے ہر سال تجدید اختیارات کی ضرورت ہے وہ "اخراجات ضروریات رواں" کے اخراجات کے نام سے مشہور ہے جس حصہ کے لئے ہر سال تجدید اختیارات کی ضرورت نہیں ہے وہ "اخراجات مجتمعہ سرمایہ" کے نام سے موسوم ہے زمانۂ امن میں مجتمعہ سرمایہ کے اخراجات کل مصارف کے ایک ثلث کے قریب ہوتے ہیں، اس میں قرضہ قومی، صرف خاص، عادلوں کی تنخواہیں اور بعض دوسری ادائیاں شامل ہیں۔

---

[1] دلوبی و لنڈزے "برطانیہ عظمیٰ کے مالیاتی نظم و نسق کا نظم" Willoughby and Lindsay: The System of Financial Administration of Great Britain. صفحہ ۲۰۔

ضروریات رواں جس کے لئے رقم سال بسال منظور ہوتی ہے اس میں کل خرچ کا تخمیناً دو ثلث صرف ہو جاتا ہے اور ۱۹۱۹ء میں اس مد میں فوجی، بحری، ہوائی اور ملکی خدمات داخل نہیں علہ یہاں ہم جن تخمینوں کا ذکر کر رہے ہیں وہ صرف وہی ہیں جو سال بسال تیار کئے جاتے ہیں۔

تخمینہ جات کی وزارتی اور پارلیمنٹی تنقیح۔

تخمینوں کی تیاری کے خاص مراحل کا مختصر تذکرہ ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ عام حکمت عملی کے وہ معاملات جن سے اخراجات میں وسیع رد و بدل لاحق ہوتا ہو۔ مزدوروں کا قانون بیمہ یا فوج کا اضافہ، ان معاملات کی چھان بین خزانہ کے عہدہ داروں اور محکمجات متعلقہ کے نمائندوں کی کانفرنسوں میں اور نیز کابینہ کے مباحث میں ہوتی ہے۔ اس طرح محکموں کو معقول حد تک قطعی تصور اس امر کا حاصل ہو جاتا ہے کہ خزانہ ان کے مقاصد کی تائید میں کس حد تک بڑھنے کے لئے آمادہ ہے اور کابینہ کے امتناع کے خطرے کے بغیر کس قدر مصارف کی تجویز ہو سکتی ہے۔ جس مالیاتی سال کے لئے تخمینے مرتب کرنا ہوتے ہیں، اس سے قبل کے یکم اکتوبر کو خزانہ ایک گشتی خط ان تمام عہدہ داروں کے پاس بھیجتا ہے جو تخمینوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ان سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ سال آئندہ کے لئے اپنے محکموں کے تخمینے تیار کر کے پیش کریں۔ سب سے یہ خواہش کی جاتی ہے کہ وہ کفایت کی انتہائی سعی کریں اور اس سے متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ سال گزشتہ کے تخمینوں کو سال آئندہ کے لئے آسان نقطہ کار نہ بنالیں۔ اس خط کے موصول ہونے پر محکمہ کے ذمہ دار عہدہ دار اپنے عملوں کو تخمینوں کے تیار کرنے پر لگا دیتے ہیں اور ان نقشوں کو کام میں لاتے ہیں جو خزانہ سے بھیجے جاتے ہیں اور

علہ۔ لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ منظور ہو جانے کے بعد "ضروریات رواں" کے مصارف "سرمایہ مجتمعہ" سے اسی طرح ادا ہوتے ہیں جس طرح اس سرمایہ سے مستقل مدات ادا ہوتے ہیں۔

جن پر مقابلتی اعداد پہلے ہی سے درج ہوتے ہیں۔ کام کے تمام دوران میں خزانہ کے ساتھ بہت ہی گہرا تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ قواعد کا اقتضا یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو موجودہ انتظامات کے اضافے حذف اور دوسرے تغیرات کو محکمے کے تجاویز میں باقاعدہ پیش کرنے کے قبل خزانہ کی طرف رجوع کیا جائے اگر خزانہ اس میں مشکلات حایل کرے تو محکمہ کابینہ میں مرافعہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جب تک کہ معاملہ غیر معمولی اہمیت کا نہ ہو اس قسم کا مرافعہ ہوتا نہیں ہے، اور اغلب گمان ہمیشہ یہ رہتا ہے کہ کابینہ خزانہ کی رائے کو برقرار رکھے گا۔ پس بقول ایک مصنف کے نتیجہ یہ ہے کہ تخمینے جب محکموں کی طرف سے مختتم طور پر پیش ہوتے ہیں تو ان سے اس سے زیادہ کچھ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ تجاویز ہیں جن پر اس سے پہلے ہی محکمہ جات پیش کنندہ اور خزانہ کے مابین اتفاق ہو چکا ہے"[1] جب تمام محکموں کے تخمینے ایک صورت میں مرتب ہو جاتے ہیں تو خزانہ کا محرر تخمینہ جات کی آخری تنقیح کرتا اور پارلیمنٹ کے غور کے لئے انھیں تیار رکھتا ہے۔ ملکی خدمات کے تخمینے دارالعوام میں خزانہ کا مالیاتی معتمد پیش کرتا ہے۔ فوج اور بیڑے کے تخمینے وزیر جنگ اور اعلے امیر خزانہ علی الترتیب پیش کرتے ہیں، معمولاً اخراجات کے تمام تخمینے ۱۵ جنوری تک خزانہ میں آجاتے ہیں۔

پارلیمنٹ فروری میں کسی وقت منعقد ہوتی ہے اور اخراجات کے تخمینے بالعموم اس میقات کے پہلے دو ہفتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ افتتاح میقات کے وقت جو تاریخ معین ہو جاتی ہے اس تاریخ کو ایوان خود کو "مجلس امداد" کی صورت میں بدل دیتا ہے، یہ کل ایوان کی مجلس ہوتی ہے اور صدر مجالس ذیلی کے تحت میں منعقد ہوتی ہے۔ سترھویں صدی کے وسط سے ۱۹۱۲ء تک اخراجات کے تخمینوں پر صرف "مجلس امداد" میں غور ہو سکتا تھا اور جیسا کہ بعد کو ظاہر ہوگا (

---

[1] ولوبی، "برطانیہ عظمیٰ مالیاتی نظم و نسق" Willoughby: Financial Administration of Great Britain صفحہ ۶۱۔

اگرچہ سال مذکور میں یہ قرار پایا تھا کہ بعض تخمینے منتخب مجلس کو حوالہ کئے جایا کریں مگر یہ انتظام کچھ زیادہ کامیاب نہ ہوا اور کل ایوان کی مجلس میں غور کرنے کا طریقہ عملاً حسب سابق چلتا رہا۔ ابتداً "شکایات" پر مباحثہ ہوتا ہے۔ یہ مباحثہ اگرچہ کسی وقت میں بہت اہم تھا مگر اب کہ "شکایات" کا رفع داد خود پارلیمنٹ کے قبضے میں ہے یہ مباحثہ بے معنی ہو گیا ہے۔ اس مباحثہ کے بعد مجلسِ امداد متواتر "رائے دہیوں" یعنی "تقسیم آرا" کے ذریعہ سے (جو کم و بیش ڈیڑھ سو مرتبہ ہوتی ہیں) تخمینوں پر غور کرنے کی کارروائی کرتی ہے۔ ان تقسیم آرا میں (جہاں تک ممکن ہو) بے ممیز خدمات کے مرادف) تخمینوں کے مجموعے بنا دئے جاتے ہیں تاکہ ان پر بحث ہو سکے اور علیحدہ علیحدہ رائے دی جا سکے۔ "رائے دہی" ایک قرار داد کی بنا ہو جاتی ہے اور ایوان میں اس کی اطلاع ہونے کے بعد وہ ایک مسودہ قانون کی شکل میں قبول کی جاتی ہے، اور انجام کار میں یہ تمام مسودات ایک عظیم الشان قانون تعین اخراجات میں جمع کر لئے جاتے ہیں۔ اس کارروائی کے کسی مرحلہ میں کوئی غیر وزارتی رکن کسی "رائے دہی" میں کسی اضافہ کی تحریک نہیں کر سکتا کیونکہ ایسا کرنا اس قاعدے کی خلاف ورزی ہوگی جس کا مقصود یہ ہے کہ اخراجات کے تمام تجاویز کی ابتدا تاجدار کی طرف سے ہونا چاہیے"، لیکن وہ تخفیف کی تحریک کر سکتا ہے۔ مجلسِ امداد مطلوبہ عطیہ کو منظور کر سکتی، اسے کم کر سکتی اور اس سے انکار کر سکتی ہے مگر وہ یہ نہیں کر سکتی کہ اسے بڑھا دے، اس میں کوئی شرط لگا دے یا اس کے مقصد کو بدل دے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ حکومت کو اس پر مائل کرے کہ وہ نظر ثانی کر کے دوسرا تخمینہ پیش کرے۔ ایوان کے قواعد کی رو سے مجلسِ امداد کو صرف بیس روز تک مباحثوں کی اجازت ہوتی ہے۔ اور لامحالہ یہ واقعہ ہوتا ہے کہ وقت کا زیادہ حصہ چند "رائے دہیوں" میں صرف ہو جاتا ہے جو ضروری نہیں کہ اہم ترین ہوں اور بہت سی دفعات نہایت سرسری توجہ اور بغیر کسی قسم کی بحث کے منظور ہو جاتی ہیں۔[1]

---

[1] ینگ "نظم مالیات قومی" Young; System of National Finance صفحہ ۲۰۰۔

آمدنی کے تخمینے موازنہ

اس اثنا میں تخمینوں کا دوسرا مجموعہ یعنی آمدنی کے تخمینے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ ان تخمینوں کے لئے بھی اولاً واقعہً خزانہ ذمہ دار ہے۔ موجودہ محصولوں مجوزہ اضافوں اور نئے محصولوں سے جس قدر آمدنی کی توقع ہو سکتی ہے اس کے تخمینے خزانہ کے لئے محکمہ جات مال[1] اور خاص کر محکمۂ کروڑگیری و محصول چنگی کے "دفتر اعداد و شمار" کی طرف سے تیار کئے جاتے ہیں اور مالی نظم کی ترمیم کے تجاویز خواہ ان سے خالصتہً آمدنی مقصود ہو یا معاشری و اقتصادی انضباط بھی کسی حد تک مدنظر ہوں ہر صورت میں انھیں وزیر مال (چانسلر آف دی ایکسچکر) تیار کرتا ہے۔ نئے مالی سال کے آغاز کے بعد ہی جس قدر جلد ممکن ہوتا ہے یہ وزیر ایوان کے سامنے (جو اب مجلس مداخل و مخارج کی حیثیت میں کام کرتا ہے) بعض حسابات پیش کرتا ہے جن کا مقصود بہ حیثیت مجموعی صرف انھیں رقوم کو ظاہر کرنا نہیں ہوتا جن کا مطالبہ کیا گیا ہو اور منظور ہو گئی ہوں بلکہ متوقع آمدنی اور اس آمدنی کو قومی ضروریات کے حسب حال بنانے کے لئے جو کارروائی کی جائے گی انھیں بھی ظاہر کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ چانسلر موازنہ پیش کرتا ہے۔ روزمرہ کے استعمال میں لفظ موازنہ، کے مختلف معنی لئے جاتے ہیں" مگر غیر موازنی نظم" کے مقابلہ میں "موازنی نظم" کا اصول (بقول ایک صاحب استناد کے) یہ ہے "کہ جو لوگ مالی تجویزوں کے ابتدا کرنے کے ذمہ دار ہیں وہ مو خرالذکر ہیں وقت واحد میں قومی حساب کے دونوں جوانب پر یا کم از کم ان کے تعلقات باہمی پر غور کرتے اور انھیں جماعت مقننہ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کے برخلاف اول الذکر میں اس قسم کی سعی نہیں کی جاتی ہے[2] اس موازنی اصول پر برطانیہ عظمی

---

[1] ۔ یعنی کروڑگیری و چنگی، آمدنی داخلی اور ڈاک خانہ۔

[2] ۔ ولوبی "برطانیہ عظمی کا مالیاتی نظم و نسق" Willoughby; Financial Administration of Great Britain صفحات ۲۵۵-۲۵۶۔

سے زیادہ کہیں بھی عمل نہیں ہوتا۔ اصطلاحاً، موازنہ اُس خاص تقریر کا نام ہے جس میں وزیر مال ختم شدہ سال کے مالیاتی نتائج پر تبصرہ کرتا، آئندہ سال کے مداخل و مخارج کے تخمینوں کا خلاصہ بیان کرتا اور محصولوں کے اضافہ تخفیف، یا دوسرے تغیر و تبدل کے متعلق حکومت کے تجاویز پیش کرتا ہے؛ عملاً یہ وہ "مالیاتی حساب" ہوتا ہے جس پر یہ تقریر مبنی ہوتی ہے۔ یہ تحریر علی العموم مطبوعہ کاغذ کے صرف چند صفحوں پر ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ اور تحریروں کے ضمیمے لگے رہتے ہیں جن میں بہت تفصیل کے ساتھ سال زیر عمل کے متعلق تخمینہ شدہ آمدنی و خرچ درج ہوتے ہیں[1] فرانس اور دوسرے براعظمی ملکوں کے برخلاف برطانیہ عظمی میں موازنہ کی عمومی و پارلیمنٹی دلچسپی کا مرکز اخراجات کے تخمینوں کے بہ نسبت زیادہ تر محصولوں کے تجاویز ہوتے ہیں۔

دارالعوام مداخل کے تخمینوں پر بھی انہیں عام شرائط کے تحت غور کرتا ہے جن شرائط کے تحت یہ مخارج کے تخمینوں پر غور کرتا ہے۔ حکومت کے تجاویز پر کل ایوان کی مجلس میں مباحثہ ہوتا ہے اور قراردادوں کی شکل میں قبول کئے جانے کے بعد یہ تجویزیں ایوان کی طرف سے مسودات وزارتی کی صورت میں مجتمع کی جاتی ہیں۔ خانگی ارکان نئے محصولوں کی تحریک نہیں کرسکتے مگر حکومت نے جن محصولوں میں تغیر کی تجویز نہ کی ہو ان کے متعلق وہ تنسیخ یا تخفیف کی تحریک کرسکتے ہیں۔ اس تمام غور و بحث کے نتیجے دو خاص تجویزوں کی شکل میں سالانہ جمع کئے جاتے ہیں؛ ایک قانونِ مالیاتی جس میں چاء کا محصول اور محصول آمدنی دوبارہ عائد کئے جاتے ہیں، اور دوسرا قانون آمدنی جس میں ان قراردادوں کو قانونی قوت عطا کی جاتی ہے جو قوانین آمدنی کی ترمیم کے متعلق مجلس میں منظور ہوئے ہوں۔ تعینات اخراجات کے مانند محصولوں کے لئے یہ ضروری

[1] - یہ عجیب بات ہے کہ یہ تحریریں ایک مسلسل بیان (نقشہ) کے اندر نہیں آتیں۔ ملاحظہ ہو۔ ولوبی "برطانیہ عظمی کا مالیاتی نظم و نسق" Willoughby; Financial Administration of Great Britain صفحات ۲۶۷-۲۶۸

نہیں ہے کہ ہر سال از سر نو ان کا اختیار عطا کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اخراجات کے لئے اس قسم کے اختیار کی ضرورت ہے، لیکن اس کے برخلاف اکثر محصولوں کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ مستقل قوانین پر مبنی ہیں جن کی ہمہ وقت تنسیخ و ترمیم ہوسکتی ہے مگر سال بہ سال ان کی تجدید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ محصول وراثت، محصول کا غذات سرکاری، کروڑگیری، محصول چنگی یہ سب مستقل قوانین کے ذریعہ عاید ہوتے ہیں۔ صرف چاء کا محصول اور محصول آمدنی باقاعدہ طور پر سالانہ تجدید اختیار کے لئے محفوظ ہیں لیکن یہاں یہ اضافہ کرنا ضروری ہے کہ مالی نظم میں ان محاصل کی اہمیت ایسی ہے کہ ان کا فیصلہ جس طریق پر ہوتا ہے اس سے بہت کچھ سال کے مالیاتی انتظامات کا تعین ہوتا ہے۔

پارلیمنٹی نگرانی کی کمی مجوزہ اصلاحات

جس مالیاتی نظم کا یہ خاکہ کھینچا گیا ہے وہ کاغذ پر حکومت کی اس نظم سے بالکلیہ موافقت رکھتا ہے جس پر برطانیہ عظمیٰ کو فخر ہے۔ مگر اس میں بعض ناقابلِ اطمینان صورتیں بھی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم نگرانی کی وہ عملی تحدید ہے جسے پارلیمنٹ محصول و خرچ کے متعلق عائد کرسکتی ہے اور ان میں بھی خاصکر خرچ کے متعلق۔ سرسری طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ حقیقت میں پارلیمنٹی نگرانی عملی ہونے کے بجائے زیادہ تر نظری ہے اور اس مضمون کے متعلق پارلیمنٹ کے اندر اور باہر طولانی بحثوں کے بعد بھی یہ امر صاف نہیں ہوا ہے کہ اس کے سوا دوسری صورت کیا ہوسکتی ہے۔ چار اہم مشکلات پیش آتے ہیں۔ پہلی مشکل اس طریق کار کے قواعد کی دقیانوسی خصوصیت ہے جو مالیاتی معاملات کے انصرام میں عمل میں آتی ہے۔ ان قواعد کی ابتدا زیادہ تر سترھویں اور اٹھارھویں صدی کے اوائل میں ہوئی جبکہ تمام غیر عہدہ دار ارکان کا فرض ہنوز یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ روپیہ کے متعلق شاہی مطالبات میں تعویق، تاخیر اور دقت حائل کریں اور قواعد اسی امر کو مدنظر رکھ کر بنائے گئے تھے۔ ان قواعد میں بہت ہی کم تغیرات ہوئے ہیں اور جہاں سیدھے طریقے بہتر ہوتے وہاں پیچ در پیچ طریقے سے

کام لیا جاتا ہے۔ مفروضاتِ قانونی کی پیروی (مثلاً "شکایات" بر مباحثہ) کا نتیجہ لاحاصل اور بعض وقت باعث تعویق ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جیسا کہ ایک نکتہ چین نے کہا ہے بیشتر مراسم اب بارود کی اس تلاش سے زیادہ کارآمد نہیں ہے جو ہر سال پارلیمنٹ کے تہ خانے میں ہوا کرتی ہے۔

ایک دوسرا زیادہ قطعی نقص یہ ہے کہ کل ایوان کا بہ حیثیت مجلس ذیلی نشست کرنا تخمینوں پر کما حقہا غور کرنے کے لئے موزون نہیں ہے۔ جس کام کے کرنے کی ضرورت ہے اس کے لئے یہ کل جماعت ضرورت سے زیادہ بڑی ہے۔ وہ گواہوں کی شہادت نہیں لے سکتی، اس کا وقت محدود ہے، اس کے غور و بحث کے لئے یہ لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ سست رفتار کے ساتھ اور عام مباحثہ کی شکل میں ہو۔ ایک تیسرا نقص قابلِ فہم مالیاتی اطلاع کی کمی ہے۔ پارلیمنٹ کے روبرو جو تخمینے اور حسابات پیش ہوتے ہیں (اور جن کی فنی نوعیت اور وسعت اتنی ہے کہ یہاں ان کی تشریح دشوار ہے)، وہ اپنی گوناگوں نوعیتوں کے اعتبار سے ایسے ہیں کہ معمولی ارکان کو جو اطلاعات حاصل ہوتے ہیں ان کی کمیت و کیفیت ایسی نہیں ہوتی جس سے یہ ارکان حکومت کے مالی تجاویز کے تمام مالہ و ماعلیہ پر حاوی ہوسکیں خواہ وہ کتنا ہی وقت صرف کر دیں اور کتنا ہی صبر سے کام لیں۔ آخر میں یہ بھی بیان کر دینا چاہیئے کہ اگر کسی رائے دہی پر مبارزت طلبی ہوئی یا تخفیف کی تحریک کی گئی تو اس قسم کی تحریک کو قرار داد اعتماد تصور کیا جاتا ہے جس سے حکومت معرض خطر میں آجاتی ہے پس اس طرح مالیاتی تنقید محض سیاسی یا فریقانہ تنقید بن جاتی ہے۔ ذی اقتدار فریق کے ارکان اس وجہ سے تنقید نہیں کرتے کہ وہ ظواہر کو قائم رکھیں اور وزارت کو خطرے میں ڈالنے کا باعث نہوں، دوسری طرف فریق مخالف امداد کے مباحثوں سے اس طرح کام لیتا ہے کہ انھیں ان کی خاص خصوصیت سے بدل کر سیاسی روش کی بحث بنا دیتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ پارلیمنٹی نگرانی شاذ و نادر مواقع کے سوا محض ایک ظاہرداری ہوگئی ہے۔ وارالامراکو اب مسودات رقمی کے قبول کرنے میں

دقتیں پیدا کرنے کا اختیار باقی نہیں رہا ہے۔ دارالعوام نے خود منافیانہ احکام سے اپنے کو اس حق سے معرا کر دیا ہے کہ وہ اخراجات کے تجاویز کی ابتدا کرے یا جو تجاویز تاجدار کی طرف سے پیش ہوئے ہوں ان میں اضافہ کرے اور اس طرح اس نے معمولاً یہ فرض کر لیا ہے کہ حکومت کو اپنی ضروریات کا بہترین علم ہو سکتا ہے اور اس لئے دارالعوام ان تجاویز کو قبول کرے جو اس کے سامنے پیش کی جائیں، اور اگرچہ دارالعوام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مطلوبہ رقوم میں کمی کر دے مگر وہ اس قابل نہیں رہا ہے کہ اس اختیار کو دانائی و بے لوثی سے عمل میں لا سکے۔ درحقیقت ایوان اکثر رقموں کے بڑھا دینے سے خوش ہوگا مگر رقموں کے کم کرنے سے اسے کچھ ایسی دلچسپی نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ فضول خرچی کے خلاف اصلی نگرانی "شاخ عاملہ ہے شاخ تشریعی نہیں ہے۔ لہذا اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ گزشتہ پچیس برس کے اندر ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ دارالعوام نے خود اپنے بلا واسطہ فعل سے مالی اسباب کی بنا پر کسی پیش شدہ تخمینہ میں کمی کر دی ہو مجلس امداد کے اندر حکمت عملی اور نظم و نسق کی بحث کے لئے مباحثے لابدی ہیں مگر جہاں تک کہ تجاویز اخراجات کی براہ راست موثر نگرانی کا تعلق ہے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ تخمینے کبھی پیش نہ ہوتے اور مجلس امداد کبھی منعقد نہ ہوتی تو اس میں کچھ قابل لحاظ فرق نہ ہوتا" (یہ الفاظ اس مجلس کے ہیں جس نے سنہ ۱۹۱۷-۱۸ میں اس موضوع کی تحقیقات کی تھی) ایوان کی جانب سے تخمینوں (اور بہر نوع اخراجات کے تخمینوں) پر اس طرح غور کرنے سے جو کچھ اتفاقی منافع ہیں وہ صرف اتنے ہیں کہ تبصرے، تنقید اور بحث کے ذریعہ سے مالیاتی انتظام کے متعلق جماعت عاملہ پر کسی قدر ذمہ داری عاید ہو جاتی ہے۔

عام طور پر اس نظم نے اچھا کام دیا ہے اور اکثر لوگ اس سے مطمئن ہیں، لیکن بعض اطراف و جوانب میں یہ احساس رہا ہے کہ دارالعوام کی نگرانی زیادہ حقیقی و موثر ہونا چاہیئے۔ سنہ ۱۹۱۲ میں قومی اخراجات کے متعلق ایک

"مجلس منتخبہ" کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ آیا کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جس سے ایوان کو یہ موقع مل سکے کہ حکمتِ عملی کے تنقیدات میں پڑے بغیر وہ قومی اخراجات کے جزئیات کو زیادہ موثر طور پر جانچ سکے۔[1]

اس مجلس نے دوسرے تغیرات کے ساتھ یہ بھی سفارش کی کہ تخمینوں سے متعلق ایک "مجلس منتخبہ" بنائی جائے اور اس مجلس کا کام یہ ہو کہ بغیر کسی قسم کی ہدایت یا نگرانی کے وہ ہر سال کسی ایک خدمت یا خدمات کے کسی ایک مجموعہ کے متعلق تخمینہ جات تنظیم، طریقہائے عمل اور انجام دہی کار کی تفصیلی تحقیقات کرے اور اپنے نتائج حاصلہ کی اطلاع پارلیمنٹ کو دے اور اس خدمت یا مجموعہ خدمات کا تعین مجلس حساباتِ عامہ کرے لیکن ۱۹۱۲ء تک اس پر کوئی عملی کارروائی نہیں ہوئی۔ سال مذکور میں پارلیمنٹ نے "تخمینوں سے متعلق ایک مجلس منتخب" مقرر کی اور اسے یہ کام سپرد کیا کہ ایوان کے سامنے جو تخمینے پیش ہوتے ہیں، ان میں سے ہر میقات میں جس تخمینے کو یہ مجلس مناسب سمجھے لے کر اس کی جانچ کرے اور جو ممکن کفایت اسے نظر آئے اس کی اطلاع پارلیمنٹ کو دے۔ اس نئی مجلس نے محنت و ہوشیاری سے کام لیا۔ ۱۹۱۲ء میں اس نے خدمات ملکی کی بعض منظوریوں پر غور کیا، ۱۹۱۳ء میں بحری منظوریوں پر اور ۱۹۱۴ء میں فوجی منظوریوں پر غور کرنے کا آغاز کیا۔ لیکن اس کے کام بہت سست رفتار رہے اور ایوان نے جو قیود اس پر عاید کر دئے تھے ان سے وہ اس قدر دب گئی تھی کہ اس سے کچھ زیادہ نفع نہیں ہو سکتا تھا۔ جنگِ عظیم کے دوران میں یہ مجلس ایک طرح کی معطل زندگی بسر کرتی رہی۔

جنگ نے اخراجات عامہ کو بے اندازہ بڑھا دیا۔ اس کے ساتھ پارلیمنٹی نگرانی کا نظریہ بھی شکستہ ہو گیا۔ لہٰذا یہ مدتوں کا مسئلہ زیر بحث ایک نازک حالت میں پڑ گیا اور جولائی ۱۹۱۷ء میں "اخراجات قومی سے متعلق ایک

---

[1] ۱۸۸۸ء-۸۹ء میں اس قسم کی مسلسل تحقیقاتیں پانچ مختلف مجالس منتخبہ نے کیں مگر کچھ اہم نتائج نہ نکلے۔

"نئی مجلس منتخب" اس کام کے لئے قایم کی گئی کہ وہ اس مسئلہ کا از سر نو مطالعہ کرے۔ ۱۹۱۸ء میں اس مجلس نے رودادوں کا ایک دلچسپ سلسلہ پیش کیا اور ان میں خصوصیت کے ساتھ امور ذیل کی سفارش کی (۱) خزانہ محکموں کے اوپر اور زیادہ سرگرم نگرانی رکھے۔ (۲) پارلیمنٹ کے ہر میقات کے شروع ہونے پر پندرہ پندرہ ارکان کی دو مستقل جماعتیں تخمینوں سے متعلق قائم کی جایا کریں جو تخمینوں کی اس نظر سے جانچ کریں کہ کفایت کا پتہ چلے اور خود بھی کفایت شعاری کی صورتیں بتائیں۔ (۳) یہ اصول قائم ہو جائے کہ مجالس تخمینہ جات کی سفارش پر جو تحریک "مجلس امداد" میں منظور ہو اس کے یہ معنی نہ لئے جائیں کہ اب حکومت کو ایوان کا اعتماد نہیں حاصل رہا ہے۔ اس ماموریہ کی روداد پر بہت توجہ رہی ہے اور اس کے کچھ ثمرات بھی حاصل ہوئے ہیں چنانچہ ۱۹۱۹ء میں ایوان نے صرف ایک میقاتی نشست کے لئے ایک قاعدہ اختیار کیا جس سے یہ روا ہو گیا کہ تنہا کل ایوان کی مجلس کے بجائے ایک مستقل مجلس تخمینوں پر غور کرے۔ اس کے متعلق اس بنا پر سخت اعتراض کیا گیا کہ تخمینوں کی بحث کے ذریعہ سے حکام عاملہ کی تنقید و نگرانی کے حق سے خفیف ترین طور پر بھی ایوان کو محروم کرنا اس کے نہایت ہی قابل قدر و حقیقی فرض کو اس سے غصب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف یہ زور دیا گیا کہ محصول دینے والوں کے روپیہ کے مزید تحفظ سے قطع نظر کر کے بھی صرف وضع قوانین کے وقت ہی کا بجا رہنا مفاد عامہ کے لئے ضروری ہے معلوم نہیں کہ یہ نیا طریقہ قطعی طور پر قائم ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو اس باب کے ابتدائی حصہ میں جس طریق کار کا بیان ہوا ہے اس میں بھی حسب ضرورت تغیر ہو جائے گا۔[1]

[1] مسودات رقمی کا طریق کار کتب ذیل میں بیان ہوا ہے۔ لوول "حکومت انگلشیہ" Lowell: Government of England جلد اوّل باب ۱۴۔ اینسن "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson: Law and Custom of the Constitution. جلد اول صفحات ۲۶۸

خانگی مسودات قوانین	جہاں تک کہ طریق کار کا تعلق ہے حکومتی مسودۂ قانون اور ارکان کے خانگی مسودۂ قانون کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے مگر خانگی مسودۂ قانون کے متعلق کارروائی اُس

طرح سے ہوتی ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ عام مسودہ قانون وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۲۸۱۔ البرٹ، پارلیمنٹ" Ilbert: Parliament باب ۴ الیفاً "تشریعی طرق وصور" Legislative Methods and Forms صفحات ۲۸۱، ۲۹۶۔ ریڈلچ "دارالعوام کا طریق کار" Redlich: Procedure of the House of Commons جلد سوم صفحہ ۱۱۳۔ ۴۷ا۔ مے "پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رواج کے متعلق رسالہ" May: Treatise on the Law, Privileges, Proceedings and Usage باب ۲۱۔ زیادہ وسیع بحث کے لئے کتب ذیل دیکھنا چاہئے۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ولوبی ڈبلیو۔ الیف ولوبی اور ایس ایم۔ لنڈسے "برطانیہ عظمی کا مالیاتی نظم ونسق" W. F. Willoughby Financial Administration of Great Britain مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۷ء۔ آر۔ اسٹورم۔ موازنہ R. Stourm: The Budget مرتبۂ ڈبلیو ایف میک کیلیپ مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۷ء۔ ایچ۔ ہگس "سلطنت متحدہ کا مالیاتی نظم" H. Higgs; Financial System of the United Kingdom مطبوعۂ لندن ۱۹۱۴ء۔ ای ینگ "نظم مالیات قومی" Young System of National Finance مطبوعۂ لندن ۱۹۱۵ء۔ اے۔ جے۔ وی ڈیورل "پارلیمنٹی عطیات پر نگرانی کے نظم کا اصول عمل" A. J. Durell; Principles and Practice of the System of Control over Parliamentary Grants مطبوعۂ لندن ۱۹۱۷ء۔ ۱۹۱۸ء-۱۹۱۷ء کے ماموریہ کے کام خلاصہ پر ایک مفید بحث ای۔ ایچ ڈیونپورٹ کی کتاب "پارلیمنٹ و محصول دہندہ" E. H. Davenport: Parliament and the Taxpayer مطبوعۂ لندن ۱۹۱۹ء میں ہے۔ اور اس کا ایک مختصر بیان جے۔ اے۔ آر۔ میریٹ کے مضمون "پارلیمنٹ و مالیات" J. R. Marriott: Parliament and Finance. مطبوعۂ اڈنبرا ریویو، جنوری ۱۹۲۰ء میں ہے۔

ہے جس سے سلطنت کے عام مفاد پر اثر پڑتا ہے اور جس کا مقصود بہبود عامہ کو ترقی دینا ہوتا ہے۔ خانگی مسودہ قانون وہ ہے جس کا مقصود کسی خاص مقام شخص یا جماعت اشخاص کا نفع ہوتا ہے۔ خانگی مسودات قوانین کا عام ترین مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی ذمہ داری کے ساتھ اور خاص اپنے نفع کے لئے مفاد عامہ کے کاموں کے اختیار کرنے کے لئے متحد ہوسکیں۔ مثلاً ریلوے یا ٹریموے کا بنانا، بندرگاہوں اور گودیوں کی تعمیر، دلدلوں کا خشک کرنا، پانی گیس اور قوت برقی کا مہیا کرنا، اور اسی قسم کے دوسرے کام جن کا انضباط ممالک متحدہ امریکہ میں ریاستی قانون سازی اور بلدی مجالس کی طرف سے ہوتا ہے۔ تمام خانگی مسودات قوانین کی ابتدا درخواستوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے جو اس اجلاس کے افتتاح کے قبل پیش ہونا چاہئیں جس میں ان پر غور کرنا مقصود ہو۔ ان درخواستوں کا پیش ہونا اور ان کی ترقی کے مختلف مدارج تفصیلی و شدید ضوابط کے تحت ہیں اور مؤیدین اور مخالفین دونوں سے رسوم طلب کئے جاتے ہیں جس سے ذرا زیادہ اہم خانگی مسودے کا قانون بننا فریقین متعلقہ کے لئے ایک گراں بار کارروائی ہو جاتی ہے اور نیز اس سے سرکاری آمدنی میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

وہ پارلیمنٹی عہدہ دار جو ممتحنین درخواستہائے مسودات قوانین ذاتی" کہلاتے ہیں، جب وہ ان درخواستوں کی تنقیح کرکے انہیں منظور کر دیتے ہیں تو پھر خانگی مسودہ قانون دونوں ایوانوں میں سے کسی ایک ایوان میں پیش ہوسکتا ہے۔ اس کی دوسری خواندگی کے وقت اس تجویز کے اصول پر مباحثہ ہوسکتا ہے اور بعدازاں اگر اس مسودے کی مخالفت ہوتی ہے تو اسے ذیلی جماعت مسودہ خانگی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جس میں چار ارکان اور ایک بغرض ثالث شامل ہوتے ہیں۔ اگر اس مسودہ کی مخالفت نہیں ہوتی یعنی مالکان جائداد مشخصات یا دوسرے اغراض و مفاد کی طرف سے مخالف درخواست نہیں گزرتی تو ۱۹۰۲ء کے ایک مستقل حکم کے بموجب مجلس حوائج، مجلس مداخل و مخارج کے صدر و نائب صدر اور ایوان کے دوسرے دو ارکان (جنہیں مجلس انتخاب مقرر کرتی ہے) اور صدر دارالعوام کے مشیر قانونی پر مشتمل

ہوتی ہے۔ متنازعہ مسودہ کا مرحلۂ مجلس ذیلی فی الواقع عدالتی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ موئدین و مخالفین کی نمائندگی وکلا کرتے ہیں، گواہوں کے بیانات ہوتے ہیں، اور ماہرانہ شہادت لی جاتی ہے۔ مجلس کی طرف سے اطلاع حاصل ہونے پر یہ تجویز انھیں قواعد کے تحت آگے بڑھتی ہے جو مسودات عامہ کی ترقی کے لئے متعین ہیں۔

لیکن دو باتیں اور ملحوظ رہنا چاہئیں۔ اول یہ کہ اگرچہ نظریہ کی رو سے مسوداتِ عامہ اور مسودات خانگی کا فرق صاف ہے مگر واقعہ میں ان دونوں کے درمیان خطِ فصل کھینچنا ذرا مشکل ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ ایک قسم "مخلوط مسودات" کی تسلیم کر لی گئی ہے جو اپنے مطالب میں کسیقدر عام اور کسی قدر خاص ہوتے ہیں، اور کبھی ان پر ایک نہج سے کارروائی ہوتی ہے اور کبھی دوسری نہج سے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں نوعین مخلوط ہو جاتی ہیں۔ دوسرا امر یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ کچھ تو خرچ کے کم کرنے کے لئے اور کچھ محکمہ عاملہ متعلقہ کی نکوخواہی حاصل کرنے کے لئے، یہ ایک عام بات ہوگئی ہے کہ اس قسم کے امور عامہ کے جو ترقی دینے والے پارلیمنٹ منظوری حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ایک تدبیر سے کام لیتے ہیں جو "ہنگامی حکم" کے نام سے مشہور ہے۔ ہنگامی حکم وہ ہے جو بعد تحقیقات کسی سرکاری محکمہ کی طرف سے جاری ہو اور جس کی رو سے ہنگامی طور پر کسی ایسی تجویز کے عمل میں لانے کی اجازت دیجائے جس کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ انجام کار میں اس کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری کی ضرورت ہوتی ہے مگر مختلف محکمہ جات اس قسم کے احکام کا مجموعہ بناکر دونوں ایوانوں میں پیش کرتے ہیں اور عملاً ان کی توثیق پہلے ہی سے متیقن ہو جاتی ہے۔ لوئل نے یہ دکھایا ہے کہ ۱۸۹۲ء اور ۱۹۰۱ء کے درمیان جو ہنگامی احکام پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہوئے ان میں سے دسویں حصہ کی بھی مخالفت نہیں ہوئی اور صرف ایک حکم منظوری سے رہ گیا۔[1]

[1] حکومتِ انگلستان (Government of England) جلد اول صفحہ ۳۸۵۔

(دیکھو صفحہ آئندہ)

دارالعوام کے قواعد

آئرستان کے ایک رکن نے ایک مرتبہ مسٹر پارنل سے سوال کیا تھا کہ "میں دارالعوام کے قواعد کیونکر سیکھ سکتا ہوں" اس کا فلسفیانہ جواب یہ ملا کہ "ان قواعد کی خلاف ورزی کرنے سے" چونکہ دارالعوام میں کارروائی جس ضابطہ کے بموجب انجام پاتی ہے ان میں ایک بہت بڑا مجموعہ موضوعہ ضوابط کا ہے اور ان کے ساتھ غیر تحریری رواج خلط ملط ہیں اس لئے یہ ضابطہ فی الحقیقت پیچیدہ ہے۔ لارڈ پامرسٹن نے کہا تھا کہ میں کبھی پوری طرح اس ضابطہ پر حاوی نہیں ہوا اور گلیڈسٹن نے بارہا "قواعد ایوان" کو بیخبری سے شکست کیا ہے۔ جیسا کہ اَنسن نے کہا ہے "یہ ضوابط انیسویں صدی کے قبل دو مقاصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خانگی مسودہ قانون کی توضیح کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئیے۔ لوئل جلد اول باب ۲ ریڈلچ و ہرسٹ "انگلستان میں حکومتِ مقامی" Redlich and Hirst Local Government in England جلد دوم صفحات ۳۳۸۔۲۵۱۔ انسن "قانون ورواج دستور سلطنت" Anson: Law and custom of the constitution جلد اول صفحات ۲۹۱۔۳۰۰۔ مے "پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رواج" May "Treatise on the Law, Privileges, Proceedings and Usage of Parliament." ابواب ۲۴ تا ۲۹۔ کورٹنی "سلطنت متحدہ کا عملی دستور سلطنت" Courtney; Working Constitution of the United Kingdom باب ۱۸۔ میک ڈونا "کتاب پارلیمنٹ" Mac Donaugh; Book of Parliament صفحات ۳۹۸۔۴۲۰۔ اس بحث پر مستند کتاب ایف۔ کلیفرڈ کی "خانگی مسودے کی توضیح کی تاریخ" Clifford; History of Private Bill Legislation ۲ جلد مطبوعۂ لندن ۱۸۸۵-۸۷ء بعد کی ایک قابلِ قدر کتاب ایف۔ ایچ اسپنسر کی "آغاز بلدیات" حکومت مقامی سے متعلق انگلستان کے خانگی مسودہ قانون کی توضیح کا بیان ۱۷۴۰ء تا ۱۸۳۵ء مع ایک باب متعلق کارروائی مسودۂ قانون ذاتی" (Municipal Origins; an account of private) Bill Legislation relating to Local Government, 1740-1835, with a Chapter on Private Bill Procedure مطبوعۂ لندن ۱۹۱۱ء

کو پیش نظر رکھ کر بنائے گئے تھے، ایک یہ کہ بادشاہ کے وزرا جس طرح کی عاجلانہ اور ناقص کارروائی کرنا چاہتے تھے ان سے ایوان کو محفوظ رکھا جائے اور دوسرے یہ کہ ایوان کے اندر جو فریق ہوں سب کے ساتھ انصاف ہو اور سب کی سنی جائے۔ ۱۸۱۱ء تک حکومت کے کام کو چند معینہ دنوں میں مسلمہ تقدم نہیں دیا گیا۔ مگر اس سنہ کے بعد دارالعوام کی تاریخ امور ذیل کے وقایع پر مشتمل ہے :-
(۱) جو مباحث و تجاویز حکومت کے تشریعی لائحۂ عمل سے خارج ہوں ان کے بحث و مباحثہ میں خانگی ارکان کے وقت میں بہت کمی ہوگئی۔ (۲) حکومت کے کاموں کے مختلف مراحل میں عام سوالات اٹھانے کے مواقع برابر گھٹتے گئے۔ (۳) حکومت ایوانوں سے جن تجاویز کی منظوری کی خواہاں ہو ان کے بحث و مباحثہ میں جس قدر وقت کی اجازت ہو اس میں کمی ہوتی گئی ہے[۱]۔

مباحثہ و آداب کے متعلق قواعد نہ صرف نازک و پیچیدہ ہیں بلکہ بعض صورتوں میں نہایت ہی قدیم بھی ہیں۔ یہ قواعد جہاں تک ضبط تحریر میں آگئے ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مباحث ذیل پر مشتمل ہیں:۔ (۱) "مستقل قواعد" جو دائمی نوعیت رکھتے ہیں۔ (۲) "میقاتی احکام" جو صرف ایک ہی میقات تک قابل العمل ہوتے ہیں۔ (۳) "عام احکام" جو زمانہ نفاذ کے اعتبار سے غیر متیقن ہوتے ہیں۔ مباحثہ کے دوران میں تمام تقاریر کا مخاطب صدر ہوتا ہے۔ اور جس صورت میں ایک سے زائد ارکان تقریر کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو یہ امر صدر کے فیصلہ پر منحصر ہوتا ہے کہ کون شخص تقریر کرے۔ جب "تقسیم آرا" ہورہی ہو اور دروازے بند ہوں اس وقت ارکان بیٹھے ہوئے اور ٹوپیاں پہنے ہوئے تقریر کرتے ہیں مگر اور تمام اوقات میں کھڑے ہو کر اور ٹوپی اتار کر تقریر کرتے ہیں۔ کوئی تقریر مسودے سے پڑھی نہیں جاسکتی اور صدر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غیر متعلق امور اور تکرار

---

[۱] - انسن "قانون و رواج دستور سلطنت" (Law and Custom of the Constitution) جلد اوّل صفحہ ۲۵۳۔

سے رکن کو تنبیہ کر دے بلکہ وہ اسے مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اپنی تقریر کو ختم کر دے[۱] جس رکن کے اطوار قابل ملامت ہوں اسے ایوان سے چلے جانے کا حکم دیا جا سکتا ہے اور ایوان کی رائے پر وہ خدمت سے معطل بھی ہو سکتا ہے۔ مجلس ذیلی کے سوا اور کسی وقت میں کوئی رکن ایک ہی مسئلہ پر دو مرتبہ تقریر نہیں کر سکتا، البتہ یہ جائز ہے کہ اس کی تقریر کا کوئی حصہ اگر غلط سمجھا گیا ہو تو اسے تشریح کی اجازت دی جائے۔ نامناسب طور پر سدّراہ ہونا روا نہیں رکھا جا سکتا اور صدر جس تحریک کو تعویق انداز خیال کرے اس کے پیش کرنے سے وہ انکار کر سکتا ہے۔

قطع بحث مزید براں، قطع بحث کے طریق کے استعمال سے بھی مباحثے مناسب حدود کے اندر رکھے جا سکتے ہیں۔ اس کی تین مسلمہ صورتیں ہیں قطع بحث محض "گلوٹین" اور "کانگرو"۔ معمولی قطع بحث کی ابتدا ۱۸۸۱ سے ہوئی۔ یہ طریقہ ایوان کے مستقل احکام میں ۱۸۸۲ میں داخل ہوا اور ۱۸۸۸ میں اس نے اپنی موجودہ صورت اختیار کی۔ اس کی بناء آغاز یہ ہوئی کہ ایک نسل قبل آیرستان کے قوم پرستوں نے ناقابل برداشت سدّراہ کے جو طریقے اختیار کئے تھے ایوان نے اس کے ذریعہ سے ان کو دبا دینے کی کوشش کی مگر کارہائے پیش شدہ کی کثرت سے اور بڑی بڑی مجالس مباحثہ کے دیدہ و دانستہ وقت ضایع کرنے کے عام میلان کی وجہ سے یہ قاعدہ اس قدر مفید معلوم ہوا کہ اس کا ترک کرنا ممکن نہ ہوا۔ "مستقل حکم شمار ۲۶۵" کی عبارت یہ ہے کہ "جب کسی مسئلے کی تحریک پیش ہو چکے تو کوئی رکن اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ "یہ مسئلہ اب پیش ہو" اور اگر صدر کا یہ خیال نہ ہو کہ یہ تحریک ایوان کے قواعد کی خلاف ورزی یا جماعتِ قلیل کے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی کے مترادف

---

[۱] - پارلیمنٹی خطابت کے متعلق گرہم کی کتاب "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham: Mother of Parliaments صفحات ۲۰۳-۲۲۴ دیکھنا چاہئے۔

ہے تو یہ مسئلہ فوراً پیش ہو جائیگا کہ "سوال اب پیش کر دیا گیا" اور بغیر ترمیم یا مباحثہ کے اس کا تصفیہ ہو جائیگا، اس طرح بحث فوراً ہی منقطع ہو جائیگی اور رائے لی جائے گی۔ لیکن قطع بحث کا قاعدہ اُس وقت تک قابل النفاذ نہیں ہوتا جب تک کہ ان ارکان کی تعداد جو اس کے قبول کرنے کی کثرت کی جانب رائے دیں سَو کی اور مستقل مجلسِ ذیلی کی صورت میں بیس کی نہ ہو۔

ایک زیادہ موثر تدبیر "قطع بحث بالحصص" یا "گلوٹین" ہے جب یہ تدبیر کام میں لائی جاتی ہے تو مسودۂ قانون پر غور کرنے کے قبل ایوان اس تجویز کے مختلف حصوں یا مختلف مرحلوں کے لئے وقت کے تعین پر اتفاق کر لیتا ہے اور ہر دور کے پورے ہو جانے پر مباحثہ خواہ ختم ہو یا نہ ہو بند کر دیا جاتا ہے، رائے لی جاتی ہے اور مسودے کے جس حصے پر یہ آلۂ گردن زنی گرتا ہے کثرت اسے قبول کر لیتی ہے۔ ادھر حال کے زمانہ میں یہ تدبیر ایسے موقعوں پر باقاعدہ استعمال ہوتی رہی ہے جب حکومت کا کوئی اہم مسودہ کل ایوان کی مجلسِ ذیلی کے غور کے لئے محفوظ کیا گیا ہو۔ اس کا نفع وقت کا بچانا ہے اور اس سے یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ ایک معینہ تاریخ پر تجویز کی اختتامی کارروائی عمل میں آجائے گی۔ قطع بحث کا وہ طریقہ جسے "کانگرو" کے نام سے بدنام کیا گیا ہے، اس طرح پر پیدا ہوا کہ وقتاً فوقتاً ایوان نے اپنے صدر کو یہ اختیار دیا کہ کسی خاص مسودۂ قانون کے کسی دفعہ کے متعلق جو خاص ترمیمیں پیش ہوئی ہوں ان میں سے جن ترمیموں کو وہ سب سے زیادہ اہم سمجھے انھیں منتخب کرے اور انھیں خاص ترمیموں پر مباحثہ ہو اور بقیہ پر نہ ہو۔ اس طرح یہ سمجھا گیا کہ صدر کانگرو کی طرح ایک ترمیم سے دوسری ترمیم تک اُچکتا پھرتا ہے۔ ۱۹۱۹ء میں یہ کانگرو کے طرز کی قطع بحث ایک مستقل قاعدہ (شمارہ ۲۷۔ الف) کے ذریعہ سے باضابطہ بنا دیا گیا اور بحث کے لئے ترمیموں کا اختیار کرنا صدر کا مخصوص اختیار نہیں رہا بلکہ صدارت کا دائمی منصب بنا دیا گیا۔ اس سے وقت بہت بچ جاتا ہے، البتہ صدر پر جو پہلے ہی کاموں کے بار سے

دبا ہوا تھا اور زائد بار پڑ گیا۔[1]

مدرائے دہی اور تقسیم آرا۔

جب کسی تجویز پر بتمامہ یا اس کے کسی جزو پر مباحثہ ختم ہو جاتا ہے تو رائے لی جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اصطلاحاً اس میں "تقسیم آرا" ہو یا نہ ہو۔ جس مسئلہ پر رائے لینا ہوتی ہے صدر دارالعوام یا صدر مجلس ذیلی اس کو بیان کرتا اور "ہاں" اور "نہیں" کہنے کی خواہش کرتا ہے۔ ظاہراً جو نتیجہ اسے معلوم ہوتا ہے اس کا اعلان کر دیتا ہے اور اگر اس کے اس فیصلہ پر معارضہ نہیں ہوتا تو رائے ثبت کر لی جاتی ہے، لیکن اگر کوئی رکن تعرض کرتا ہے تو بیرونی لوگوں سے (ان جگہوں کے سوا جو ان کے لئے مخصوص ہیں اور جگہوں سے) نکل جانے کے لئے کہا جاتا ہے، تمام ایوان میں برقی گھنٹیاں بج جاتی ہیں اور دو منٹ والی ریت گھڑی الٹ دی جاتی ہے اور اس دو منٹ کے گزرنے پر دروازوں میں قفل پڑ جاتے ہیں۔ اس کے بعد مسئلہ مکرر بیان ہوتا ہے اور پھر زبانی رائے لی جاتی ہے۔ اگر کوئی رکن اس پر بھی اعلان شدہ نتیجہ کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے تو صدر تقسیم کا حکم دیتا ہے۔ ہاں کہنے والے اس برآمدے میں گزرتے ہیں جو صدر کے داہنے ہاتھ پر ہے اور نہیں کہنے والے اس برآمدے میں گزرتے ہیں جو بائیں جانب ہے اور جب ارکان ایوان کے اندر اپنی جگہوں پر واپس آتے ہیں تو ان سب لوگوں کا شمار چار شمار کنندے کرتے ہیں جن کا تعین صدر کرتا ہے اور جو ہر جانب سے دو شخص ہوتے ہیں۔ تقسیم کے اس طریقے میں ۱۸۳۶ء کے بعد سے بہت کم تغیر ہوا ہے۔ ۱۸۸۸ء کے ایک

---

[1] ریڈلیچ "دارالعوام کا طریق کار" Redlich: Procedure of the House of Commons جلد اول، صفحات ۱۳۲-۲۱۲۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham: Mother of Parliaments صفحات ۱۵۸-۱۷۲۔ گلوٹین کے استعمال کی ایک نہایت ہی نمایاں مثال ۱۹۱۱ء "مسودہ قانون بیمہ قومی" کی منظوری کی تاریخ سے ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو "وقائع سالانہ" Annual Register صفحات ۲۳۲-۲۳۶۔

مستقل حکم کے بموجب (جسے ۱۹۱۹ء میں ترمیم کر کے ایک طرح کی قوت دیدی گئی ہے) صدر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس صورت میں وہ سمجھے کہ تقسیم کا مطالبہ تعویق انداز یا غیر ذمہ دار ہے تو وہ ہاں اور نہیں کہنے والوں سے یہ خواہش کرے وہ اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو جائیں اور ان کا شمار کر لیا جائے مگر مسلمہ طریق کو چھوڑ کر اس انحراف کی ضرورت بہت ہی کم پڑتی ہے۔ "غیاب ساویانہ" کے طریقہ پر بھی کبھی کبھی عمل ہوتا ہے اور جب کوئی معاملہ سیاسی اہمیت کا ہو تو سیاسی گروہوں کے ہدایات کی سرگرمی بڑھ جاتی ہے[1]

دارالامرا میں طریق کار دارالامرا کے طریق کار کے قواعد اصولاً آسان اور عملاً اور

---

[1] دارالعوام میں کام کے چلنے کے طریقے کے متعلق کتب ذیل ملاحظہ ہوں:۔ لوئل، "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England جلد اول باب ۱۵-۱۶

البرٹ "پارلیمنٹ" (Ilbert) Parliament باب ۵ جلد دوم صفحات ۲۱۵-۲۶۴۔ رڈلچ "دارالعوام کا طریق کار" Redlich: Procedure of the House of Commons

مئے۔ "پارلیمنٹ کا قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رواج" May; Treatise on the Law. Privileges. Proceedings, and Usage oF Parliament باب ۸ تا ۱۲۔

مڈلے "کتابچہ تاریخ دستور انگلستان" Medley: Manual of English Constitutional History صفحات ۲۳۱-۲۸۴۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham Mother of Parliaments صفحات ۲۲۵-۲۵۸۔ میک ڈونا "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh; Book of Parliament صفحات ۲۱۷-۲۴۷۔ فرقی ہدایات کے کام کے متعلق بالتخصیص گریہم کی کتاب مذکورہ بالا ۲۵۴-۲۵۸۔ دیکھنا چاہئے اور کارروائیوں کی اشاعت کے متعلق البرٹ کا مضمون "دارالعوام کے خفیہ اجلاس" Ilbert; Secret Sittings in the House of Commons مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کواٹرلی ریویو" ۱۹۱۴ء دیکھنا چاہئے۔

بھی زیادہ آسان ہیں۔ رسماً ایسا ہوتا ہے کہ تمام اہم تجاویز کے دو مرتبہ پڑھے جانے کے بعد کُل ایوان کی مجلسِ ذیلی میں غور ہوتا ہے اور لفظی نظرثانی کے لیئے وہ ایک مستقل مجلس ذیلی کے حوالہ کر دیئے جاتے ہیں، یہ مجلس کیفیت پیش کرتی ہے اور آخر میں وہ تجاویز یا قبول کر لیئے جاتے ہیں یا مسترد کر دیئے جاتے ہیں۔ عمل میں اغلب یہی ہے کہ اس طریقہ میں اختصار سے کام لیا جائے۔ مثلاً بہت ہی کم مسودات ایسے ہوتے ہیں جو واقعاً نظرثانی کرنے والی مجلس کو حوالہ کیئے جاتے ہیں۔ ایسی تجویزیں جن کے لیئے جانچ کی ضرورت ہوتی ہے ان کے واسطے ہر نشست کے لیئے مجلسیں بنائی جاتی ہیں اور حسب ضرورت دوسری مجلسیں وقتاً فوقتاً بنتی رہتی ہیں مگر اس ایوان کی فرصت مزید کی وجہ سے اسے یہ موقع ہے کہ جس تجویز پر ارکان واقعی بحث کرنا چاہیں اس پر کُل ایوان کی مجلسِ ذیلی میں بحث ہو سکے۔

وقت اندازی یہاں تقریباً نامعلوم ہے اور اس لیئے یہاں کسی قسم کے قطع بحث کے اختیار کرنے کی کبھی ضرورت نہیں لاحق ہوئی۔ علی العموم اہم مسائل کا تصفیہ تقسیم آراء سے ہوتا ہے۔ جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا ہے تو جو ارکان اثباتی رائے درج کرانا چاہتے ہیں وہ صدر کی داہنی جانب کے برآمدے میں چلے جاتے ہیں اور جو تجویز کے مخالف ہوتے ہیں وہ بائیں جانب کے بالمقابل برآمدے میں جا بیٹھتے ہیں اور دونوں جماعتوں کا شمار وہ شمار کنندے کر لیتے ہیں جنہیں صدر نشین مقرر کرتا ہے۔ جو رکن رائے دینے سے بچنا چاہے وہ یہ کر سکتا ہے کہ تخت کے پایوں کے پاس کھڑا ہو جائے کیونکہ تخت اصطلاحاً ایوان سے باہر سمجھا جاتا ہے۔ ۱۸۶۸ء کے قبل تک غیر حاضر ارکان کے لیئے یہ جائز تھا کہ نیابت کے ذریعہ سے رائے دیں مگر یہ ناقابلِ حمایت امتیاز سالِ مذکور میں ایک مستقل قاعدے کے ذریعہ سے منسوخ کر دیا گیا اور اغلب یہی ہے کہ اب کبھی دوبارہ اسکی تجدید نہ ہوگی۔[۱]

---

[۱] دارالامرا میں کام کے چلنے کے طریقے کے متعلق انسن کی کتاب "قانون رواج دستور سلطنت"

وقائع پارلیمنٹ پارلیمنٹی کارروائیوں کے اولین موجودہ وقایع "فردات پارلیمنٹ" ہیں جو چھ ضخیم جلدوں میں مدوّن ہیں۔ رفع شکایات کے لئے جو درخواستیں دی گئی تھیں، ان درخواستوں کے جوابات پر جو تعلیقات یا یادداشتیں درج ہیں، پارلیمنٹ کی عدالتِ عالیہ کے سامنے جو عذرات پیش ہوے تھے، اور دوسرے اسی قسم کے مدات سب ان جلدوں کے اندر ہیں، یہ تمام جلدیں ۱۲۷۸۔ ۱۵۰۳ کے دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ دارالامرا کی روداد کا آغاز ۱۵۰۹ سنہ سے ہوا اور دارالعوام کی روداد کا آغاز ۱۵۴۷ سنہ سے ہوا گر الیزبیتھ کے عہد کے ابتدائی بیس سال کے وقایع ضایع ہو گئے ہیں۔ سابق زمانہ کے وقایع نمایاں ہمعصر واقعات اور اہم تقریروں کے تعلیقات سے گرانبار ہو گئے ہیں مگر انہیں سے اکثر میں زندہ دلی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ سترھویں صدی میں محرروں کو مباحثوں کی روداد درج کرنے سے روک دیا گیا اور اب ان رودادوں میں "رایوں اور کارروایوں" کے باضابطہ واقعات درج ہوتے ہیں۔ یعنی جو باتیں عمل میں آتی ہیں وہ مندرج ہوتی ہیں نہ کہ جو باتیں کہی جاتی ہیں۔ جو رودادیں اور جو کاغذات ایوانوں میں پیش ہوتے ہیں وہ ابتدا ہی سے شامل کئے جاتے ہیں مگر اب یہ سب علحدہ شایع کئے جاتے ہیں اور پارلیمنٹی کاغذات کا (جو عام طور پر "کتب نیلگون" کے نام سے مشہور ہیں) ایک وسیع مجموعہ بن جاتا ہے (جن کا شمار تقریباً ساڑھے سات ہزار تک ہوتا ہے)۔

۱۶۲۸ سنہ میں دارالعوام نے اپنے محرروں کو تقریروں کی یادداشتیں لکھنے سے منع کر دیا، اس وقت سے ۱۹۰۹ سنہ تک پارلیمنٹی مباحثوں کے وقایع محفوظ نہیں رکھے جاتے تھے اگر کچھ ہیں تو وہی جن کی بنا ان یادداشتوں پر تھی جو کم و بیش خفیہ طور پر لکھ لی جاتی تھیں اور پارلیمنٹی احکام کے علی الرغم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Anson: Law and Custom of the Constitution
جلد اوّل صفحات ۲۸۱۔ ۲۹۱ دیکھنا چاہئے۔

یا ان سے پہلو بچا کر شایع کر دیجاتی تھیں ۱۷۷۱ء میں اس مبحث پر ایک یادگار معرکہ آرائی کے بعد مباحثوں کی یادداشتیں باقاعدہ مرتب ہونے لگیں۔ مگر نامہ نگاروں کی نشست کا انتظام ۱۸۳۴ء کے بعد ہوا اور اس کے بعد بھی کچھ زمانہ تک وقایع منفرق الاجزا اور ناقص ہوا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں مختلف تصنیفوں کی وجہ سے باقاعدہ روداد کی کمی پوری ہو گئی سب سے پہلی تصنیف "پارلیمنٹی تاریخ" Parliamentary History تھی جو ۱۷۵۱ء میں شایع ہوئی، اور اس نے وقایع کو ۱۶۶۰ء کی رجعت شاہی تک پہنچایا۔ اس کے بعد اس کی جگہ ولیم کابٹ کی "پارلیمنٹی تاریخ" نے لے لی اور حالات کو ۱۸۰۳ء تک پہنچا دیا۔ یہ تاریخ بھی کابٹ کے "پارلیمنٹی مباحث" Parliamentary Debates سے دب گئی، جو "ویکلی پولیٹیکل رجسٹر" کے مسلسل ضمیمے کے طور پر شایع ہوتے رہے ۱۸۰۹ء میں یہ "رجسٹر" اور "مباحث" دونوں ٹی سی ہنسرڈ کے مشہور شرکت طباعت کے ہاتھ میں آ گئے یہ مباحث مختلف سلسلوں میں اور انتظام کی مختلف صورتوں کے تحت اور اس کے برسوں بعد تک کہ ہنسرڈ کے خاندان کو اس سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا ۱۹۰۸ء تک جاری رہے۔ انگریزی پارلیمنٹی تاریخ کے تمام طالب علم ان شاندار جلدوں کے طویل سلسلوں سے واقف ہیں ۱۸۷۸ء تک یہ ایک خالص ذاتی سعی تھی مگر اب حکومت اس خیال سے اسے مدد دینے لگی کہ اس کی تکمیل و صحت اور زیادہ ہو جائے۔ تاہم یہ اشاعت غیر سرکاری ہی رہی اور صرف ۱۹۰۹ء میں آکر یہ فیصلہ ہوا کہ اس کے بجائے سرکاری اشاعت ہونا چاہئے جسے دونوں ایوانوں میں ایسے نامہ نگاروں کا ایک عملہ مرتب کرے جن کا تعلق کسی اخبار یا تجارتی ناشر سے نہ ہو۔ اب یہ نامہ نگار ہر روز کے مباحث کے وقایع تیار کرتے ہیں اور وہ بغیر نظر ثانی کئے ہوئے دوسرے روز ناشتہ کے وقت تک دارالعوام کے تمام ارکان میں تقسیم ہو جاتے ہیں، البتہ قدامت پسند دارالامرا یہ اجازت نہیں دیتا کہ اس کی روداد میں اس وقت تک

شایع ہوں جب تک کہ ارکان اپنی اپنی تقریروں کے مطبوعہ صفحات پر نظرثانی نہ کریں لے

پارلیمنٹ کے کثرت کار میں تسہیل؛ تحویل

جنگِ عظیم سے مدتوں قبل صاحبِ فکر انگریز اس خیال میں تھے کہ ایوانِ زیریں میں قطع بحث کے بکثرت استعمال اور خانگی ارکان کے مسودات کے غور و بحث کے لئے وقت کے محدود ہونے کے باوجود پارلیمنٹ کے لئے اپنے کاموں کو بخوبی اور مناسب غور و فکر کے ساتھ انجام دینا روز بروز مشکل ہوتا جاتا ہے۔ ایک واحد مجلس مقننہ سے یہ چاہا جاتا ہے کہ وہ قوانین بنائے، مالیات پر نگرانی رکھے، نظم و نسق کی تنقید کرے اور عاملانہ ذمہ داری کو نافذ کرے اور یہ نہ صرف سلطنت متحدہ میں بہ حیثیت مجموعی بلکہ اس کے چاروں اجزاے ترکیبی انگلستان، ویلز، اسکاٹلینڈ، اور آیرستان کے لئے گو نہ جدا جدا ایسا کرے۔ جن حالات و مسائل سے اس مجلس کو کام پڑتا ہے ان کی روز افزوں پیچیدگی کی وجہ سے کام ہر سال بڑھتا جا رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نشست کے افتتاح کے وقت تاجدار کی تقریر میں جن مسائل کو مقدم جگہ دی جاتی تھی ان پر بھی اکثر اس نشست میں توجہ نہیں ہوتی تھی بلکہ چند غیر معمولی متنازعہ فیہ مسائل کی وجہ سے کل وقت صرف ہو جاتا تھا۔ اور بہت سی تجاویز کتاب قانون پر ارکان کے توجہ کئے بغیر ثبت ہو جاتی تھیں بلکہ اکثر ان پر بحث مباحثہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں ایک مصنف نے یہ معلوم کیا کہ قبل ۱۹۱۰ء کے عشرے میں دارالعوام نے ۲۸۸ حکومتی مسودات منظور کئے، ان میں

لے۔ البرٹ "پارلیمنٹ" Ilbert; Parliament باب ۸۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham; Mother of Parliaments باب ۱۶۔ قوانین ملک کے شایع شدہ مجموعات کے متعلق البرٹ کی کتاب "تشریعی طرق و صور" Ilbert; Legislative Methods and Forms باب ۲ دیکھنا چاہئے۔

۶۰ مالیاتی مسودات تھے، بقیہ ۲۲۸ مسودات میں ۴۸ دن صرف ہوئے، جن میں سے دس خاص تجاویز نے ۲۰۷ دن لے لئے اور اس طرح بقیہ ۲۱۸ مسودات ۲۰۶ دنوں میں منظور ہوئے۔ بار بار یہ ہوتا رہا ہے کہ پارلیمنٹی اور شاہی ماموریوں نے وسیع تحقیقاتیں کیں اور بہت محنت سے کیفیتیں پیش کیں اور انھوں نے دیکھا صرف یہ کہ کسی قانون کی بنا کے لئے ان کا کام اس وجہ سے بیکار ہوگیا کہ پارلیمنٹ کو اس مبحث تک پہنچنے کا اس وقت تک موقع نہ ملا کہ ان ماموریوں کے شمار و اعداد اور اصول متروک ہو گئے۔

اس کے لئے جو تدارک تجویز کئے گئے ہیں وہ دو خاص اقسام کے ہیں۔ پہلی قسم ان قواعد کی نظر ثانی ہے جن کے تحت میں دارالعوام کام کرتا ہے (کیونکہ یہ دشواری دارالعوام ہی میں پیش ہے، ایوان بالائی میں نہیں ہے)۔ ۱۸۳۲ء کے بعد سے تقریباً پندرہ مجالس ذیلی (ان مجلسوں کے علاوہ جو خانگی مسودات قانون کی توضیع سے سروکار رکھتی ہیں) اس غرض سے قائم کی گئی ہیں کہ دارالعوام کی کارروائیوں میں سہولت و عجلت پیدا ہو[1]۔ ۱۹۱۸ء کی التوائے جنگ کے بعد جو پہلی پارلیمنٹ منتخب ہوئی اس نے اس مسئلہ پر از سر نو توجہ کی اور جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے اس نے مستقل مجلسوں سے کام لینے کو وسعت دی "کانگرو" کے طرز کی قطع بحث کو، منضبط کیا اور دوسرے طریقوں پر تشریعی کارروائی میں اختصار پیدا کیا۔ لیکن یہ عقدہ اس طرح پر تمامہ حل نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ عاجلانہ ادائے کار میں جو دشواریاں لاحق ہیں وہ کچھ کم ہو جائیں یا رفع ہو جائیں مگر کام کی جو مقدار پہلے تھی وہ بدستور باقی رہے۔

لہٰذا ایک دوسرا مجوزہ تدارک یہ ہے کہ بعض اہم کام جن کی یہ پارلیمنٹ

---

[1] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو "دارالعوام کے طریق کار پر مجلس منتخبہ کی روداد"
Report of the Select Committee on House of Commons Proeedure
شمارہ ۳۷۸، ۱۹۱۴ء۔

اس وقت حاصل ہے وہ اس سے نکال لئے جائیں، بالفاظ مختصر یہ کہ "تحویل" کا طریقہ جاری کیا جائے۔ یہ تحویل دو صورتیں اختیار کر سکتی ہے، ایک یہ کہ تحویل فرائض کے اصول سے کام لیا جائے دوسرے یہ کہ تحویل رقبات کے اصول کو اختیار کیا جائے۔ فرائضی تحویل اس طرح بروئے کار آ سکتی ہے کہ ایک یا زائد جداگانہ قومی جماعتیں ایسی قائم کی جائیں جنھیں بعض مخصوص مسائل یا اقسام مسائل کی ابتدائی یا قطعی نگرانی سپرد کر دیجائے۔ ۱۹۱۹ء کی قومی حرفی کانگریس سے ایک عمدہ مثال اس امر کی مل گئی ہے کہ ایک مستقل حرفی مجلس قائم کیجائے جس میں دو سو نمایندے کام لینے والوں کے اور اتنے ہی نمایندے کام کرنے والوں کے شامل ہوں اور اس مجلس کو یہ اختیار ہو کہ وہ حرفی نوعیت کے تمام مسائل پر غور کرے اور اپنی سفارشیں پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرے اور پارلیمنٹ سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ ان سفارشوں کو ایک شکل میں لاکر انھیں قانون کی حیثیت عطا کرے گی[1] لیکن اس قسم کا کوئی انتظام نہیں ہوا اور نہ ہونے کی توقع ہے۔ یا کم از کم یہ کہو کہ باضابطہ قانون کی بنیاد پر ایسا کوئی انتظام نہ ہوگا۔

لیکن رقباتی یا مملکتی تحویل عملی اور زیر بحث مسئلہ ہے بظاہر لامرکزیت یعنی لنڈن کی حکومت کے فرائض کا ضلع اور برو کے مقامی ارباب اقتدار کی طرف منتقل کر دینا، تحویل اختیار کے ہم معنی ہوگا۔ لیکن اس مفہوم میں ممکن لامرکزیت پر عمل ہو چکا ہے، اور اب اس زمانہ کا میلانِ مرکزی نگرانی کی زیادتی کی جانب ہے۔ تحویل کی اصطلاح جس معنی میں عام طور پر استعمال کی جاتی ہے اس سے زیادہ تر یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ سلطنت متحدہ جن بڑے تاریخی رقبات سے بنی ہے حکومتی اختیارات انھیں رقبات کی بنا پر محدود کر دئے جائیں۔ چنانچہ آئرستانی خود حکومتی جو اس چھوٹے

---

[1] آر۔ رابرٹس "انگلستان بحالت انقلاب" R.Roberts., England in Revolution مطبوعہ "نیویارک نیشن" ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء۔

جز یرے کے لئے ایک جداگانہ پارلیمنٹ کی مترادف ہوگی، اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ خالص آیرستانی مسائل پر وضع قوانین کی ایک بڑی مقدار ادھر محول ہو جائے اور جیسا کہ بعد کو ظاہر ہوگا شہنشاہی پارلیمنٹ کو اس طرح جس سہولت سے وقت ملنے کی توقع دلائی جاتی ہے وہ حامیانِ خود حکومتی کی پرانی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ لیکن یہ بھی تجویز پیش کی جاتی ہے کہ اسکاٹلینڈ میں ایک جداگانہ پارلیمنٹ قائم کی جائے، شاید ایک دوسری ویلز میں بلکہ ایک تیسری انگلستان میں بھی ہو۔ یہ سب پارلیمنٹیں شہنشاہی پارلیمنٹ کے تابع ہوں مگر اس سے جدا ہوں۔ بالفاظ دیگر یہ کہ "ہر جانب خود حکومتی ہو"۔ آیرستان کی حکومت خود اختیاری کی تحریک کے بانی آسحاق بٹ کی تجویز درحقیقت یہی تھی، اور ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۹ء کے مسودات حکومت خود اختیاری اسی حیثیت سے پیش ہوئے اور اسی بنا پر ان کی حمایت کی گئی کہ یہ رقباتی تحویل کی عام تجویز کے جزو ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ گزشتہ بیس برس کے اندر پارلیمنٹ کے عام سرکاری قوانین میں سے ۸ر۴۹ فیصدی سلطنتِ متحدہ کے انھیں جداگانہ ممالک میں سے کسی ایک نہ ایک ملک سے تعلق رکھتے تھے اور صرف ۰۲ء۵ فیصدی کل سلطنت متحدہ سے متعلق تھے۔ اس دعویٰ میں بہت کچھ زور ہے کہ اس سلطنت مرکب کے مختلف ممالک کے لئے جداگانہ پارلیمنٹوں کی وجہ سے ایک خاص ملک کے وضع قوانین میں اس وقت کے بہ نسبت زیادہ غور و فکر کا موقع ملے گا، اور جن آبادیوں پر ان قوانین کا اثر پڑتا ہے ان کے حسیات سے یہ قوانین نسبتاً زیادہ قریب ہو جائینگے۔ اور اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہے کہ ویسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ پر اس وقت مقامی و رقباتی قانون سازی کا جو بار پڑا ہوا ہے اس سے بہت کچھ چھٹکارا حاصل ہو جائیگا۔ انتظامی تحویل اس وقت بھی بہت معقول حد تک عمل میں آچکی ہے۔ آیرستان کا معتمد اعلیٰ اور اسکاٹلینڈ کا معتمد دونوں ایسے وسیع رقباتی انتظامی نظموں کے سرگروہ ہیں جو کسی حد تک منفرد ہیں [۱۹۲۲ء میں علاوہ السٹر کے صوبوں

کے تمام آئرلینڈ کو مکمل خود حکومتی یا قلمروی حیثیت حاصل ہو گئی۔

لاریب کہ تشریعی تحویل کے معنی یہ ہیں کہ تاریخ کے صفحات الٹ دئے جائیں، یعنی اس تشریعی اتحاد کو ترک کر دیا جائے جو بڑی مشکلوں سے حاصل ہوا ہے۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے کہ اس کا انجام خالص وفاقیت پر ہو، اس بنا پر اور نیز دوسرے اسباب سے وسیع و باثر عناصر اور خاصکر انگلستان کے عناصر اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن پارلیمنٹ پر جو بار اس وقت پڑ رہا ہے اور اس کے ساتھ یہ مختلف ممالک اپنے مفاد کے لحاظ سے جو مطالبہ کر رہے ہیں یہ دونوں ملکر بوجوہ اغلب کسی نہ کسی شکل میں اس خیال کو کامیاب بنا دیں گے۔ ۱۹۱۹ء کے موسم گرما میں ایک غیر فریقانہ قرار داد میں حکومت سے یہ چاہا گیا تھا کہ وہ ایک پارلیمنٹی جماعت تحقیقات مقرر کرے؛ اس سے ایوان میں ایک عام مباحثہ کی صورت پیدا ہو گئی اور ہر طرح کے سیاسی عقائد کے باثر اشخاص نے اس امر پر اتفاق کیا کہ تشریعی تحویل کے لئے صرف وقت درکار ہے۔ یہ قرار داد معقول کثرت رائے سے منظور ہو گئی اور صدر کی جانب سے بتیس ارکان کی ایک مجلس اس کام کے لئے مقرر ہو گئی اور اسے ایک مسودہ قانون کے تیار کرنے کا اختیار دیا گیا (یہ کانفرنس اسی قسم کی تھی جیسی انتخابی اصلاح کے متعلق ۱۹۱۶-۱۷ء کی کانفرنس تھی)

اس کانفرنس نے اپنی نشست ۱۹۲۰ء میں ختم کر دی اور پارلیمنٹ کے غور کے لئے دو مختلف تجویزیں پیش کیں، ایک تجویز صدر دارالعوام لاؤتھر نے تیار کی تھی اور دوسری تجویز ایک آزاد خیال رکن مسٹر مرے میکڈانلڈ کی تیار کی ہوئی تھی۔ صدر کی تجویز میں یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ برطانیہ عظمی کے تین رقباتی فردیات یعنی انگلستان، ویلز اور اسکاٹلینڈ کے لئے امتحاناً ماتحت مجالس وضع قوانین بنائے جائیں (جو "مجالس عظمی" کے نام سے موسوم ہوں)، ان میں ہر ایک "مجلس عوام" اور "مجلس امرا" پر مشتمل ہو۔ "مجلس عوام" اپنے حصہ ملک کے ان ارکان پر مشتمل ہو جو اس رقبہ کی جانب سے شہنشاہی دارالعوام میں ہوں

اور مجلس امرا" ان امرا پر مشتمل ہو جنھیں دارالامرا کی مجلس انتخاب "نامزد کرے۔ مجالس عظمیٰ" اپنے اجلاس موسم خزاں میں کیا کریں تاکہ شہنشاہی پارلیمنٹ کے اجلاسوں سے ان کا تصادم نہ ہو۔ یہ مجالس خواہ وسٹ منسٹر میں منعقد ہوں یا اور جس جگہ کہ وہ پسند کریں وہاں ہوں۔ اس کے بالمقابل مسٹر میکڈانلڈ کی تجویز اس خصوص میں اس سے مختلف تھی کہ اس میں جداگانہ منتخب شدہ پارلیمنٹوں کے مستقل قیام کی رائے دی گئی تھی۔ ہر جغرافیئی حصہ ملک کی پارلیمنٹ میں ارکان کی تعداد اتنی ہی ہو جتنے ارکان شہنشاہی پارلیمنٹ میں اس حصہ ملک کی نمائندگی کرتے ہوں اور حسب تعین حکومت اس کی تجویز یک ایوانی یا دو ایوانی بنیاد پر ہو۔ دونوں تجویزوں میں یہ سعی کی گئی تھی کہ شہنشاہی پارلیمنٹ اور ماتحت مجالس مقننہ کے مابین اختیارات کی تقسیم اس نظر سے ہو کہ موخرالذکر سے وہ تمام معاملات منسوب کر دئے جائیں جو خالصتہً انگریزی، ویلزی یا اسکاٹلینڈی نوعیت کے ہوں۔ آئرلینڈ کو ان تجاویز سے یہ فرض کر کے خارج کر دیا گیا تھا کہ زیر غور قانون خود حکومتی سے اس کے معاملات کا کافی انصرام ہو جائے گا۔ اس (تحریر) کی تاریخ (جون سنہ ۱۹۲۰) تک اس بحث پر پارلیمنٹ میں مزید غور و خوض نہیں ہوا اگر توقع ہے کہ آئندہ ماہ و سال میں بہت کچھ توجہ منعطف ہوگی۔[1]

---

[1] فرانس کی رقباتی تحریک سے (جس کا بیان باب ۶ میں دیا ہوا ہے) اس کا مقابلہ کیجئے۔ یہاں تک تجویز ہوئی ہے کہ انگلستان کو خود تین صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کے مجالس مقننہ کے اجلاس لندن، ونچسٹر اور یارک میں ہوا کریں۔ اس بحث کی مختلف شقوں کے متعلق مضامین و کتب ذیل دیکھنا چاہئے، اے۔ وی۔ ڈائسی "خیالات در بارۂ پارلیمنٹ اسکاٹلینڈ" A. V. Dicey Thoughts on the Parliament of Scotland مطبوعہ "کواٹرلی ریویو" اپریل سنہ ۱۹۱۶۔ جے۔ اے۔ آر میکڈانلڈ "تحویل یا تخریب" J. A. R. MacDonald Devolution or Destruction مطبوعہ "کانٹمپوریری ریویو" اگست سنہ ۱۹۱۸۔ ڈبلیو۔ آر۔ ڈی ایڈکنس "انگلستان کے لئے حکومت خود اختیاری" W. R. D. Adkins Home Rule for England ایضاً، مارچ سنہ ۱۹۲۰، نامعلوم "سلطنت متحدہ کی بہتر حکومت"

باب دوازدہم

قانون و انصاف

قانون کے ماٰخذ اور انکی نوعیت

حال کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ برطانی شہنشاہی کی استقامت و ثروت کو جتنی مدد اُس کی انصاف نوازی سے ملی ہے اور کسی چیز سے حاصل نہیں ملی اسی نشئے نے گزشتہ دوسو برس سے اس کی اعلیٰ وادنیٰ عدالتوں کو ممتاز بنا رکھا ہے"[1] درحقیقت انگریزی سیاسی نظم کے اساسی اصول کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اصول قانون کی حکومت ہے جس کے معنی عملاً دو امور کے ہیں :۔ اول یہ کہ کوئی شخص اپنی زندگی، آزادی، مِلک یا اور کسی اساسی حق سے اس کے سوا اور کسی طرح پر محروم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی قانون کو توڑے اور یہ امر عدالت میں ثابت ہوجائے؛ دوسرے یہ کہ کوئی شخص قانون سے بالا تر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Anon The Better Government of the United Kingdom مطبوعہ "راونڈ ٹیبل" ستمبر ۱۹۱۸ء۔ بی۔ ولیمز "مسائل حکومت خود اختیاری" B. Williams Home Rule Problems مطبوعہ لندن، ۱۹۱۱ء، باب ۱۰۔

[1] جنکس "حکومت شہنشاہی برطانیہ" Goverument of the British Empire صفحہ ۲۴۶۔

نہیں ہے اور قانون کی ہر ایک خلاف ورزی کی سزا دی جا سکتی ہے اور تاوان دلایا جا سکتا ہے مجرم کا رتبہ یا حیثیت کچھ بھی ہو اس سے بحث نہیں [۱] انہیں عظیم الشان ضمانتوں پر انصاف کے ایک نظم کی تعمیر ہوئی ہے جو برطانی قوم کے خاص امتیازات میں سے ایک نمایاں امتیاز ہے۔

اصولِ قانون کے مطالعہ کرنے والے کے لئے انگریزی قانون کی اہمیت تین خاص وجوہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اول یہ کہ رومانی قانون کے پہلو بہ پہلو یہ ان دو جلیل القدر مجموعہائے قوانین میں سے ایک مجموعہ ہے جنھوں نے تاریخی زمانے کے اندر مغربی اقوام میں ترقی حاصل کی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ قانون کرۂ ارض کے ایک بہت بڑے رقبے پر پھیل گیا ہے اور انگریزی بولنے والے ممالک سے باہر بھی اس نے قانونی تصورات وطرق پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے [۲] آخری امر یہ ہے کہ اصول قانون کا انگریزی نظم اور قانون کی نسبت انگریزی تخیلات اصلاً وہی ہیں جو ممالکِ متحدہ امریکہ میں رائج ہیں اور اس لئے وہ امریکی طلبا کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہیں۔

انگریز ہمیشہ اس جانب مائل رہے ہیں کہ قانون کا بہت ہی عملی تصور اختیار کریں۔ کم از کم سترھویں صدی سے تو وہ برابر یہی خیال کرتے رہے ہیں کہ ماخذ یا نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو قانون وہ قواعد ہیں جنھیں عدالتیں تسلیم اور نافذ کریں [۳]۔ جن اصول یا عملدرآمد کو عدالتیں نافذ نہ کریں ہو سکتا

---

[۱] اس عام قضیہ کا استثنا صرف بادشاہ ہے جس پر معمولی عدالتوں میں دعوے یا مقدمہ نہیں ہو سکتا مگر جو واقعی صورت حال اب ہے اس کے اعتبار سے اس کا یہ استثنا کوئی عملی اہمیت نہیں رکھتا۔

[۲] ہرس "رومانی اور انگریزی قانون توسع" Expantion of the English Law در مطالعِ تاریخ و اصولِ قانون" Studies in History and Jurisprudence صفحہ ۱۲۱-۱۷۲

[۳] لوئل "حکومتِ انگلستان" Government of England جلد دوم باب ۶۱

ہے کہ رواج کے اعتبار سے وہ بہت ہی بااثر ہوں مگر وہ قانون نہیں ہیں۔ انگریزی قانون کے دوسرے اہم خصوصیات، اس کا اتحاد، اس کی قدامت اور اس کا تسلسل ہیں۔ ابتداً یہ سیکسن اور نارمن و فرانسیسی دو چشموں کے اجتماع سے بنا جو "فتح" کے بعد ایک ساتھ بہنے لگے تھے اور پھر اس کے بعد سے ہمارے زمانے تک یہ قانون بغیر کسی وقفے کے ترقی کرتا گیا۔ اگر کوئی چاہے تو ضخیم کتابوں اور شرحوں میں اس قانون کو گویا پیچھے کی طرف بڑھتا چلا جائے اسے یہی محسوس ہوگا کہ وہ برابر ایک ہی جلیل القدر مجموعۂ قانون کی نسبت بڑھ رہا ہے اگرچہ وہ قانون برابر بڑھتا اور وسیع ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ اٹھارھویں صدی میں بلیکسٹن، سترھویں صدی میں ہیل اور کک، سولھویں صدی میں فزہربرٹ، پندرھویں میں لٹلٹن، تیرھویں میں برکٹن، اور بارھویں میں گلین ول کی کتابیں اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

قانون نے جس طرح صورت اختیار کی ہے اس میں دو بڑے عناصر شامل ہیں، ایک قانونِ موضوعہ اور دوسرا قانونِ غیر موضوعہ قانون تحریری "وضع کردہ" قانون ہے۔ سابق زمانوں میں یہ زیادہ تر بادشاہ کے وضع کردہ قوانین پر مشتمل ہوتا تھا اور مؤخر صدیوں میں یہ زیادہ تر پارلیمنٹ کے قوانین پر مشتمل رہا ہے اور اس میں ان ذیلی قوانین، قواعد اور ضوابط کا گویا ضمیمہ لگتا گیا ہے جو پارلیمنٹ کی منظوری سے سرکاری عہدہ داروں اور جماعتوں نے بنائے ہیں۔ چونکہ اس قانون میں برابر ترمیم و اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن انگریزی قانون کا زیادہ وسیع اور زیادہ اساسی حصہ ہمیشہ قانونِ غیر موضوعہ رہا ہے۔ قانون غیر موضوعہ توضیع کے بجائے زیادہ تر رواج کی پیداوار ہے۔ اس کا وجود زیادہ تر اس عمل کے باعث ہے جسے اہل قانون "حکم عدالت" کہتے ہیں یعنی یہ اصول کہ عدالت کے فیصلے سے ایک تخمینی بنیاد اس امر کی قائم ہو جائے گی کہ بعد کے تمام ہم مثل مقدمات میں ویسا ہی کیا جائے، خاص کر جب کہ ایک ہی فیصلہ متواتر ہوتا رہا ہو اور مدت دراز تک اس کی تصدیق ہوتی رہی ہو۔

اس کے آغاز کے متعلق کوئی قطعی تاریخ نہیں معین کی جاسکتی مگر اس کا عظیم الشان تکوینی دور بارھویں صدی سے چودھویں صدی تک اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ ہنری دوم (۱۱۵۴-۱۱۸۹) اور اسکے عین بعد کے جانشینوں کازمانہ تھا، یہ وہ عہد تھے جن میں مقامی معاملات کی بہت وسیع نگرانی بادشاہ کے ہاتھ میں مجتمع ہوگئی تھی۔ عدالتی اعتبار سے اس کے معنی یہ تھے کہ جاگیری اور دوسری مقامی عدالتوں کے بجائے بادشاہ کی عدالتیں قائم ہوجائیں۔ جو جج ان شاہی عدالتوں کی صدارت کرتے تھے وہ مرکزی حکومت کی طرف سے بھیجے جاتے تھے۔ ان کی ایک مربوط جماعت تھی اور ان میں ایک دوسرے کے فیصلوں کو قبول کرنے اور مشترک اصول وطریق کار کی پیروی کرنے کا قوی میلان موجود تھا۔ انھیں ججوں کے ان فیصلوں سے جن کا بار بار اعادہ ہوتا رہا ہے اور جنھیں ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے قانون غیر موضوعہ پیدا ہوا اس کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ جہاں کہیں بادشاہ کی عدالتیں ہوتی تھیں وہاں ہمہ گیر طور پر اس کا اطلاق ہوتا تھا اور انجام کار ملک کے ہر حصے میں اس کا اطلاق ہونے لگا[1] فرانس کی حالت اس سے قطعاً مختلف تھی، وہاں ازمنۂ وسطیٰ کے تمام زمانے میں بلکہ درحقیقت انقلاب کے زمانے تک قانون قطعاتی رہا قومی نہیں ہوا اور اس لئے اس میں اتحاد وارتباط کی وہ ہئیتیں نہیں نظر آتیں جو نسبتاً زیادہ ابتدائی صدیوں میں انگریزی قانون میں نظر آتی ہیں۔ انگلستان کا قانون غیر موضوعہ اس قدر زور دار ہوگیا تھا کہ جن صدیوں میں برّاعظم میں رومانی قانون کی نمایاں تجدید ہورہی تھی ان صدیوں میں اس نے اس جلیل القدر نظم کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا[2]

---

[1] ایف۔ پولک "قانون عرفی کی توسیع" Expansion of Common Law مطبوعۂ لندن ۱۹۰۴ء۔ صفحات ۴۶-۵۰۔

[2] انگلستان میں رومانی قانون کے اثر کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیئے: ایف پولک اور ایف ڈبلیو میٹلینڈ، "اڈورڈ اول کے وقت تک انگریزی قانون کی تاریخ"

اور یہ امر انگلستان کے دستوری ارتقا میں ایک مقدم اہم واقعہ ہے کیونکہ رومانی قانون کی بنا حکمران کے اقتدار مطلق کے عقیدے پر تھی مگر یہ قانون غیر موضوعہ اس قسم کا کوئی عقیدہ تسلیم نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے بجائے وہ سولھویں اور سترھویں صدی کے پارلیمنٹی مناظرین کے لئے گویا ایک بڑی مدد بن گیا۔[۱]

زمانۂ جدید کی بڑھتی ہوئی تشریعی سرگرمی کے باوجود اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ قانون غیر موضوعہ کے قواعد اساسی ہیں اور پارلیمنٹ کے قوانین صرف ہنگامی ہیں۔ قوانین مکتوبہ صرف یہ کرتے ہیں کہ قانون غیر موضوعہ کے اصول کو اختیار کرلیں اور ایک مصنف کے قول کے مطابق وہ زیادہ تر اسی قانون کے گویا "ضمیمے اور غلط نامے" ہیں وہ اس قانونی حکم کی معیت کے بغیر جن سے ان کی تائید ہوتی ہے نامکمل اور بے معنی رہ جاتے ہیں۔[۲] چنانچہ پارلیمنٹ کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) F. Pollock and F. W. Maitland History of English Law to the time of Edward I. مطبوعہ کیمبرج ۱۸۹۸ء۔ جلد اول باب ۵۔ برائس "مطالعات تاریخ واصول قانون" Bryce, Studies in History and Jurisprudence. صفحات ۸۶۰-۸۸۶ سی۔ ایف۔ شرمین "انگریزی قانون کی رومانیت" C. P. Sherman, "The Romanization of English Law" مطبوعہ "ییل لا جرنل" فروری ۱۹۱۴ء۔

[۱] ۔ ڈننگ "سیاسی نظریات از لوتھر تا مانٹسکو" Dunning Political Theory from Luther to Montesquieu, صفحات ۱۹۷-۲۰۰، ۲۱۹ تا ۲۲۳۔ گوچ "سترھویں صدی میں انگریزی عمومی تصورات کی تاریخ" Gooch, History of English Democratic Idaes in the XVII Century ابواب ۲ و ۳۔

[۲] ۔ ڈبلیو۔ ایم۔ گلڈارٹ "مبادی قانون انگلستان" W. M. Geldart. Elements of English Law مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء صفحہ ۹۔ اس مصنف نے یہ بھی خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ملک کے تمام قوانین تحریری منسوخ ہو جائیں تو بھی ہمارے پاس قانون کا ایک نظم باقی رہے گا اگرچہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ نظم کام چلانے کے قابل نہ ہو۔ اگر ہم یہ تصور ذہن میں قائم کرسکیں کہ قانون غیر موضوعہ ضائع ہو گیا اور قانون موضوعہ باقی رہ گیا ہے تو

کوئی قانون الفاظ میں یہ حکم نہیں دیتا کہ انسان کو اپنا فرض ادا کرنا چاہئے، اپنے معاہدوں کو پورا کرنا چاہئے، اور مداخلتِ بیجا اور اہانت کے لئے اسے تاوان دینا چاہئے۔ قوانین تحریری ان طریقوں کو بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ان ذمہ داریوں کا انصرام ہونا چاہیے مگر یہ ذمہ داریاں خود قانونِ غیر موضوعہ سے ماخوذ ہیں۔ لیکن یہ ایک قاعدۂ مقررہ ہے کہ جہاں قانون غیر موضوعہ کے ساتھ قوانین موضوعہ کا تصادم ہو جاتا ہے وہاں قوانین موضوعہ ہی غالب رہتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے نامحدود اختیار میں یہ حق بھی شامل ہے کہ وہ قانون غیر موضوعہ کے کسی اصول یا عمل کو نظر انداز اور منسوخ کر دے یا اس میں ترمیم کر دے۔ اس کے برخلاف قانونِ غیر موضوعہ میں کتنا ہی ارتقا کیوں نہ پیدا ہو جائے وہ کسی پارلیمنٹی قانونِ تحریری کو باطل نہیں کر سکتا۔

یہ لابدی ہے کہ پارلیمنٹی قانون، تحریری شکل میں ہو۔ پارلیمنٹ کے قوانین ضخیم مطبوعہ مجموعوں میں پائے جاتے ہیں۔ جس میں ہر سال ایک معقول حجم کی جلد کا اضافہ ہوتا رہتا ہے[1]۔ لیکن قانون غیر موضوعہ کی کوئی واحد یا مستند کتاب نہیں ہے۔ غیر موضوعہ قانون نے غیر تحریری قانون کے طور پر ترقی کی اور اس نے اپنی اس خصوصیت کو زیادہ تر برقرار رکھا ہے لیکن اس سے اس امر میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جن ماخذوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ہمارے پاس ایسے بے ربط قواعد رہ جائیں گے جو اصل سے علیحدہ کر لئے گئے ہوں اور زندگی کے متعدد و نہایت ہی اہم تعلقات کے کوئی قاعدہ نہ باقی رہے گا" قانون غیر موضوعہ اور قانون موضوعہ کے متعلق البرٹ کی کتاب "تشریعی وطرق و اشکال" Ilbert, Legislative Methods and Forms. باب اول بھی دیکھنا چاہئے۔ قدیمی مستند بیان کے "بلیکسٹن کے شروح" Blackstone. Commentaries جلد اول صفحات ۶۱-۹۲ دیکھنا چاہئے۔

[1] البرٹ کا "تشریعی طرق و اشکال" Ilbert, Legislative Methods and Forms, صفحات ۲۰-۳۴۔

اس کا علم حاصل ہوتا ہے وہ زیادہ تر تحریری یا مطبوعہ ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ اہم حسب ذیل ہیں :- (۱) انگریزی عدالتوں کے ججوں کے فیصلے۔ (جو اڈورڈ اول کے وقت سے ہنری ہشتم کے وقت تک کتب سالانہ میں گمنام درج ہوتے رہے اور اس کے بعد سے اہل قانون انھیں اپنے ناموں کے ساتھ شایع کرتے رہے ہیں) ان فیصلوں نے سولھویں صدی ہی میں نظائر کا وزن حاصل کر لیا تھا، اور اب ہم مثل مقدمات میں عملاً ناطق ہیں۔ (۲) دوسرے جن ممالک میں انگریزی قانون سے اخذ کردہ قانون کا اطلاق ہوتا ہے وہاں کے عدالتوں کے فیصلے اگرچہ واجب العمل نہیں ہیں مگر نہایت باا‌ثر ہیں (۳) ازمنۂ سابق کے فاضل مقننین کی لکھی ہوئی چند "مستند کتابیں" جیسے لٹلٹن کے "قبضۂ اراضی" پر کک کی شرح یا قانون تاج کے متعلق فاسٹر کا اٹھارھویں صدی کا رسالہ۔ یہ ضرور ہے کہ قانون عرفی کی بعض چھوٹی شاخیں قانون تحریری کی شکل میں منضبط کی گئی ہیں جس میں قانون شرکت قانون بیع وشری اور ہنڈیوں کا قانون۔ داخل ہیں

نصفت کے قواعد

انگریزی قانون کے ایک مجموعے یعنی قواعد نصفت کے بیان کی بھی ضرورت ہے۔ ان قواعد کا بدو آغاز ازمنۂ وسطے میں بادشاہ کے چانسلر یعنی اس کے "ایمان وضمیر کے محافظ" کے ایک غیر معمولی نوع انصاف پر عمل پذیر ہونے سے ہوا یہ طریق اس شدید ضرورت سے پیدا ہوا کہ باقاعدہ عدالتوں میں جو اسقام و اغلاط رہ جائیں ان کے شکایات کا تدارک کیا جائے۔[1] چانسلر کی مداخلت

---

[1] جی۔ بی۔ ایڈمز، "انگریزی حق رسی کا بدو آغاز" G. B. Adams, "The Origin of English Equity," مطبوعۂ "کونیل ریویو" فروری ۱۹۱۶ء۔ ایضاً "انگریزی حق رسی کا تسلسل" Holdsworth "The Continuity of English Equity." مطبوعۂ "نیل لا جرنل" مئی ۱۹۱۷ء۔ ڈبلیو۔ اس ہولڈسورتھ، W. S. Holdsworth, "حق رسی کی قدیمی تاریخ" The Early History of Equity." مطبوعۂ "میچی گن لا ریویو" فروری ۱۹۱۵ء۔

جس کی ابتدا غیر معمولی مقدمات میں خاص مراعات سے ہوئی آہستہ آہستہ ایک مسلم طریق بن گئی اور ابتدائی مقصد کے برخلاف یہ روا رکھا گیا کہ نصفت کے قواعد کا ایک قطعی و جداگانہ مجموعہ (جس کی بنا زیادہ تر رومانی قانونی اصول پر ہو) ترقی کرتا رہے اور اسی طرح ایک عدالتِ نصفت بھی قائم ہو جائے جس میں یہ قواعد ہر وقت نافذالعمل ہوں۔ نصفت کے مقدمات کی روداد میں مسلسل مرتب ہونے لگیں، اور اہلِ قانون نصفت کے طریق کار میں خصوصی مہارت پیدا کرنے لگے۔ نصفت کے جو قواعد اس طرح قائم ہو گئے وہ زیادہ تر قانون غیر موضوعہ کی نوعیت میں شامل ہو گئے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قواعد عملاً اسی قانون کے تتمے یا ضمیمے ہیں۔ ان کی غایت یہ ہے کہ اخلاقی رو سے جو حقوق قائم ہیں اور جنھیں عدالتیں غیر موضوعہ یا موضوعہ قانون کے زیر عمل محفوظ نہیں رکھ سکتیں یا محفوظ نہ رکھیں گی ان حقوق کی حفاظت کی جائے۔ ۱۸۷۳ء تک ان قواعد کا عمل ان عدالتوں کے ذریعے سے ہوتا تھا جو معمولی عدالتوں سے جدا ہیں مگر اب ان کا عمل علیحدہ نہیں ہوتا تاہم ان کی جداگانہ نوعیت بدستور قائم و برقرار ہے۔[1]

[1] دو جدید تصانیف جو انگریزی قانونی ارتقا کی قدیم ترمیموں سے بحث کرتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ ایف پولک و ایف ڈبلیو میٹلینڈ "اڈورڈ اول کے وقت تک انگریزی قانون کی تاریخ" F. Pollock and F. W. Maitland History of English Law to the times of Edward I ۲ جلد مطبوعہ کیمبرج ۱۸۹۸ء۔ ڈبلیو۔ اس۔ ہولڈسورتھ "انگریزی قانون کی تاریخ" W. S. Holdsworth, History of English Law ۳ جلد مطبوعہ ۱۹۰۳ء۔ ہولڈسورتھ کی پہلی جلد میں نارمنوں کے زمانہ سے اس وقت تک انگریزی عدالتوں کی تاریخ شامل ہے۔ دوسری جلد میں خالصتہً خود قانون کے نشو و نما سے بحث کرتی ہیں۔ دوسری اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:۔ ایچ۔ برونر "منابع قانون انگلستان" H. Brunner, Source of the Laiv of England مترجمہ ڈبلیو ہیسٹی مطبوعہ اڈنبرا ۱۸۸۸ء آر کے ولسن "جدید انگریزی قانون کی تاریخ" R. K. Wilson History of Modern English Law

عدالتی تنظیم	عدالت کے کل پرزوں کے متعلق جو امر سب سے پہلے لحاظ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء او، ڈبلیو، ہومز "قانون غیر موضوعہ" O. W. Holmes, Common Law مطبوعہ بوسٹن ۱۸۸۱ء۔ اے۔ وی۔ ڈائسی "انیسویں صدی میں انگلستان کے اندر قانون و رائے عامہ" A. V. Dicey, Law and Public Opinion in England in the XIX Century مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء۔ ایک جلد میں قانون کی ایک عمدہ تاریخ ای۔ جنکس "کی مختصر تاریخ قانونِ انگلشیہ" E. Jenks A. Short History of the English Law, مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۲ء ہے۔ تاریخ و نوعیت قانون دونوں سے متعلق موزوں تقریبات حسب ذیل ہیں :۔ ڈبلیو ایم۔ گلڈارٹ "مبادی قانون انگلشیہ" W. M. Geldart, Elements of English Law مطبوعہ لندن و نیو یارک ۱۹۱۲ء۔ ایف۔ ڈبلیو میٹلینڈ، و ایف سی مانٹیگو "انگریزی قانونی تاریخ کا خاکہ" F. W. Maitland and F. C. Montague, Sketch of English Legal History مرتبہ۔ ایف کالبی، مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۵ء۔ ان کے سوا دوسرے ابتدائی رسالے حسب ذیل ہیں :۔ میٹلینڈ، "خطبات دوبارہ حق رسی" Maitland, Lectures on Equity سی۔ اس۔ کینی، "قانون فوجداری کا خاکہ" C. S Kenny, Outlines of Criminal Law, مطبوعہ نیو یارک ۱۹۰۷ء "انسائکلو پیڈیا برٹینیکا" (طبع یازدہم جلد نہم صفحات ۶۰۰۔ ۶۰۷) میں انگریزی قانون کے متعلق میٹلینڈ کا مضمون اپنے اختصار و صفائی بیان کے وجہ سے قابل قدر ہے۔ قانون کے متعلق انگریزوں کے تصور اور اس کے اثرات کی بابت لوئل کی کتاب "حکومتِ انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم ابواب ۶۱۔ ۶۲۔ دیکھنا چاہیے اور ای جنکس کا مضمون "انگریزی قانون دیوانی" مطبوعہ "ہاورڈ لاریویو" نومبر ڈسمبر ۱۹۱۶ء اس باب میں ایک موضح مضمون ہے۔ تحریری قانون کی نوعیت اور سی۔ پی۔ البرٹ کی کتاب "تشریعی طرق و صور" A Ilbert Legislative Metods and Forms صفحات ۱۔۷۶ میں مستند طریق پر بیان ہوئی ہیں۔ عدالتی وضع قوانین کے موضوع پر ڈائسی نے اپنی کتاب "انگلستان میں قانون رائے عامہ"

کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ایک نظم کل سلطنت متحدہ پر حاوی نہیں ہے۔ ۱۷۰۷ء کے قانون اتحاد کی رو سے قرار پایا کہ اسکاٹلینڈ کے لئے ایک جداگانہ نظم قانون و نظم عدالت قائم کیا جائیگا۔ ۱۸۰۰ء کے قانون اتحاد کی رو سے آیرستان کو بھی اسی قسم کے مراعات حاصل ہوئیں۔ آیرستان کا اصول قانون بہت کچھ انگلستان کے اندر مدغم ہو گیا ہے (انگلستان کا) قانون غیر موضوعہ اس ملک پر بھی حاوی ہے اور اہم فرقوں کے باوجود عدالتیں اسی طرز پر ڈھالی گئی ہیں جیسی ویسٹ منسٹر کی عدالتیں ہیں۔ اسی طرح، اسکاٹلینڈ کا قانون بھی خود اس ملک کی پیداوار نہیں ہے بلکہ وہ فرانس کے طرز پر ڈھلا ہوا ہے اور اسلیئے اسکی ماخذ اول دیوانی یا رومانی قانون کے اصول ہیں۔ ۱۷۰۷ء کے بعد سے فوجداری کا قانون بتدریج انگریزی نظم کیساتھ مدغم ہوگیا ہے اور اب ان دونوں میں بہت ہی کم فرق ہے لیکن اسکاٹلینڈ کا دیوانی قانون اب بھی انگریزی قانون سے بہت مغایر ہے اور وہاں قانون اور نصفت میں عملاً کوئی فرق نہیں ہے عدالتی تنظیم انگریزی روش پر نہیں ہے۔ مثلاً اسکاٹلینڈ کی مقامی عدالتیں یعنی ناظم امن کی عدالتوں کو فوجداری اور دیوانی دونوں اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے برخلاف انگلستان میں ان دونوں اقسام کے مقدمات جدا جدا عدالتوں میں طے ہوتے ہیں۔

ایک دوسرا امر یہ ہے کہ معمولی اور انتظامی قانون کے درمیان براعظم میں جو فرق ملحوظ ہے وہ سلطنت متحدہ کے کسی حصے میں مسلم نہیں ہے اور فرانس، اطالیہ اور جرمانیہ کی طرح معمولی عدالتوں کے نظم کے متوازی انتظامی عدالتوں کا کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ انتظامی قانون نے براعظمی ممالک میں جس طرح ترقی کی ہے وہ ان قواعد کا مجموعہ ہے جن کے تحت ان تنازعات کا فیصلہ ہوتا ہے جو عام باشندوں اور ان انتظامی عہدہ داروں کے درمیان ان حالات میں پیدا ہوتے ہیں جب عہدہ دار سرکاری حیثیت سے کام کر رہے ہوں۔ براعظم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Dicey, Law and Public Opinion in England کے اندر بہت ہی سلیس بحث کی ہے۔

یں خیال یہ ہے کہ اس نوع کے مسائل معمولی دیوانی و فوجداری مقدمات سے
اس درجہ مختلف ہیں کہ انھیں خاص عدالتوں میں طے ہونا چاہیئے۔ اور ان کی
کارروائی کا طریق بھی ایسا ہونا چاہیئے جس میں معمولی عدالتوں کے مروج
طریق کے بہ نسبت لوچ اور قطعیت دونوں زیادہ ہو۔ فرانس میں جہاں یہ
خیال سب سے زیادہ انتہائی درجے تک پہنچا دیا گیا ہے، وہاں قانون
کا ایک عام اصول ہے کہ معمولی عدالت کسی انتظامی کام کے جواز و عدم
جواز کے متعلق کوئی حکم نہ دے خواہ یہ مسئلہ کسی عہدہ دار کے خلاف مقدمہ
میں پیدا ہوا ہو۔ یا کسی اور طرح پر ایک جرمانی عالم نے یہ ظاہر کیا ہے کہ
شاہانِ ٹیوڈر کی دور کی عدالت "ستارہ منزل" نے انگلستان میں اس نظم کے
ترقی دینے میں کسی حد تک عمل کیا تھا[1] مگر سترھویں صدی کے وسط میں
طویل العہد پارلیمنٹ نے اس غیر معمولی عدالت کو منسوخ کر دیا، اور اس کے
بعد سے انتظامی مقدمات کی سماعت اور اُن کا فیصلہ لامحالہ معمولی عدالتوں
میں اور معمولی اصولِ قانون کے مطابق ہونے لگا۔ خانگی ملک
خلافِ قانون لی گئی ہو، اس کی بحالی یا معاوضے کے لئے مملکت
(رسماً بادشاہ) کے خلاف، اس کی رضامندی سے مقدمہ دائر ہو سکتا ہے
علاوہ ازیں بادشاہ کے سوا اور ہر ایک عہدہ دار پر فعل بیجا کے لئے
اس بنا پر مقدمہ قائم ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے افعال سے مدعی کو نقصان
پہنچایا ہو۔ اگر وہ عہدہ دار یہ ظاہر کر سکے کہ افعال زیر بحث خاص طور پر
از روئے قانون جائز قرار دیئے گئے ہیں بلکہ یہاں تک کہ اگر وہ اس
کے اس اعتبار تمیزی کے اندر آتے ہوں جو قانوناً اس کے لئے روا

---

[1] لوئل "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم صفحہ ۴۹۷۔
[2] ملاحظہ ہو میٹلینڈ و مانٹیگو "انگریزی قانونی تاریخ کا خاکہ" Maitland and Montague Sketch of English Legal Institutions صفحات ۱۱۲ - ۱۵۰۔ کارٹر، "انگریزی قانونی ادارات کی تاریخ" Carter, History of English Legal Institutions باب ۱۴۔

رکھا گیا ہے تو پھر وہ عہدہ دار یا مملکت دونوں میں سے کوئی بھی قانوناً ذمہ دار نہ ہوگا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر یہ نہ ظاہر ہو کہ اس کے لئے مناسب اختیار حاصل تھا تو اگر عدالت ایسا فیصلہ کرے تو مدعی عوض پانے کا مستحق اور عہدہ دار اس کے ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہے کہ قانون نے جو اختیار عطا کیا ہے فعلِ زیرِ بحث اس کے تحت آتا ہے یا نہیں[1]

ایک تیسرا امر یہ ہے کہ انگریزی عدالتی نظم اگرچہ اب بھی نہایت پیچیدہ ہے مگر پھر بھی ممالکِ متحدہ امریکہ کے نظم کی بہ نسبت اس میں توحد زیادہ ہے اور درحقیقت اس کا ارتباط اتنا ہی بڑھا ہوا ہے جتنا فرانس یا اطالیہ کے نظم کا ہے۔ لیکن یہ امر صرف نسبتاً حال کے زمانے کے متعلق صحیح ہے۔ نصف صدی قبل کثیر النوع اغراض کے لئے بہت ہی مختلف اقسام کی عدالتیں تھیں اور ان میں باہم عضوی تعلق بہت ہی کم تھا یا کچھ بھی نہ تھا۔ دیوانی اور فوجداری عدالتیں، نصفت کی عدالتیں، قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں، وصیت کی عدالتیں، طلاق کی عدالتیں، کلیسائی عدالتیں، سب ہی کچھ تھیں۔ کس چیز کی عدالت نہ تھی۔ عدالتوں کی اس گوناگون کثرت سے عدالتی انتظام کے کام میں نہایت پیچیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ بہت سے مقدمات ایسے پیدا ہوتے تھے جن میں یہ تعین کرنا دشوار تھا کہ کس عدالت کو اس کی سماعت کا اختیار ہے۔ عدالتوں کے ہر نوع کے خاص طریق کار تھے اور ایک ماہرِ قانون کے لئے بھی اس بھول بھولیوں میں راستہ

---

[1] بونارڈ نے اپنی تصنیف ذیل میں اس موضوع کا مقابلتی حیثیت سے تبصرہ کیا ہے۔ "انگلستان، ممالک متحدہ اور جرمنی میں عہدہ داروں اور ان کے عملوں کے دیوانی کی ذمہ داری"

R. Bonnard. De la responsibilite civile des personnes publiques et de leurs agents en Angleterre, aux Etats-Unis et en Allemagne. پیرس، سنہ ۱۹۱۴ء۔

نکالنا دشوار تھا[1]۔ جب حالت تقریباً ناقابلِ برداشت ہوگئی تو آخر الامر (زیادہ تر ۱۸۷۳ء–۱۸۷۵ء میں) قوانین کا ایک طویل سلسلہ کتابِ قوانین پر ثبت کیا گیا، جس سے عدالتی نظم زیادہ سادہ اور زیادہ قرینِ عقل روشوں پر ازسرِ نو مرتب ہو گیا خفیف معاملات کی عدالتوں کو چھوڑ کر تقریباً اور تمام عدالتیں ایک واحد، یکساں اور مرکزی نظم کے تحت لائی گئیں۔ جو عدالتیں جداگانہ تھیں اور گاہ بگاہ ایک دوسرے کے معارض واقع ہو جاتی تھیں، وہ سب ایک عدالتِ عالیہ کی شاخ یا تحتانیہ عدالتیں بن گئیں۔ قانون اور نصفت کے اختیارات ایک ہی عدالت میں متحد کر دیے گئے۔ دارالامراء میں خاص "قانونی امرا" کے اضافے سے اس کے عدالتی فرائض کے درجات کو ترقی دی گئی۔ انصاف کے کام کو اس کی تمام ہیئتوں اور شاخوں میں جدید قوت و اتحاد عطا کیا گیا۔

آخری امر یہ ہے کہ تمام جج اور عدالتی عہدہ داروں کا تقرر رسماً بادشاہ کی طرف سے مگر واقعاً لارڈ ہائی چانسلر (اعلیٰ امیرِ نصفت) کی طرف سے ہوتا ہے (مثلاً ناظمانِ امن اور ضلع کی عدالتوں کے ججوں کا تقرر وہی کرتا ہے) یا یہ تقررات اس کی سفارش پر ہوتے ہیں (جیسے عدالتِ عالیہ کے دوسرے درجے کے ججوں کا تقرر)۔ ججوں کا عمومی انتخاب جو دورِ انقلاب میں تھوڑے زمانے تک فرانس میں رائج رہا اور امریکی ریاستوں میں اب بھی عام ہے، اسے انگریزوں کی طبیعت نے کبھی قبول نہیں کیا۔ میعاد نیک چلنی تک ہوتی ہے۔ اور اگرچہ بادشاہ کے نام سے لارڈ ہائی چانسلر (اعلیٰ امیرِ نصفت) ججوں کو برطرف کر سکتا ہے مگر یہ اختیار محض نام کو ہے ورنہ عملاً برطرفی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان متفقہ درخواست نہ کریں۔ یہ رواج کہ "بادشاہ کے ججوں" کو صرف مجلس مقننہ کے محضر کی بنا پر قابلِ برطرفی قرار دیا جائے اس سے دستورِ مملکت

[1] ولوبی "حکومت سلطنتہائے حالیہ" Willoughby, Government of Modern States صفحہ ۳۷۱

کے توازن میں مدد ملتی ہے اور اسی وجہ سے حکام عدالتی اپنی بے لوثی اور آزادی کے لئے مشہور ہیں۔

فوجداری انصاف اور اس کے کارکن[1]

انگریزی عدالتی نظم اب جن متعدد عہدوں اور عدالتوں سے مرکب ہے ان کا ایک ایک کرکے بیان کرنا زحمت طلب ہے، مگر اصلی واقعات ایک دوسرے طریق پر بہتر انداز سے ظاہر کیے جا سکتے ہیں یعنی ان بڑے بڑے طریق کار کا خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے جن کے بموجب فوجداری اور دیوانی انصاف واقعاً عمل میں آتا ہے۔ انگریزی عدالتوں کے سامنے جس قدر مقدمات آتے ہیں وہ سب عملی ضروریات کے لئے دو شقوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں، ایک فوجداری دوسرے دیوانی، اور عدالتوں کی ترتیب اور ان کا طریق کار زیادہ تر اسی امتیاز پر مبنی ہے۔ فوجداری مقدمات سے وہ مقدمات مراد ہیں جن میں بادشاہ (یعنی اس زمانے کی "حکومت") الزام لگانے والے اور فیصلہ کرنے والے کی دہری حیثیت میں کسی ایسے شخص پر مقدمہ چلاتا ہے جس پر کسی جرم مثلاً قتل، چوری، جعلسازی کے ارتکاب کا الزام ہو تاکہ مجرم کو سزا ملے۔ بادشاہ اگر بذاتِ خاص کام کرتا اس وقت اُس کی اِس دُہری حیثیت سے بالطبع جو دشواری لاحق ہوتی وہ اس طرح رفع کر دی گئی ہے کہ بادشاہ نے مدتوں سے بذاتِ خود کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک حیثیت میں اس کا فرض اب بالکل ممیز عہدہ دار انجام دیتے ہیں۔ ایک طرف بادشاہ کے

---

[1] یہ ٹکڑا اور اس کے بعد کا ٹکڑا ای جنکس کے اس نفیس بیان پر مبنی ہے جو اس نے اپنی کتاب "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" E Jenks : Government of British Empire. باب یازدہم میں دیا ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ جس نظم کا یہ بیان ہے وہ صرف انگلستان کا ہے اگرچہ آئرستان کو بھی اس سے بہت قریبی مشابہت ہے۔

قانونی عہدہ دار یا دوسرے مقدمہ چلانے والے ہوتے ہیں اور دوسری طرف "اعلیٰحضرت کے جج" ہوتے ہیں۔

جب کسی شخص پر کسی جرم کے ارتکاب کا الزام لگایا جاتا ہے وہ باضابطہ طلب کیا جاتا ہے یا گرفتار کر کے لایا جاتا ہے، پہلے اسے "عمال" یعنی ایک یا زاید ناظمانِ امن کے سامنے آنا ہوتا ہے۔ ناظمِ امن کا عہدہ تیرھویں صدی سے قائم ہے اور انتظامی و عدالتی کارروائی کی ترقی میں اسے بہت بڑی جگہ حاصل ہے۔ اِن ناظمانِ امن کے حدِ اختیار کا معمولی رقبہ صوبہ ہوتا ہے اگرچہ بروٴ یا ذی اختیار قصبے کے ناظمان بھی ہوتے ہیں، اور ان لوگوں کے علاوہ جو اپنے منصب کی حیثیت سے یہ عہدہ حاصل کرتے ہیں، یہ ناظمانِ امن ہر ایک خاص صوبے میں تاجدار کی مرضی سے "لارڈ ہائی چانسلر (اعلیٰ امیر نصفت) کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور یہ تقرر بالعموم اس ضلع کے نائب السلطنت کی سفارش پر ہوتا ہے، اور یہ نائب السلطنت خود سب سے اعلیٰ ناظمِ امن اور دفاتر ضلع کا محافظ ہوتا ہے[1] اکثر صوبوں میں ناظمانِ امن کی فہرست میں تین سو سے لیکر چار سو تک نام ہوتے ہیں مگر ان مقرر شدہ اشخاص میں سے بعض وہ حلف نہیں لیتے جو حاکمانہ خدمت کے لئے ضروری ہے اور ہر صوبے میں واقعی کام نسبتاً ایک چھوٹی تعداد افراد انجام دیتی ہے۔ یہ ناظمانِ امن بلا تنخواہ کام کرتے ہیں مگر اس عہدے کے ساتھ بہت بڑا انتظامی امتیاز شامل ہوتا ہے اور اس کے حصول کے لوگ بہت زیادہ خواہاں ہوتے ہیں۔ ان مقرر شدہ اشخاص کا ایک بڑا حصہ شرفائے دیہات کی صنف میں آسکتا ہے[2] جب ملزم ناظمِ امن کے روبرو لایا

---

[1] ۱۹۰۶ء تک چند اصناف کو چھوڑ کر تمام ایسے مقرر شدہ اشخاص کے لیے جنکی حیثیت انکی موزونیت کی کافی ضمانت سمجھی جاتی تھی، ملک کی شرط لگی ہوئی تھی (یعنی سو پاؤنڈ سالانہ مالیت کی زمین کی ملکیت یا مکان کا قبضہ)۔

[2] مڈلے "انگلستان کی تاریخ دستوری کا کتابچہ" Medley, Manual of English Constitutional History

جاتا ہے تو ناظم کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف یہ دیکھے کہ بادی النظر میں ملزم کے خلاف الزام ثابت ہے یا نہیں۔ اس مقصد کے لئے حاکم مقدمہ چلانے والے اور اس کے گواہوں کی شہادت (علی العموم حلفیہ شہادت) سنتا ہے۔ اس موقع پر کوئی جوری نہیں ہوتی اور ملزم اگر خود نہ چاہے تو اسے کوئی بیان دینے یا جوابدہی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شہادت کے سننے کے بعد اگر حاکم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادی النظر میں کوئی امر ثابت نہیں ہوا ہے یعنی اگر مقدمہ چلانے والے کی شہادت کا رد نہ بھی کیا جائے تو بھی کوئی جوری اس جرم کی سزا نہ دے گی تو وہ الزام خارج کر دیتا ہے اور ملزم آزاد ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ بادی النظر میں مقدمہ ثابت ہو گیا ہے تو وہ ملزم کو مقدمہ چلانے کے لئے "بھیجد یتا ہے" اور یہ فیصلہ کرتا ہے کہ آیا اسے ضمانت پر رہا کرنا چاہئے یا مزید کارروائی کے لئے اسے حراست میں رکھنا چاہئے۔ اگر ضمانت کے حق سے انکار کیا جاتا ہے تو ملزم قانون احضار ملزم کے ذریعے سے عدالت عالیہ کے جج کے سامنے درخواست دے سکتا ہے کہ وہ ضمانت کی منظوری کا حکم دے۔

جس عدالت میں مقدمے کی سماعت ہوگی اس کا تعین زیادہ تر مقدمہ کی اہمیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ جرموں کی ایک بہت بڑی تعداد (جس میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے) اور جو سرسری طور پر قابل سزا ہے، اس میں معمولی مارپیٹ، چھوٹی موٹی چوری، امن عامہ کی خفیف سی خلاف ورزی اور دوسری ادنےٰ قسم کی بداطواریاں داخل ہیں اور ملزم اگر خود چاہے یا یہ اس کا پہلا جرم ہو یا وہ نابالغ ہو تو ان صورتوں میں شدید جرائم بھی اس طریق پر

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) صفحات ۳۹۲-۴۰۰۔ ایک نفیس مخصوص المبحث مضمون سی۔ اے بیرڈ کا مضمون "انگلستان میں ناظمانِ امن کا عہدہ" C. A. Beard, The Office of Justice of the Peace in England. ہے مطبوعۂ کولمبیا یونیورسٹی (رٹڈیز ان ہسٹری اکانومی اینڈ پبلک لا" جلد ۲۰ شمارہ ا (طبع نیویارک ۱۹۰۴ء)

فیصل ہو جاتے ہیں۔ عدالت سرسری کم از کم دو ناظمان سے مرکب ہوتی ہے (جو بالعموم موقع جرم کے قریب ہی کے رہنے والے ہوتے ہیں) اور یہ عدالت "اجلاس خفیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ سماعت مقدمہ علانیہ اور بغیر جوری کے ہوتی ہے اور ملزم کو جوابدہی کرنے اور وکیل کے لانے کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ عدالت اگر اسے مجرم سمجھتی ہے تو اس پر جرمانہ کر دیتی ہے یا تھوڑے دنوں کی قید کا حکم دیتی ہے لیکن ملزم تمام صوبے کے ناظمان امن کے "سہ ماہی اجلاس" میں مرافعہ کر سکتا ہے جو اس کے مقدمے کو اول سے آخر تک پھر سنتے ہیں۔ زیادہ شدید مقدمات میں ملزم کے خلاف باضابطہ "فرد قرار جرم" لگائی جاتی ہے یعنی تحریری بیان کے ذریعے سے اس پر ایک قطعی جرم کا جو ایک خاص طریق پر کیا گیا ہو الزام لگایا جاتا ہے۔ اس قسم کے مقدمات کی سماعت، یا تو اجلاس سہ ماہی میں یا عدالت عالیہ کے کسی جج کے "دورے" کے وقت کھلی عدالت میں ہوتی ہے اور بالعموم اس ضلع کے اندر یہ سماعت ہوتی ہے جس میں ارتکاب جرم کا الزام ہو اور اسمیں جوری کا موجود ہونا لابدی ہے۔ "سہ ماہی اجلاس" کا نام اس وجہ سے پڑا کہ وہ سال میں چار مرتبہ منعقد ہوتے ہیں۔ ضلع میں یہ اجلاس ان تمام ناظمان امن پر مشتمل ہوتے ہیں جو اس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں اور جتنے ناظمان امن اس میں نشست کرتے ہیں سب کو رائے دینے کا حق ہوتا ہے۔ دورے کی عدالتیں تمام صوبوں میں سال میں تین مرتبہ اور بعض شہروں میں سال میں چار مرتبہ منعقد ہوتی ہیں اور جیسا کہ کہا جا چکا ہے علی العموم ان کا صدر عدالت عالیہ کا کوئی جج ہوتا ہے جو اس غرض کے لئے "دورہ" کرتا ہے۔ مقدمہ کی سماعت جہاں کہیں بھی ہو، ملزم کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی قسمت کا فیصلہ اس کے اہل ملک کے بارہ شخصوں کی جوری کرے جنھیں شیرف (ناظم صوبہ) مکانداروں کی اس فہرست میں سے (جسے مقامی حکام نے تیار کیا ہو) بلا کسی لحاظ کے چن لے اور ملزم کو اس امر کا غیر محدود حق حاصل ہے کہ منتخب شدہ جوری کی بابت تعرض کرے۔ یہ کام جج (یا ججوں) کا ہے کہ دوران سماعت

میں یہ دیکھیں کہ طریقِ کار اور شہادت کے قواعد کی متابعت کی گئی ہے اور جب دونوں جانب کے وکلا گواہوں پر جرح اور جوری کو مخاطب کر چکیں تو صدر نشین جج مقدمہ کا خلاصہ بیان کرے اور قانون کے متعلق جوری کو ایسے ہدایات دے جس سے وہ واقعات کی بنا پر فیصلے تک پہنچ سکیں۔ اگر جوری ملزم کو مجرم نہیں سمجھتی تو وہ فوراً رہا کر دیا جاتا ہے اور پھر اس الزام پر کبھی دوبارہ اس پر مقدمہ نہیں چل سکتا۔ اگر جوری اسے مجرم قرار دیتی ہے تو جج اس سزا کا اعلان کرتا ہے جو قانون میں مقرر ہے اگرچہ مقدمات قتل کے سوا دیگر مقدمات میں معین حدود کے اندر اسے معقول اختیار تمیزی حاصل ہوتا ہے۔ اگر جوری باہم اتفاق نہ کر سکے تو جوری کے دوسرے گروہ کے ساتھ نئے سرے سماعتِ مقدمہ ہوتی ہے۔

سابق میں فوجداری مقدمات میں جوری کے ذریعے سے جو فیصلہ ہوتا تھا اس کا مرافعہ نہیں ہوتا تھا البتہ قانون کی بناؤں پر دارالامرا میں مرافعہ ہو سکتا تھا۔ لیکن ۱۹۰۷ء کے ایک قانون نے ایک "عدالت مرافعہ فوجداری" قائم کی جس میں بادشاہ (یا ملکہ) کے تین ججوں سے کم نہ شامل ہوں اور اب جس شخص کو سزا ہو وہ اپنے حق کے طور پر، قانون کے کسی مسئلے کے متعلق اُس عدالت میں مرافعہ کر سکتا ہے اور (مقدمے کی سماعت کرنے والے جج یا خود اس "عدالت مرافعہ فوجداری" کی اجازت سے) واقعے کے کسی مسئلے پر بھی مرافعہ کر سکتا ہے مثلاً یہ کہ کسی جوری کا فیصلہ شہادت سے بجا نہیں ثابت ہوتا۔ اگر عدالت مرافعہ یہ سمجھے کہ انصاف میں شدید خلاف ورزی ہوئی ہے تو وہ سزا میں ترمیم کر سکتی بلکہ سزا کو باطل بھی کر سکتی ہے۔ "عدالت مرافعۂ فوجداری" سے آگے پھر مرافعہ نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ ایسے مسئلہ قانونی پر دارالامرا میں مرافعہ کیا جائے جس کے متعلق "تاجدار کا کوئی عہدہ دار قانونی" یعنی مختار عام یہ تصدیق کر دے کہ یہ مسئلہ عام اہمیت کا ہے۔ سرکاری مقدمہ چلانے والا کسی حالت میں بھی مرافعہ نہیں کر سکتا۔[1]

[1] ۔ فوجداری طریق کار کے متعلق جے۔ ڈبلیو۔ لاسس اور ای۔ آر۔ کیڈی کا مضمون

دیوانی کی کارروائی

دیوانی کا مقدمہ وہ کارروائی ہے جو کسی خانگی شخص نے یا کسی عہدہ دار نے اپنی ذاتی حیثیت میں کسی دوسرے سرکاری یا ذاتی شخص سے کسی ایسے نقصان کی تلافی حاصل کرنے کے لئے دائر کیا ہو، جس کی نسبت یہ دعویٰ ہو کہ یہ نقصان مقدمہ دائر کرنے والے یعنی "مدعی" کے خلاف اُس شخص سے جس کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا ہے یعنی "مدعا علیہ" سے وقوع میں آیا ہے۔ اس نقصان میں اہانت، مداخلتِ بیجا، نقضِ معاہدہ، خلاف ورزی اجارۂ صنعت اور اس کے مثل اور امور شامل ہیں۔ اس قسم کے معاملات میں سرکاری حکام کا کام صرف فیصلہ کرنا یعنی امور متنازعہ کی حقیقتوں کا متعین کرنا ہے۔ فریقین جب چاہیں صلح پر اتفاق کرلیں اور عدالت سے امر متنازعہ کو خارج کرادیں حالانکہ فوجداری کی کارروائی میں ایسا نہیں ہوسکتا۔

کس عدالت میں دیوانی کا کوئی مقدمہ دائر ہوگا اس کا انحصار اولاً مقدار دعویٰ پر ہوتا ہے۔ اگر یہ دعویٰ سو پاؤنڈ سے کم کا ہے یا بعض صورتوں میں اگر ملک متنازعہ فیہ کی مالیت پانچ سو پاؤنڈ سے کم ہے تو مقدمہ غالباً صوبے کی عدالت میں دائر ہوگا۔ اس زمانے کی عدالتہائے صوبجات جو ۱۸۴۶ء کے قانون سے قائم ہوئی ہیں، انھوں نے تعلقے اور صوبے کی قدیم عدالتوں کی جگہ لے لی ہے مگر تاریخی طور پر یہ جدید عدالتیں ان عدالتوں سے نکلی نہیں ہیں یہ عدالتیں عدالتہائے صوبہ کے نام سے مشہور ہیں مگر حقیقت میں ان کا حیطۂ اقتدار ضلع ہے جو نہ صرف صوبے سے چھوٹا ہوتا ہے بلکہ اس سے کوئی تعلق بھی نہیں رکھتا۔ انگلستان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "انگلستان میں فوجداری طریق کار" J.D. Lawson and E.R. Keedy, "Criminal Procedure in England "امریکن جرنل آف کریمنل لا اینڈ کریمینالوجی" نومبر ۱۹۱۰ء اور جنوری ۱۹۱۱ء دیکھنا چاہیئے۔ نیز جی۔ جی۔ الگزنڈر کی کتاب "فوجداری معاملات میں انصاف کا نفاذ" Alexander, The Administration of Justice in Criminal Matters, مطبوعہ کیمبرج ۱۹۱۰ء بھی ملاحظہ کرنا چاہیے۔

ہیں اس وقت تقریباً پانچسو ایسے ضلعے ہیں اور ہر ایک میں اس کی خاص "عدالتگاہ" ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ انصاف کے ذرائع کا راہل قوم سے قریب ہو جائیں اور مقدمے میں جس قدر خرچ و تاخیر ہوتی ہے وہ کم ہو جائے۔ ضلع میں جتنا کام کرنا پڑتا ہے وہ بالعموم اس سے کم ہوتا ہے کہ ایک جج کے ایام کار کا زیادہ حصہ اس میں صرف ہو جائے اور اس لئے ضلعوں کے تقریباً پچاس "حلقے" بنا دیئے گئے ہیں جن میں سے ہر حلقے میں لازماً چانسلر ایک جج متعین کر دیتا ہے جو اپنے حلقے کے ہر ضلع میں تقریباً ایک ماہ اجلاس کرتا ہے۔ ججوں کو (پندرہ سو پاؤنڈ سالانہ) قومی خزانے سے تنخواہ ملتی ہے اور وہ نیک چلنی تک اپنے عہدے پر برقرار رہتے ہیں۔ عدالتِ صوبہ میں کارروائی کا طریق سادہ ہے، اور اکثر فریقین بذاتِ خاص مقدمے کی پیروی کرتے ہیں۔ جب مقدار متنازعہ پانچ پاؤنڈ سے زیادہ ہو تو جو فریق چاہے جوری کا مطالبہ کر سکتا ہے (جو اس مقصد کے لئے آٹھ اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے) لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے۔ جہاں جوری ہوتی ہے وہ ثابت شدہ واقعات پر جج کی ہدایت پر حکم لگاتی ہے۔ جہاں جوری نہیں ہوتی وہاں جج واقعات و قانون کی بنا پر فیصلہ کرتا ہے، اور دونوں صورتوں میں جج مدعی یا مدعا علیہ کے حق میں حکم صادر کرتا ہے، اور جو فریق اس حکم کی تعمیل سے گریز کرے اس کی جائداد ضبط ہو جاتی ہے بلکہ وہ خود قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دیوانی کی کارروائی کا مقصود معاوضہ دلانا ہے سزا دینا نہیں ہے۔ عدالت کے فیصلے سے واقعے کی بنا پر مرافعہ نہیں ہو سکتا مگر قانون کی بنا پر "عدالت عالیہ کی ایک شاخ" کے اجلاس میں مرافعہ ہو سکتا ہے جسمیں دو جج موجود ہوتے ہیں۔ کام کرنے والوں کے معاوضے اور بعض دوسرے مسائل سے جو مقدمات پیدا ہوتے ہیں ان کا مرافعہ قانون کی بنا پر عدالتِ مرافعہ اور انجام کار دارالامرا میں جا سکتا ہے۔[1]

[1] رونبا ؤم "انگریزی دیوانی طریق کار کے مطالعات" "عدالتہائے ضلع"،

جہاں مدعی کا دعویٰ عدالت ضلع کے حدود اختیار سے متجاوز ہوتا ہے اور جہاں متجاوز نہ بھی ہو اور مدعی ایسا چاہے تو عدالتِ عالیہ میں مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ یہ عدالتِ عالیہ اس عدالت صدر کا ایوانِ ادنیٰ ہے جس کی بنا ۱۸۷۳ء کے قانون سے پڑی اور جو ۱۸۷۵ء میں قائم کی گئی۔[1] اس کی تنظیم تین حصوں میں ہے، عدالتِ نصفت، عدالت شاہی اور عدالت وصیت، طلاق و امور بحری۔ نظریے کی رو سے، ہر قسم کا ایوانی مقدمہ ان تینوں میں سے کسی حصے میں شروع کیا جا سکتا ہے اور یہاں جو مقدمات ہو سکتے ہیں ان کی اہمیت کے متعلق کوئی حد نہیں ہے لیکن عملاً ہر حصے میں وہی کام ہوتا ہے جو اسے ان عدالتوں سے ورثے میں ملا ہے جن سے اس کی تکوین ہوئی ہے۔ ججوں کی تعداد میں تغیر ہوتا رہتا ہے اور ان کا تقرر لارڈ چانسلر کی سفارش پر بادشاہ کی جانب سے ہوتا ہے اور زمانہ نیک چلنی تک وہ اپنے عہدے پر برقرار رہتے ہیں۔ مختلف حالات کے تحت جو اس قدر پیچیدہ ہیں کہ یہاں ان کا بیان نہیں ہو سکتا یہ جج دارالصدر اور دورے میں تنہا اور مجتمعاً اجلاس کرتے ہیں (مگر کبھی ایک متحدہ جماعت کی حیثیت سے اجلاس نہیں کرتے)۔ واقعے کی بنا پر جج کے (اور جوری ہو تو اس کے) فیصلے کا مرافعہ نہیں ہوتا، اگرچہ مختلف وجوہ سے، مثلاً یہ کہ فیصلہ شہادت کی بنا پر نہیں ہوا، جدید سماعت کے لئے عدالتِ مرافعہ میں درخواست دی جا سکتی ہے جو مذکورۂ بالا عدالتِ صدر کا گویا ایوان اعلیٰ ہے۔ نکاتِ قانون کی

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) S. Rosenbaum, Studies in English Civil Procedure: مطبوعہ۔ لا ریویو فروری مارچ۔ اپریل ۱۹۱۶ء۔ "عدالتہائے ضلع کے متعلق لارڈ چانسلر کی ساختہ مجلس ذیل کی روئداد" ۱۹۱۹ء۔

[1] میٹلینڈ و مانٹیگو "انگریزی قانونی تاریخ کا خاکہ" (Sketch of English History) صفحات ۱۶۴-۱۷۰۔ کارٹر، "انگریزی قانونی اداروں کی تاریخ" (History of English Institutions) باب ۱۸ ہولڈ سورتھ، "تاریخ قانونِ انگلشیہ" (History of English Law) جلد اول باب ۸

بنا بر مرافعہ بھی اسی عدالت میں جاتا ہے۔ عدالتِ مرافعہ لارڈ چانسلر تین دوسرے عدالتی عہدہ دار (جو اپنے حقِ استحقاق عہدہ کی بنا پر نشست کرتے ہیں) اور ان چھ امرائے مرافعہ پر مشتمل ہوتی ہے جو لارڈ چانسلر کی سفارش پر خاص طور سے بادشاہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ قانوناً یہ ایک ہی عدالت ہے مگر یہ دو حصوں میں نشست کرتی ہے جس میں سے یہ حصہ واقعاً خاص تین طور پر مقرر کردہ ججوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اجلاس لندن میں ہوتے ہیں گواہوں کی شہادت نہیں ہوتی اور نہ جوری ہوتی ہے اور کارروائی جو زیادہ تر عدالتِ عالیہ کے دیوانی مقدمات کے مرافعے سننے پر مشتمل ہوتی ہے خالصۃً عدالتی ہوتی ہے۔ فیصلے عدالتِ تحتانی کے فیصلوں کی تصدیق، تنسیخ یا تبدیلی کی صورت میں صادر ہوتے ہیں۔

دارالامرا اور مجلس عدالتی

جس فریق مقدمہ کو اس سے بھی اطمینان نہ ہوا سے ابھی ایک اور مرافعہ کا موقع حاصل ہے بشرطیکہ وہ تعویق و خرچ کو برداشت کر سکے، یعنی وہ دارالامرا میں مرافعہ کر سکتا ہے۔ مرافعے کے ذریعے سے انگلستان کی عدالتہائے قانون غیر موضوعہ پر اقتدار پیدا کر کے بمرورِ ایام اس جماعت نے کلیسائی نوعیت کی عدالتوں کے سوا اور تمام برطانی و آئرستانی عدالتوں پر دیوانی و فوجداری دونوں قسم کے مقدمات کے متعلق اس قسم کی فوقیت حاصل کر لی (اور فوجداری میں نہیں مگر دیوانی مقدمات میں اسکاٹلینڈ کی عدالتوں پر بھی اس قسم کی فوقیت پیدا کر لی ہے) ۱۸۷۳ء میں یہ تجویز ہوئی کہ اس نگرانی کو منسوخ کر دیا جائے اور ایک قانون اس مقصد کے لئے منظور ہوا مگر اس مفاہمت پر کہ ایوان جب عدالت مرافعات کی حیثیت میں نشست کرے گا تو اس کی ترکیب میں تغیر کر دیا جائے گا یہ تجویز عمل میں آنے سے قبل ہی منسوخ ہو گئی۔ اس کے بموجب ۱۸۷۶ء کے قانونِ حدود و اختیاراتِ مرافعہ' میں' دو (بعد کو تین' چار اور اب چھ) تنخواہدار مادام الحیات امرا کے تقرر کا انتظام کیا گیا جن کا انتخاب اعلیٰ قابلیت کے قانون دان اشخاص میں سے ہوتا ہے اور جو "امرائے مرافعہ معمولی" کے نام سے مشہور ہیں۔ مرافعے پر کوئی فیصلہ

اس وقت تک صادر نہیں ہو سکتا جب تک کم از کم "تین قانونی امرا" (یعنی یہ مادام الحیات ارکان) اوران کے ساتھ وہ تمام موروثی امرا جو اعلیٰ عدالتی عہدے پر فایز ہوں یا فایز رہ چکے ہوں بحثوں کے سننے گے وقت موجود نہ رہے ہوں اور انھوں نے فیصلے میں حصہ نہ لیا ہو۔ رسماً عدالتی کارروائی بہ حیثیت مجموعی کل ایوان کی طرف سے ہوتی ہے اور ہر رکن کو نہ صرف موجود رہنے بلکہ فیصلوں میں شرکت کرنے کا حق حاصل ہے مگر واقعاً یہ کارروائی لارڈ چانسلر کے زیرِ صدارت امرائے قانونی کے مختصر گروہ کے ہاتھوں انجام پاتی ہے،¹ اور یہ غیر تحریری قاعدہ کہ عدالتی اجلاسوں کے وقت قانونی امرائے سوا کوئی دوسرا موجود نہ ہو، اس پر اسی سختی کے ساتھ لحاظ کیا جاتا ہے جس سختی کے ساتھ دستورِ سلطنت کے بیسیوں دوسرے اہم رواجوں پر لحاظ کیا جاتا ہے۔ قانونی امرا جس وقت چاہیں اپنا اجلاس کریں اور کل ایوان کے نام سے فیصلے صادر کریں، انھیں اس سے بحث نہیں کہ پارلیمنٹ کے اجلاس کا زمانہ ہے یا نہیں ہے¹ اس عدالت کی نشست اصطلاحاً دارالامرا کی نشست ہے اور اس کی تمام کارروائیاں وقائع میں اس ایوان کی کارروائیوں کے ایک جزو کے طور پر داخل کی جاتی ہیں ²

---

۱ ۔ جب پارلیمنٹ کے اجلاس کا زمانہ ہوتا ہے تو علی العموم قانونی امرا کی نشست باقاعدہ اجلاس کے شروع ہونے یعنی ساڑھے چار بجے سے قبل ہوتی ہے۔

۲ ۔ پارلیمنٹ کے عدالتی فرائض پر انسن نے کسی قدر وسعت سے بحث کی ہے "قانون و رواج دستورِ سلطنت" Anson, Law and Custom of the Constitution, جلد اول باب ۹۔ اس موضوع پر خاص کتاب سی۔ ایچ۔ میک الوین کی تصنیف "پارلیمنٹ کی عدالت عالیہ اور اس کی فوقیت" MeILwain, The High Court of Parliament and its Supremacy مطبوعہ نیو ہیون سنہ ۱۹۱۰ ہے۔ بہ حیثیت عدالت کے دارالامرا کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئے۔ میک ڈونا "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh, Book of Parliament, صفحات ۳۰۰۔ ۳۰۹۔ ۱۷۔ ٹی۔ کارٹر "انگریزی قانونی ادارات

ایک وسیع ترقی پذیر اہمیت کی عدالت پریوی کونسل کی مجلس عدالتی ہے، البتہ عملی حیثیت سے گفتگو کی جائے تو کہنا پڑے گا کہ یہ مجلس برطانی آترستانی عدالتوں کے مرافعات نہیں سنتی۔ یہ مجلس ۱۸۳۳ء میں اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ جو اختیاری عدالتی کسی قدر غیر متعین پر سابقاً کل مجلس کی جانب سے عمل میں آتے تھے، انھیں (اور خالصتہً نہیں مگر بیشتر دیوانی اختیار کو) اپنے ہاتھ میں لیلے۔ اس کے ارکان میں افراد ذیل شامل ہیں :- پریوی کونسل کا صدر اعلیٰ، لارڈ چانسلر (اعلیٰ امیر نصفت) ہر شش امرائے مرافعہ معمولی، کونسل کے وہ مزید ارکان جو اعلیٰ عدالتی عہدوں پر فائز ہوں یا فائز رہے ہوں اور اعلیٰ استعماراتی عدالتوں کے جج (جن کی تعداد سات سے زیادہ نہ ہو) اور دو جج اعلیٰ ہندوستانی عدالتوں کے بشرطیکہ یہ جج پریوی کونسل کے ارکان ہوں۔ ان میں سب سے زیادہ مستعد کار ارکان وہی چھ قانونی امراء ہیں، چنانچہ اپنے کارکن افراد کے اعتبار سے یہ عدالتی مجلس دارالامراء سے جب کہ وہ بہ حیثیت عدالت کے نشست کر رہا ہو) نمایاں طور پر مختلف نہیں ہے۔ اس مجلس کا فرض یہ ہے کہ وہ کلیسائی عدالتوں، غنایم بحری کی عدالتوں، جزائر رود بار اور جزیرۂ مین کی عدالتوں، نوآبادیات و توابع کی عدالتوں، اور غیر ممالک میں معاہدے سے قایم شدہ انگریزی عدالتوں کے مرافعات کی سماعت کرے۔ قانونی اعتبار سے یہ جماعت عدالتوں میں شامل نہیں ہے بلکہ صرف مجلس شورائے شاہی کی ایک ذیلی مجلس ہے جس کا کام درخواستوں کا لینا اور ان کی سماعت کرنا ہے، اور اس کے تصفیے عدالتی فیصلوں کی صورت میں نہیں ہوتے بلکہ وہ درخواستوں یا مرافعوں کے منظور یا خارج کرنے کے لئے تاجدار کے حضور میں سفارشوں کی صورت میں ہوتے ہیں، لیکن عملاً یہ سفارشیں عدالتی فیصلوں کا اثر رکھتی ہیں۔ دارالامرا

بقیہ۔حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی تاریخ" A.T. Carter. History of English Legal Institutions مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء صفحات ۹۶-۹۰، اڈبلیو۔ ایس ہولڈسورتھ "تاریخ قانون انگلستیہ" Holdswoith, History of English Law جلد اول صفحات ۱۷۰-۱۹۳۔

کے فیصلوں کے برخلاف ان فیصلوں کے لئے ضروری ہے کہ جن ججوں نے مقدمے کی سماعت کی ہو (جن کی تعداد تین سے کم نہ ہو) یہ ان کی متفقہ رائے ہو۔ اس مجلس کے سامنے مرافعے دنیا کے ہر چہار طرف سے آتے ہیں اور ان پر مناسب غور و خوض کے لئے نہایت ہی مختلف النوع نظمہائے قانون سے واقفیت کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ طریق حکومتِ خود اختیاری رکھنے والے مستعمرات یا قلمروؤں میں مقبول عام نہیں ہے۔ اسے روکنے کے لئے کناڈا میں دو تین ناکام کوششیں ہو چکی ہیں۔ آسٹریا کے دستور سیاسی کا مسودہ جس طرح اول مرتبہ تیار ہوا تھا اس میں یہ رکھا گیا تھا کہ دستور سیاسی کے مسائل پر اس قسم کے مرافعات اس کے سوا اور طرح پر نہ ہو سکیں گے کہ دولتِ عامہ کی عدالتِ عالیہ اس کی منظوری دے اور دوسرے اقسام کے مرافعات متعلقہ قوانین کے ذریعے سے قطع کئے جا سکتے ہیں۔ لندن کے حکام نے اس پر اعتراض کیا اور مرافعے کا حق اس وسیع جنوبی قلمرو میں باقی رہ گیا (اگر پھر بھی کسی قدر اہم تحدیدات کے ساتھ)، تاہم حکومتِ خود اختیاری رکھنے والے مستعمرات کے مرافعے بہت ہی کم ہوتے ہیں[1]

[1] عام کیفیات کے اعتبار سے پریوی کونسل کا بیان سابقاً ہو چکا ہے انگریزی عدالتی نظم کے عام بیانات کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئے:۔ لوول "حکومتِ انگلستان" Lowell; Government of England جلد دوم ابواب ۵۹-۶۰۔ جنکس "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" Jenks, Government of the British Empire باب ۱۱۔ انسن "قانون و رواج دستورِ سلطنت" Anson, Law and custom of the constitution جلد دوم حصہ اول، صفحات ۱۳۶-۱۴۰-۱۴۷-۱۵۰۔ میسی "دستورِ سلطنت انگلشیہ" Macy, English Constitution باب ۷۔ جیسا کہ کسی دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے، صفحہ ۲۱۰ "ہولڈ سورتھ کی تاریخ قانونِ انگلشیہ" Holdsworth History of English Law میں انگریزی عدالتوں کی ایک عمدہ تاریخ شامل ہے۔ شاید کہ عدالتی نظم کے تاریخی ارتقا کا بہترین مختصر بیان اے۔ ٹی کارٹر کی "انگریزی قانونی

حکومتِ مقامی

مدارج ارتقا ہر ایک نظمِ حکومت کا ایک اہم بلکہ بعض اعتبارات سے سب سے اہم جزو و ذرائع کار و طریقہائے عمل ہیں جن کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ادارات کی تاریخ" T. Carter, History of English Legal Institutions طبع چہارم مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء میں ہے۔ کتب ذیل کا ذکر بھی ہونا چاہیے۔ میٹلینڈ "انگلستان کی دستوری تاریخ" Maitland, Constitutional History of England صفحات ۲۶۲ - ۴۸۴ - میڈلے "انگریزی دستوری تاریخ کا کتابچہ" Medley, Manual of English Constitutional History صفحات ۳۱۸ - ۲۸۲ - براعظم کے مصنفین کے دو قابل قدر تصانیف حسب ذیل ہیں:- سی۔ ڈی۔ فرینکویل "برطانیہ عظمیٰ کا عدالتی نظم" R. Franqueville, Le systeme Judiciaire de la Graude Brelagne. مطبوعہ پیرس ۱۸۹۸ء۔ ایچ۔ بی۔ گرلانڈ "تنظیم قانون انگلستان کی کیفیت" H,B. Gerland, Die englische Gerichtsverfasung. eine systematische Darstellung, عدالتی نظم کے واقعی عملدرآمد کے متعلق قطعی معلومات کی بہت وسیع مقدار اے۔ اے۔ پیری کی "قانون و غربا" A. Parry, The Law and the poor, مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۴ء سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کا مصنف بیس برس تک انگلستان کے عدالت صوبہ کا جج رہا تھا

ذریعے سے سلطنت کے اقتدار کو عوام سے قرب حاصل ہو جاتا ہے اور جن کے ذریعے سے خود عوام اپنی مختلف جماعتوں کے ذریعے سے اپنے مقاصد و معاملات کی نگرانی کرتی ہے، وہ اہم جزو مقامی حکومت اور مقامی نظم ونسق کے کل پرزے ہیں۔ انگلستان کے مقامی ادارات کی تاریخ نہایت وسیع زمانے پر نیز تمام تنظیم و مستعد کاری کی عظیم وسعت پر پھیلی ہوئی ہے اور اس کی جو ہیئتیں نسبتاً حال کے زمانے میں رونما ہوئی ہیں وہ بھی کسی نہج سے کم اثر انداز نہیں ہیں۔ سرسری طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے پانچ نہایت ہی غیر مساوی دور ہیں۔ پہلا دور جو سیکسنوں کی آباد کاری سے نارمنی فتح تک ہے اس کی خاص صفت انگلستان میں مقامی سیاسی تنظیمات کی ممیز فردیات (یعنی، صوبہ، پرگنہ، قصبہ اور پیرشس) کا قائم کرنا اور عمومی مقامی اقتدار کے اصول کا تعین کرنا ہے۔ دوسرا دور جو فتح سے چودھویں صدی تک وسیع ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں مرکزی نگرانی بڑھتی گئی اور اسی تناسب سے مقامی تفرد گھٹتا گیا۔ تیسرا دور جو چودھویں صدی سے ۱۸۳۵ء کے قانون شخصیات بلدیہ کے منظور ہونے تک وسیع ہے، وہ اولاً و ابتداءً مقامی معاملات کے اعیانی انتظام کا دور ہے یعنی یہاں بھی زمیندارانہ طبقے کی وہی حکومت تھی جو اگر ۱۸۶۷ء کے قبل تک نہیں تو ۱۸۳۲ء کے قبل تک تو ضرور ہی پارلیمنٹ پر حاوی رہا کرتی تھی۔ چوتھا دور جو قانون شخصیات بلدیہ اور ۱۸۸۸ء کے قانونِ حکومتِ مقامی کے درمیانی برسوں پر محتوی ہے، وہ بروئیں عمومی حکومت خود اختیاری کا دور ہے مگر اس دور میں قصباتی رقبات میں بدستور اعیانی غلبہ قائم رہا۔ آخری دور جو ۱۸۸۸ء سے اس زمانے تک پر حاوی ہے، وہ قصباتی حکومت مقامی کی عمومیت، انتظامی نظم کی مزید سادگی اور نیز مرکزی اقتدار کے میلانِ ترقی کا دور ہے۔

جو نظم اس وقت زیر عمل ہے وہ نہ اس درجہ باقاعدہ ہے اور نہ اس کا بیان اس درجہ آسان ہے جیسا فرانس، اطالیہ اور دوسرے براعظمی سلطنتوں کا حال ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے اکثر حصص کے نظم کی بہ نسبت یہ بہت زیادہ پیچیدہ

ہے۔ مگر آخری دو دوروں کے وسیع اصلاحات کے نتیجے کے طور پر اس میں ایسی ہمواری و سادگی پیدا ہو گئی ہے جس کا پچاس برس قبل ہمیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ نظم و نسق کے رقبات کے تنوعات کم کر دیئے گئے۔ عہدہ داروں کی تعداد گھٹا دی گئی ہے اور ان کے تعلقات باہمی زیادہ واضح کر دیئے گئے ہیں، اور مقامی معاملات میں مرکزی حکام کی رہبری زیادہ قوی ہو گئی ہے۔

علاوہ ازیں، اسکاٹلینڈ اور آئرستان کے مقامی ادارات جو سابق میں انگلستان کے ادارات سے بہت مغائر تھے ان میں بھی انگریزی تنظیم و رواج کے ساتھ عمومی یکسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

۱۸۳۲ء کے قبل کی حکومت مقامی

حکومت مقامی کی قدیم، اعیانی اور پیچیدہ صورت حال میں جو تبدیلی عمل میں آئی۔ وہ انیسویں صدی کے آخری تین ربع کی پارلیمنٹی عمومیت کے متوازی چلتی رہی اور اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتی رہی ہے۔ تغیر کے دو دور خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں، ایک وہ دور جو ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے عین مابعد آیا اور جس کا انجام ۱۸۳۵ء کے قانون تشخصیات بلدیہ کے منظور ہونے پر ہوا، اور اسی طرح دوسرا دور ۱۸۸۴ء کے قانون نمائندگی قوم کے بعد آیا اور جس کا ثمر ۱۸۸۸ء کے قانون حکومت مقامی اور ۱۸۹۴ء کے قانون مجالس پرگنہ و پیرش کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اس صدی کے آغاز میں وہی انتظام صوبہ اور "امداد غربا" والی پیرش میں جاری تھا اور شہری انتظام تشخصیۂ قصبات اور بلدی بروں میں رائج تھا۔ صوبے تعداد میں باون تھے۔ ان میں سے اکثروں کی ابتدا اینگلسن زمانے کی تھی اگرچہ بعض صوبے بعد کی صدیوں کے انتظامی تنظیم ہائے جدید سے بھی پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح پر جو آخری صوبے بنائے گئے وہ ویلز کے تھے۔ نیگسنوں کے زمانے سے چودھویں صدی تک صوبے کے انتظام میں سب سے حاوی شکل شیرف (ناظم صوبہ) کی تھی۔ مگر اڈورڈ سوم کے عہد میں ناظمان امن مقرر ہوئے اور آیندہ پانچ سو برس تک ضلع کے تمام انتظامی عدالتی

معاملات بحیثیت مجموعی انھیں کے ہاتھ میں جمع ہو گئے۔ یہ ناظمانِ امن تاجدار کی طرف سے مقرر ہوتے تھے اور زیادہ تر چھوٹے درجے کے زمینداروں اور دیہاتی پادریوں کے طبقات سے لیے جاتے تھے۔ صوبہ کے لوگوں کو ان پر کوئی موثر اقتدار نہیں حاصل تھا۔ اور چونکہ یہ لوگ کم و بیش اعیانی مزاج کے ہوتے تھے، اس لئے ان عہدہ داروں کی ایک چھوٹی سی عدیدیت بن گئی تھی اور وہ مقامی معاملات کا انتظام زیادہ تر اس نظریے کرتے تھے کہ خود اپنے طبقے کے مقاصد کو ترقی دیں۔

صوبے کا خاص حصہ دیوانی پیرشس تھا جو ہمیشہ نہیں مگر علی العموم کلیسائی "پیرش" کے مترادف ہوتا تھا اور اس کی بنائے اولین وہ قدیم گاؤں یا چھوٹے چھوٹے کسانوں کی ایسی زرعی آبادی تھی، جو خود کفیل متحد الامر اور اپنے کھلے ہوئے کھیتیوں کو لئے ہوئے بالکل منفرد ہوتی تھی۔ "پیرشس" کی حکمراں جماعتیں دو ہوتی تھیں، ایک ویسٹری تھی جس کے ارکان بعض جگہ تو تمام محصول دینے والے ہوتے تھے اور بعض جگہ اس میں صرف منتخب شدہ لوگ نشست کرتے تھے۔ اسے نظم و نسق کے عام اختیارات حاصل تھے۔ دوسری مجلس ناظرانِ غربا تھی جن میں الیزبتھ کے سنہ ۱۶۰۱ کے قانون کے بموجب یہ اختیارات حاصل تھے کہ وہ صحیح الجسم غریبوں کے لئے کام مہیا کریں، امداد کی جن دوسری صورتوں کی ضرورت ہو ان کا انتظام کریں اور اس کام کے مصارف پورا کرنے کے لئے مقامی محصول لگائیں۔ لیکن سنہ ۱۷۸۲ کے بعد سے قانونِ امدادِ غربا کے مقاصد کے لیے کئی کئی پیرشوں کو یکجا کر دیا گیا اور ان وسیع تر رقبات کے لئے ناظمانِ امن کی جانب سے جو مجالس متولین مقرر ہوتی ہیں وہ امدادِ غربا کے انتظام میں نیز اور بہت سے معاملات میں واقعی صاحب اقتدار ہو گئی ہیں۔[1]

---

[1] یہ بہت ہی خوب کہا گیا ہے کہ انگلستان میں جدید مقامی حکومت کی تاریخی بنیاد حقیقت میں امدادِ غربا ہے۔ جنکس "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" Jenks, Government of the British Empire. صفحہ ۳۰۸۔

واقعہ یہ ہے کہ قانون امداد غربا کے انتظام میں جیسی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں وہ اکثر نہایت ہی خوفناک ہوتی تھیں۔

انگلستان اور ویلز کے اندر تشخص قصبات کی تعداد ۱۸۳۲ء میں ۲۴۶ تھی۔ وہ آبادی کے ان مرکزوں پر مشتمل تھے جو تاجدار کے عطا کردہ منشورات کی بنا پر مقامی حکومت کے لیے ممیز رتبات بن گئے تھے۔ تاہم یہ رتبات صوبے اور پیرش کے ادارات سے بالکلیہ آزاد نہیں رہے، جس حد تک کہ وہ اپنے منشوروں کے دفعات کے بموجب مخصوص طور پر مستثنیٰ کر دیئے گئے تھے اس کے سوا اور طرح پر وہ ان ناظمانِ امن اور پیرش کے ان کارکنوں کے زیر اقتدار تھے جن کے حدود کے اندر وہ واقع تھے۔ ان کی حکومت کی شکل زیادہ تر ان کے منشوروں کے دفعات کے بموجب متعین ہوتی تھی اور چونکہ یہ دستاویزیں کسی معین اصول کے بموجب تحریر نہیں ہوتی تھیں اس لیے تنظیم کی یکسانی بالکلیہ مفقود تھی تاہم عام طور پر برو عدیدی شخصیہ ہوتا تھا اور اہالی برو یا "آزاد اشخاص" جنھیں خاص تجارتی یا مالیاتی حقوق حاصل ہوتے تھے اور اس کے ساتھ اختیارات کا بھی اجارہ مطلق انھیں کے ہاتھوں میں ہوتا تھا وہ باشندوں کی عام جماعت کے صرف ایک بہت ہی چھوٹے جزو ہوتے تھے۔ برو کی حکمراں قوت ایک مجلس ہوتی تھی جس کے ارکان یا آزاد اشخاص کی طرف سے منتخب ہوتے تھے یا خود وہ جماعت ہی ان کا انتخاب کر لیتی تھی۔ حکومت تقریباً ہمیشہ عدیدی اور غیر ذمہ دار اور عموماً ناکارہ اور اکثر رشوت خوار ہوتی تھی۔

قانون شخصیات بلدی (۱۸۳۵ء)

انقلابی اور نپولینی دور نے وہ تغیرات پیدا کیے جن کی وجہ سے فرانس، پروشیا اور دوسرے براعظمی ممالک میں مقامی حکومت اور خاص کر بلدی حکومت کو آزادی مل گئی تھی اور اسے تقویت پہنچی تھی، مگر انگلستان میں قدیم نظم ہمیشہ کی طرح مضبوطی کے ساتھ اپنی جگہ پر جما رہا۔ اصلاح کے لیے معقول مطالبہ موجود تھا اور جو قصبات حرفی انقلاب سے بہت زیادہ متاثر ہوئے

تھے ان میں سے یہ اکثروں میں "شخصیات" نظم و نسق کے نئے مسایل سے عہدہ برا ہونے میں بالکلیہ ناقابل ثابت ہوئے تاآنکہ پارلیمنٹ کو مجبور ہو کر آبرسانی، صفائی، روشنی اور دوسرے ضروری خدمات کے لیے خاص خاص ماموریات اور مجالس قائم کرنا پڑیں یا ان کے لیے خاص اختیار دینا پڑے۔[1] لیکن ہر ایک دوسری اصلاح کے مانند عمومی طرز پر حکومت مقامی کی ترتیب جدید کا کام اس رجعت کی وجہ سے رکا رہا جو براعظمی کی رست وخیز کی وجہ سے انگلستان میں پیدا ہو گئی تھی اور جب آخرالامر لوگوں کی دہشت کافی حد تک رفع ہو گئی اور وہ پھر سیاسی تنظیم جدید کی طرف متوجہ ہوئے تو حکومت مقامی کے اصلاح کا کام اس وقت تک رکا رہا جب تک پارلیمنٹی اصلاح جیسی اہم اور ہیجان افزا تحریک پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ گئی۔

سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح نے مقامی حکومت کے احیائے جدید کیلیئے راستہ صاف کر دیا اور اس جانب پر زور تحریک پیدا کر دی۔ پہلی اصلاح شدہ پارلیمنٹ نے اس طرف توجہ کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں کی۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں اس نے اسکاٹلینڈ میں برو کی تنظیم جدید کے لئے ایک قانون منظور کیا اس سال کے اواخر میں اس نے ایک شاہی ماموریہ اس غرض سے مقرر کر دیا کہ وہ انگلستان و ویلز میں برو کی حکومت کا بغور مطالعہ کرے۔ سنہ ۱۸۳۴ء میں اس نے ایک قانون ترمیم امداد غربا منظور کیا جس کے بموجب صحیح الجسم اشخاص کے لئے بیرونی امداد بند کر دی گئی، پیرشوں کے اتحادات امداد غربا میں از سر نو جماعت بندی کی گئی۔ ان اتحادات کے اندر امداد کا نظم و نسق مجالس متولین کے ہاتھوں میں دیدیا گیا جو ناظمان امن اور محصول دہندگان کے منتخب شدہ ارکان سے مرکب ہوتی تھیں اور عام نگرانی کے اغراض کے لیئے ایک قومی ماموریۂ قانون امداد غربا قائم کیا۔ کامل تحقیقات کے بعد

[1] ڈبلیو۔ بی منرو۔ "یورپی شہروں کی حکومت" W. B. Munro Government of European Cities مطبوعۂ نیویارک سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳۔

۱۸۳۳ء کے شاہی ماموریہ نے اپنی رپورٹ (یادداشت) پیش کی[1]۔ اس تحقیقات سے بلدی معاملات کے انتظام میں نہایت ہی حیرت افزا ناکامیاں اور بیضابطگیاں روشنی میں آئیں۔ یہ ظاہر تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیئے اور لارڈ جان رسل نے دارالعوام میں جو مسودۂ قانون پیش کیا اس کی مخالفت بہت ہی سُست سی ہوئی۔ دارالامرائے نے تغیر کی رفتار کو روکنا چاہا مگر اسے صرف اتنی ہی کامیابی ہوئی کہ قانون میں بعض ترمیمیں کردی گئیں اور ۱۸۳۵ء کے موسم خزاں میں یہ تجویز قانونِ شخصیاتِ بلدی کے نام سے کتاب قانون پر ثبت ہوگئی۔

یہ جدید قانون انگلستان اور ویلز کے ایک سو اٹھتر برو پر عاید ہوتا تھا۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے بلدیات جن میں تقریباً سنتر پہلے کے برو بھی شامل تھے، اس قانون کے اثر میں نہیں آئے تھے اور لندن اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ اس کا معاملہ جداگانہ وضع قانون سے طے ہوگا۔ لیکن جن برو پر یہ قانون عاید ہوتا تھا، ان کی قانونی حیثیت، ان کے اختیارات، ان کی حکومت کی شکل سب یکساں کردی گئی، اور جن شرائط کے تحت نئے بلدی منشور عطا ہوئے انھیں بھی کما حقہ معین کردیا گیا۔ اب آئندہ سے شخصیہ مقامی جماعت کا وہ قانونی مشخصہ ہوگا جو باشندوں کی طرف سے منتخب ہوگا، انھیں کے لیے کام کریگا اور انھیں کو جواب دہ ہوگا" اور حکمراں عضو ایک مجلس ہوگی جو ان ارکان پر مشتمل ہوگی جنھیں تین برس کے لئے تمام مقامی محصول دہندگان نے مساوی و براہ راست رائے دہی کے ذریعے سے منتخب کیا ہو۔ بلدی نظم و نسق کے حدود کی تعریف کردی گئی

[1] یہ رپورٹ پانچ جلدوں میں اپریل ۱۸۳۵ء میں شائع ہوئی۔ جلد اول خاص رپورٹ پر شامل ہے۔ اور بقیہ چار جلدوں میں وہ شہادتیں ہیں جن کی بنا پر یہ رپورٹ مرتب ہوئی تھی۔ ۱۸۳۷ء ایک جداگانہ رپورٹ لندن کی حکومت سے متعلق پیش کی گئی۔

اور روپیہ کے جمع و خرچ بلدی املاک کے تصرف اور وضع قواعد کے جدید اختیارات عطا کر دیئے گئے۔

اس اہم تجویز کے قبول کرنے کے بعد حکومتِ مقامی کی اصلاح کا معاملہ رُک گیا اور صوبے کی حکومت کا نظم جس پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے بحال خود چھوڑ دیا گیا۔ قدیم نظم کی خرابیاں صوبوں کی بہ نسبت شہروں میں اگر زیادہ بڑھی ہوئی نہیں تھیں تو زیادہ عیاں ضرور تھیں۔ علاوہ ازیں تغیر کے سب سے زیادہ سخت مخالف اعیانی زمیندار تھے۔ اس لیے یہ ایک طبعی امر تھا کہ جس طرح پارلیمنٹی انتخابات نے اول شہروں میں عمومی حیثیت پیدا کی اسی طرح حکومتِ مقامی کی اصلاح بھی دیہاتی جماعتوں کی بہ نسبت شہری جماعتوں میں زیادہ تیز رفتار کے ساتھ چلے۔ حقیقت یہ ہے کہ متواتر ترمیمی قوانین نے ۱۸۳۵ء کے "قانون واستحکام شخصیات بلدی" کے لیے راستہ تیار کر دیا۔ اس قانون نے انگریزی بلدی حکومت کو صوبوں کی حکومت میں کسی قسم کے قابل لحاظ تغیر سے پہلے ہی اپنی موجودہ بنیاد پر قائم کر دیا۔[۱]

---

[۱] ۱۸۳۵ء تک کے انگریزی مقامی ادارات کی تاریخ پر تفصیل کے ساتھ کتب ذیل میں بحث کی گئی ہے:- میری وید ووامے۔ جے اسٹیون "سلطنت متحدہ کے برو اور بلدی شخصیات کی تاریخ" Merewether and A. J. Stephens, History of the Boroughs and Municipal Corporations of the United Kingdom ۳ جلد مطبوعہ لندن ۱۸۳۵ء

ایس و بی ویب "انگریزی مقامی حکومت از زمانِ انقلاب تا قانون شخصیات بلدی" S and B Webb, English Local Government from the Revolution to the Municipal Corporation Act, ۳ جلد مطبوعہ لندن نیویارک ۱۹۰۶-۸ء ان میں سے پہلی تصنیف بلدی اصلاح کے معاملہ کو ترقی دینے کے لئے لکھی گئی تھی لیکن وہ معتدل اور قابلِ اعتماد ہے۔ دوسری تصنیف خصوصیت کے ساتھ جامع ہے اس کی جلد سوم میں حکومت برو کی تاریخ کے متعلق غالباً بہترین بحث موجود ہے۔ مختصر بیان کے لئے مے وہالینڈ کی کتاب "انگلستان کی دستوری تاریخ"

انیسویں صدی کے وسط میں رقبات و حدود اختیارات میں ابتری

وکٹوریہ کے دور کے اوائل و وسط میں مقامی حکومت سے متعلق بہت کثرت سے قوانین وضع کئے گئے مگران میں سے بیشتر قوانین عام ہونے کے بجائے زیادہ تر مختص تھے یہ قوانین زیادہ تر شاہراہوں، قبرستانوں، ترقی صحت کے لیے اضلاع کے قیام وانتظام "قانون ترقی" کے مطابق اضلاع کے قائم کرنے" اور خاص کر فاسٹر والے ۱۸۷۰ء کے قانونِ تعلیمات کے تحت مدارسی رقبات کے قیام وانتظام سے تعلق رکھتے تھے۔ ہر ایک نئے قانون کے ساتھ ساتھ حدود اختیارات اور ذرائع کار کی ابتری بڑھتی جاتی تھی۔ مروجہ حکمتِ عملی یہ تھی کہ ہر ایک نئی ضرورت کا انتظام اس طرح کیا جائے کہ اس خاص ضرورت کے پورا کرنے کے لئے ایک نیا ادارہ قائم کیا جائے اور جو انتظامات اس طرح ہوتے تھے وہ شاذو نادر ہی تمام ملک میں یکساں ہوتے اور نہ ان انتظامات کے ساتھ جو دوسرے اغراض کے لیئے پہلے سے موجود ہوتے تھے انھیں کوئی قرین عقل تعلق ہوتا تھا۔ جیسا کہ لوئل نے بیان کیا ہے، ۱۸۷۱ء تک ملک صوبوں مجموعوں اور پیرشوں میں منقسم، اور برو، شاہراہ، قبرستان، حفظانِ صحت قانونِ آرائش، مدارس اور دیگر اقسام کے قطعات سے بھرا ہوا تھا، اور پیرشوں اور مجموعوں کے سوا ان رقبات میں کسی رقبے کو بقیہ رقبات سے کوئی تعلق نہیں تھا[1]۔ روز بروز ترقی پذیر آبادی کے سریع التغیر حالات کے ساتھ انتظامی نظم کو تطبیق دینے کے لئے پارلیمنٹ قانون پر قانون بناتی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ شاخ در شاخ اختیارات کا ایک جنگل بن گیا جو طالب علم کے لیئے حیران کن اور منتظم و کفایت شعارانہ نظم و نسق کے لیے مہلک ہو گیا۔ یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) May and Holland;Constitutional History of England جلد دوم باب ۱۵ دیکھنا چاہئے۔

[1] "حکومتِ انگلستان" جلد دوم، صفحہ ۱۳۵۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ۱۸۸۳ء میں انگلستان و ویلز کے اندر ایک دوسرے سے آزاد مقامی ادارات ۲۷۰۶۹ سے کم نہیں تھے[1] اور محصول دہندے اٹھارہ مختلف اقسام کے محصولوں سے زیر بار تھے۔

قانون حکومتِ مقامی (۱۸۸۸ء) اور قانون مجالس ضلع و پیرش (۱۸۹۴ء)

۱۸۷۰ء کے قانون تعلیمات کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے مقامی حکومت کے اختیارات کے مضاعف در مضاعف ہونے کا خاتمہ کر دیا۔ سادگی و یکجہتی کی ضرورت پہلے ہی نہایت مسلم ہو چکی تھی۔ ۱۸۷۱ء میں مجلس امداد غربا (جو ۱۸۴۷ء میں ماموریہ امداد غربا کے بجائے قائم ہوئی تھی) مجلسِ حکومتِ مقامی کی صورت میں بدل دی گئی جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک ہی محکمے میں صحت عامہ، امداد غربا اور حکومتِ مقامی سے متعلقہ قوانین کی نگرانی مجتمع ہو جائے، اور جب ۱۸۷۲ء میں تمام ملک شہری اور دیہی حفظان صحت کے قطعات میں تقسیم کیا گیا تو یہ کام اس طرح سے عمل میں آیا کہ تاحدِ امکان انتظامی نظم کی موجودہ پیچیدگیوں میں کم سے کم اضافہ ہو[2]۔ لیکن

---

[1] - ان میں ۵۲ صوبے، ۲۳۹ بلدی برو، "قانونِ ترقی مقامی" کے اضلاع ۱۰۰۶، شہری حفظانِ صحت کے اضلاع، ۵۷۷ دیہی حفظان صحت کے اضلاع ۲۵۱۰، مجلس مدارس کے اضلاع ۲۳۴۴، شاہراہوں کے اضلاع ۸۵۲، مجلس قبرستان کے اضلاع ۶۴۹، امداد غربا کے مجموعے ۶۴۹، ۱۴۹، امداد غربا کے پیرش اور ۱۳۰۰، کلیسائی پیرشس شامل تھے۔ ۱۸۸۳ء میں جو حالت تھی اس کے متعلق جی۔ ایل۔ گوم کے خطبات دربارۂ "اصول حکمت مقامی" G. L. Gomme Lectures on the Principles of Local Government مطبوعۂ لندن ۱۸۹۷ء، صفحات ۱۲۔۱۳ دیکھنا چاہئیں۔

[2] - اس وقت جو انتظامات ہوے وہ ۱۸۷۵ء کے وسیع قانون صحت عامہ میں جاری رہے۔ "لوئل حکومت انگلستان" Lowell, Government of England, جلد دوم صفحہ ۱۳۷۔

زیادہ تر جن دو قوانین نے ابتری و پریشانی کے بجائے نظم و ترتیب کی صورت پیدا کی وہ ۱۸۸۸ء کا قانون حکومت مقامی اور ۱۸۹۴ء کا اضلاع اور پیرشوں کے مجالس کا قانون تھا۔ ان میں سے پہلا قانون جس کا ذکر عام طور پر قانون مجالس صوبہ کے نام سے ہوتا ہے، ۱۸۳۲ء کے قانون تشخیصات بلدی اور ۱۸۸۴ء کے قانون نمایندگی قوم کا نتیجہ تھا، اس کا مقصود یہ تھا کہ برو کے اصلاح شدہ نظم کو ضلع کی حکومت پر عاید کرے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جدید حق رائے دہی کی مستحق دیہی آبادی کو ضلع کے معاملات میں مزید نگرانی سپرد کرے۔ اس قانون نے باسٹھ انتظامی صوبے قایم کیئے (جن میں سے بعض کے حدود وہی تھے جو تاریخی صوبوں کے تھے اور بعض ان اضلاع کے اجزا تھے)، اور اسی طرح اکسٹھ "صوبہ داری برو" قایم کیئے جو پچاس ہزار سے زائد آبادی رکھنے والے قصبات تھے[1]۔ ہر صوبے اور برو و صوبہ داری برو میں ایک مجلس قائم کی گئی جس کے ارکان زیادہ تر (کم از کم، دو ثلث) انتخابی تھے اور ناظمان امن کے انتظامی فرائض اسی مجلس کی طرف منتقل کر دیئے گئے اور عہد قدیم کی ان یادگاروں (یعنی ناظمان امن) کے قبضے میں تقریباً صرف عدالتی اقتدار باقی رہ گیا۔

دیہی حکومت میں عمومیت پیدا کرنے کا جو کام اس طرح لارڈ سالبری کی کنسرویٹو (شخصی) وزارت ۱۸۸۸ء میں شروع کیا اسے ۱۸۹۴ء میں گلیڈ اسٹن اور روز بری کی آزاد خیال وزارتوں نے "قانون مجالس پرگنہ و پیرش" کے ذریعے سے انجام کو پہنچایا[2]۔ اس قانون میں یہ قرار دیا گیا کہ (۱) ہر صوبہ شہری اور دیہی اضلاع میں اور ہر ضلع پیرشوں میں تقسیم کیا جائے۔ (۲) ہر ضلع اور ہر دیہی

[1] صوبہ داری برو کی تعداد بتدریج بڑھتی رہی تا آنکہ ۱۹۱۹ء میں بیاسی ہو گئی۔
[2] یہ ملحوظ رہے کہ ۱۸۸۸ء میں ابتدائی مقصد یہی تھا کہ ضلعوں اور صوبوں دونوں کی تنظیم کو زیر بحث لایا جائے مگر اس سال کا قانون مختتم صورت میں جس طرح منظور ہوا اسے صرف صوبوں سے سروکار تھا۔

پیرش میں (جس کی آبادی تین سو سے زائد ہو) ایک منتخب شدہ مجلس ہو اور چھوٹے سے چھوٹے پیرش میں ایک ابتدائی جمعیت ہو جو ان اشخاص پر مشتمل ہو جن کے نام حکومتِ مقامی اور پارلیمنٹی رجسٹر میں درج ہوں۔ ویسٹری کے تمام ملکی فرائض پیرش کی مجلسوں اور جمعیتوں کی طرف منتقل کر دیئے گئے اور اس کے قبضے میں صرف کلیسائی معاملات کی نگرانی رہ گئی۔ ضلع کی مجلسیں خواہ دیہی ہوں یا شہری ہوں انھیں حفظان صحت اور شاہراہوں کی نگرانی سپرد کر دی گئی۔

۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۴ء کے قوانین کے اثرات دو قسم کے پڑے۔ اولاً یہ کہ انھوں نے ملک کے دیہی حصص کے مقامی معاملات کو عمومی منتخب شدہ جماعتوں کے قبضے میں دیدیا، ثانیاً یہ کہ ان قوانین کے منظور ہو جانے سے یہ موقع مل گیا کہ صوبے، بلدیہ، ضلع اور پیرش کی مجلسوں اور مجالس متولین و مجالس مدارس کے سوا اور بقیہ تمام مقامی حکمراں جماعتوں کو معاً یا تدریجاً منسوخ کر دیا جائے، اور اس طرح ان قوانین نے مقامی حکمراں نظم کی اس تدریجی سادگی کے پیدا کرنے میں بہت بڑی مدد دی جو زمانے کی نہایت طمانیت بخش ترقیوں میں سے ایک ترقی ہے۔ صرف ۱۸۹۴ء کے قانون نے آٹھ ہزار با اقتدار جماعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اس وقت کے بعد سے با اقتدار جماعتوں کی تنگی اور رقبوں کا اخراج معقول حد تک آگے بڑھ گیا ہے۔ اس مسئلے کی جانب سب سے زیادہ نمایاں سعی یہ کی گئی کہ ۱۹۰۲ء کے قانونِ تعلیمات کی رو سے مدارسی اضلاع ساقط کر دیئے گئے اور مجالس مدرسہ کے فرائض صوبوں برو اور پرگنے کی مجلسوں کی طرف منتقل ہو گئے۔ ۱۹۰۹ء کے کمیشن امداد غربا کی قلت و کثرت دونوں جانب کی رپوٹ بھی تھی کہ مجلس امداد غربا منسوخ کر دیا جائے مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔[1]

---

[1] ۱۸۸۸ء کے بعد سے حکومت مقامی کے تغیرات کی تاریخ کو مے اور ہالینڈ نے اپنی کتاب "انگلستان کی تاریخ دستوری" (Constitutional History of England) جلد سوم

موجود الوقت حکومت مقامی؛ مرکزی نگرانی۔

حکومت مقامی کے نظم پر جس طرح اس وقت عمل ہوتا ہے وہ کسی طرح بے ربطی سے خالی نہیں ہے۔ پھر بھی اس میں ایک ایسی ترتیب و سادگی موجود ہے جو چند سال پہلے بالکل ہی مفقود تھی۔ رقبات نظم ونسق کی گوناگونی میں کمی ہوگئی ہے عہدہ داروں کی تعداد گھٹا دی گئی ہے اور ان کے تعلقات باہمی میں بھی سادگی پیدا کر دی گئی ہے اور مقامی معاملات میں مرکزی حکام کی رہنمائی کو تقویت حاصل ہو گئی ہے۔ مختصر یہ کہ اس وقت حالت یہ ہے کہ تمام مملکت صوبوں اور اضلاعی بروں میں منقسم ہے، صوبے دیہی و شہری اضلاع اور بروں میں منقسم ہیں، پھر یہ اضلاع پیرشوں میں منقسم ہیں اور پیرش مجموعہ جات امدادِ غربا میں مجتمع کر لئے گئے ہیں۔ لندن کے شہر کی تنظیم خود اس کے خاص طرز پر ہے۔ اس نظم کے کیفیات اصلی کو واضح کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ مختصراً اس تعلق کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو مقامی و مرکزی کارکنانِ نظم ونسق کے درمیان قائم ہے اور جن خاص خاص حکومتی اکائیوں کا نام لیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک کی اہم خصوصیات بتا دی جائیں۔

انگلستان کی حکومت مقامی کی تاریخ میں بیشتر مدارج ایسے ہیں کہ اس حکومت کے چلانے میں مرکزی حکام کی جانب سے اس سے کم مداخلت و ہدایت ہوئی ہے جتنی مختلف براعظمی سلطنتوں کی مقامی حکومت میں ہوئی ہے۔ اس وقت بھی صوبہ یا برو کے اندر عام انتظام اس مفہوم میں موجود نہیں ہے جس مفہوم میں فرانسیسی حکومت صوبہ دار کی شکل میں فرانسیسی صوبوں میں موجود ہے یا جرمانی حکومت "نظم ونسق" کے کارکن کی حیثیت میں جرمانی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) باب ۵ میں زیادہ تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو پیچیدگی اس وقت تک موجود ہے اس پر گوم نے اپنے مضمون "حکومتِ مقامی کی ابتری" Gomme; "The Chaos of Local Government مطبوعہ کانٹمپوریری ریویو مارچ ۱۹۱۲ء میں زور دیا ہے۔

اضلاع میں موجود ہے۔ تاہم گزشتہ تین ربع صدی میں انگلستان کی انتظامی اصلاح کی ایک قابل لحاظ حیثیت یہ رہی ہے کہ امدادِ غربا، تعلیمات، مالیات، حفظانِ صحت اور مقامی حکمراں جماعتوں کے دوسرے مختلف فرائض کے اعتبار سے اگر اصطلاحی معنی میں مرکزیت نہیں پیدا ہوئی تاہم مرکزی نگرانی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ اس وقت پانچ وزراتی محکمے ایسے ہیں جو کم یا زیادہ اس قسم کی نگرانی عمل میں لاتے ہیں۔ ایک دفترِ داخلی ہے جو پولیس اور معائنۂ کارخانجات پر خاص نظر رکھتا ہے۔ دوسری مجلس تعلیمات ہے جو ان تعلیمی ذرائع کی ہدایت و نگرانی کرتی ہے جنھیں سرکاری سرمائے سے مدد ملتی ہے۔ تیسرے مجلس زراعت ہے جو بازار اور امراض حیوان سے متعلق قوانین کے نفاذ کی نگرانی کرتی ہے، چوتھی مجلس تجارت ہے، جو پانی گیس اور قوتِ برقی کے مہیا کرنے اور "بلدی تجارت" کی دوسری شکلوں سے متعلق معاہدات کی تحقیقات کرتی اور ان کی منظوری دیتی ہے۔ پانچویں تھا (اور ۱۹۱۹ء تک سب سے زیادہ اہم) مجلسِ حکومت مقامی تھی جو قوانین امدادِ غربا کے عملدرآمد اور مقامی عہدہ دارانِ حفظانِ صحت کے مستعدانہ کاموں کا انتظام کرتی، مقامی جماعتوں کے مالی کاموں کی نگرانی کرتی اور دوسرے بہت سے انضباط و نگرانی کے فرائض انجام دیتی تھی جن کا شمار کرنا باعثِ طولِ عمل ہے۔ جیسا کہ پہلے تشریح ہو چکی ہے، ۱۹۱۹ء کے جس قانون نے وزارتِ صحت قائم کی اس نے مجلس حکومتِ مقامی کو منسوخ کر دیا یا زیادہ صحیح طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ اس کے فرائض کو نئے محکمے کے فرائض میں جذب کر دیا۔ پس اب پانچواں مرکزی انضباطی محکمہ وزارت صحت ہے، اور جب تک کہ زیرِ غور ترتیب جدیدہ عمل میں نہ آئے، یہ محکمہ عمومی طور پر مقامی معاملات صحت سے متعلق تمام امور کی اعلیٰ مرکزی نگرانی کے علاوہ سابق مجلسِ حکومتِ مقامی کا فرض بھی ادا کرتا رہے گا مقامی معاملات پر ان محکموں کے اختیارات مختلف طور سے عمل میں آتے ہیں، مگر زیادہ تر احکام و ضوابط، حکومتِ مقامی کے منظور کردہ یا مجوزہ تجاویز کی منظوری یا عدم منظوری اور ماہرانہ صلاح و ہدایت کے ذریعے سے عمل میں آتے ہیں۔ اس کہنے کی ضرورت نہیں معلوم

ہوتی کہ مقامی ارباب اقتدار کے اختیارات و فرائض ہر وقت پارلیمنٹی وضع قوانین کے زیرِ اثر رہتے ہیں[1]

دیہی حکومت مقامی کے رقبات، صوبہ۔

جب سے ۱۸۸۸ء کا قانون حکومت مقامی منظور ہوا ہے اس وقت سے انگلستان میں دو قسم کے صوبے ہیں۔ اوّل تاریخی صوبے جن کی تعداد باون ہے اور جو پارلیمنٹی انتخابات فوج محافظ ملک کی تنظیم اور انتظام عدالت کے رقبات کی حیثیت سے زمانہ سابق سے چلے آرہے ہیں۔ ان کے عہدہ دار یعنی نائب السلطنت، شیرف (ناظمِ صوبہ[2]) اور ناظمان امن بالواسطہ یا بلا واسطہ تاجدار کی طرف سے

---

[1] حکومت کے مرکزی و مقامی کارکنوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں کتب ذیل دیکھنا چاہئیں:۔ لوئل "حکومتِ انگلستان" Lowell Government of Fngland جلد دوم باب ۲۶۔ پی۔ اشلی "مقامی و مرکزی حکومت" P. Ashle Local and Central Government مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء باب اوّل۔ جے۔ ریدلچ و ایف۔ ڈبلیو ہرسٹ "انگلستان میں حکومت مقامی" Redlich and Hirst Local Government in England, مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء جلد دوم حصۂ ششم۔ ایم۔ آر مالٹبی "زمانۂ حال کی انگریزی مقامی حکومت مرکزی و مقامی حکومت کے باہمی تعلقات کا مطالعہ" M. R. Maltbie, English Local Government of today ; a study of the Relations of Central and Local Government, مطبوعۂ نیویارک ۱۹۰۸ء۔ جی۔ ٹی۔ ریڈ "انگلستان میں نظم و نسق عامہ کا بدو و آغاز و ارتقا" G. T. Reid Origin and Development of Public Administration in England مطبوعۂ لندن ۱۹۱۳ء مرکزیت کے میلان پر جے۔ ریگا کی کتاب "انگلستان میں انتظامی و مالیاتی مرکزیت کی تحریک" J. Raiga Mouvement de centralisation administrative et financiere en Angleterre مطبوعۂ پیرس ۱۹۱۳ء۔

[2] شیرف (ناظم صوبہ) کا عہدہ نارمنی فتح سے قبل کا ہے، بارھویں صدی تک ناظمِ صوبہ تاجدار کے خاص الخاص مقامی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ایک بہت بڑا فوجی، مالی اور عدالتی شخص بن گیا تھا اور اپنے اختیار کو موروثی بنا دینے کی طرف اس کا قوی

مقرر ہوتے ہیں لیکن انتظامی صوبے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد باسٹھ ہے اور یہ سب ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۴ء کے قوانین حکومتِ مقامی کی رُو سے قائم اور منضبط ہوئے ہیں۔ ان انتظامی صوبوں میں سے چھ صوبے جغرافی طور پر قدیم صوبوں سے عین مطابق ہیں اور بیشتر ایسے ہیں کہ وہ ان تاریخی رقبات سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہیں جن پر ان کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان میں وہ بیاسی صوبہ جاتی برو شامل نہیں ہیں جو ان کے اندر واقع ہیں[۱۵] مگر وہ تمام غیر صوبجاتی برو اور تمام دیہاتی اضلاع پر مشتمل ہیں۔ پس اس طرح یہ رقبات کسی نہج سے بالکلیہ دیہی نہیں ہیں۔ وسعت و آبادی کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے سے نہایت مغائر ہیں۔ سب سے چھوٹا صوبہ رٹلینڈ ہے جس میں ۱۹،۷۰۹ باشندے ہیں اور سب سے بڑا صوبہ لینکاشائر ہے جس کی آبادی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میلان تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے اختیار میں تراش و خراش ہوتی گئی تا آنکہ اب یہ عہدہ اگرچہ ظاہری شان رکھتا اور کسی حد تک ذمہ داری سے بھی معرا نہیں ہے مگر اس کی عملی اہمیت کچھ بھی نہیں ہے۔ اب جو خاص فرائض ناظم صوبہ پر عاید ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔ (۱) پارلیمنٹی انتخابات کے وقت صوبہ کے عہدہ دار انتخاب کنندہ کی حیثیت سے کام کرنا (۲) بادشاہ کے جج جب دورے پر ہوں تو ان کا خیر مقدم کرنا اور ان کے پاس حاضر رہنا۔ (۳) جوریوں کا طلب کرنا اور (۴) عدالتوں کے فوجداری و دیوانی کے فیصلوں کو عمل میں لانا۔ ان میں سے اکثر فرائض جو خالصتہً مراسمی نہیں ہیں، انھیں ناظم ضلع کے مددگار انجام دیتے ہیں۔ اس کی مدت عہدہ ایک برس ہے اور اس عہدہ کی کوئی تنخواہ نہیں ہے۔ میٹلینڈ کہتا ہے کہ "انگلستان کے انصاف و پولیس کی تمام تاریخ ناظم صوبہ کے زوال و سقوط کی سرخی کے تحت آسکتی ہے۔" ("انصاف و پولیس" صفحہ ۶۹) ملاحظہ ہو ولسن کی کتاب "سلطنت" Wilson, The State طبع ۱۹۱۱ء صفحات ۲۲۵-۲۲۶۔

[۱۵] - اضلاعی برو کی فہرست کے لئے "اسٹیٹسمین ایلبک" ۱۹۱۹ء صفحات ۱۶ - ۱۴ دیکھنا چاہئے۔

۳۶۴۲۷۸۱۹۶ نفوس کی ہے۔ ہر انتظامی صوبہ پر صوبہ کی مجلس کے ذریعے سے حکومت ہوتی ہے۔ یہ جماعت افراد ذیل سے مرکب ہے (۱) ارکانِ مجلس جن کا انتخاب تین برس کے لئے یک رکنی انتخابی حلقوں سے ہوتا ہے اور حق رائے دہی مردوں اور عورتوں دونوں کو حاصل ہے جس کا معیار زیادہ فیاضانہ ہے[1] (۲) آلڈرمین جن کا انتخاب بھی عمومی طریق سے منتخب شدہ ارکان مجلس خود اپنی جماعت یا باہر کے لوگوں سے چھ برس کے لئے کرتے ہیں[2] آلڈرمین کی تعداد دوسرے ارکان مجلس کی تعداد سے ثلث ہوتی ہے اور ان میں سے نصف اشخاص ہر تیسرے سال کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ ارکان کی ان دونوں شقوں میں اختیارات یا فرائض کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں ہے۔ ارکانِ مجلس کے انتخاب میں فریقانہ جذبے کا اظہار بہت ہی کم ہوتا ہے اور انتخابات اکثر غیر متنازعہ ہوتے ہیں۔ ارکان زیادہ تر، زمینداروں، بڑے کاشتکاروں، اور اہلِ فن سے لئے جاتے ہیں مگر اب ادنیٰ متوسط اور طبقۂ مزدوراں کے

---

[1] ۔ ۱۹۱۸ء کے قانون نمائندگی قوم کے ذریعہ سے مقامی مجالس کے انتخاب کنندگان کی تعداد میں بہت وسیع اضافہ ہو گیا تھا۔ انگلستان اور ویلز اور آئرستان میں اس جماعت انتخاب کنندگان میں اکیس برس اور زائد عمر کے وہ تمام مرد و زن شامل ہیں جو کسی قانونی ناقابلیت کے زیر اثر نہیں ہیں اور جو "مشترکا" یا "منفردا" ، حکومت مقامی کے حدود کے اندر بہ حیثیت مالک یا کرایہ دار کے کسی اراضی یا عمارت پر قابض ہوں اور اس قبضہ کو ۱۵ / جنوری یا ۱۵ / جولائی کو چھ مہینے گزر گئے ہوں۔ علاوہ ازیں مقامی حکومت کے ہر ایک انتخاب کنندے کی بیوی بشرطیکہ تیس برس کی عمر ہو، بلا بحث ذاتی قبضہ اراضی یا عمارت کے، رائے دہندوں میں شامل ہے۔ اسکاٹلینڈ کے انتظامات اس سے کسی قدر مختلف ہیں اور ان کا معیار ذرا بلند ہے۔

[2] ۔ اگر کوئی رکن مجلس آلڈرمین میں شامل کر دیا جاتا ہے تو بہ حیثیت معمولی رکن کے اس کی جگہ خالی ہو جاتی ہے اور دوبارہ خاص انتخاب سے پُر کی جاتی ہے۔

نمائندے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ نمایاں ہورہے ہیں۔ یہ مجلسیں تعداد ارکان کے اعتبار سے بہت مختلف ہیں مگر اوسط تعداد ارکان کم و بیش پچھتر ہوتی ہے۔ اتنے آدمیوں کا مختصر وقفوں کے بعد جمع ہوتے رہنا آسان نہیں ہے اس لئے یہ جمعیتیں بالعموم سال میں چار مرتبہ سے زائد مجتمع نہیں (ہوتیں جو قانوناً لازمی ہے) اور جو کثیر کام ان جمعیتوں پر عاید ہیں وہ زیادہ تر مجالس ذیلی کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔ ان میں بعض مجالسِ ذیلی قانوناً لازمی ہیں جیسے مجلسِ مالیات، مجلسِ تعلیمات، مجلس معذورین، ان کے سوا دوسری مجلسیں حسب ضرورت قائم کرلی جاتی ہیں۔ نظم و نسق کا مسلسل کام عہدہ داروں کا ایک گروہ انجام دیتا ہے، جن میں اکثر کا انتخاب مجلس کرتی ہے اور انھیں معقول حد تک دوام میعاد حاصل ہوتی ہے، ان عہدہ داروں میں محرر، صدر عہدہ دار کوتوالی، خازن، پیمائش کنندہ کیمیاداں وغیرہ ہوتے ہیں۔

مجلس کے اختیارات و فرائض کثیر النوع ہیں ۱۸۸۸ء کے جس قانون نے ناظمانِ امن کے انتظامی و مالی فرائض کو اس نئی جماعت کی طرف منتقل کردیا اور ناظموں کے پاس ان کی عدالتی فرائض باقی رہنے دیئے، اس قانون میں ان فرائض کی سولہ شقیں شمار کی گئی ہیں جن میں سے زیادہ اہم یہ ہے:۔ روپیے کا جمع کرنا، اس کا خرچ کرنا اور قرض لینا، صوبے کے املاک، عمارات، پُل، دارالمجانین اصلاحی و حرفتی مدارس کی خبرگیری، فروخت منشیات کے علاوہ اور بعض اقسام کے اجازت نامے عطا کرنا[1] خاص خاص شاہراہوں کی خبرگیری کرنا، چشموں کا کثافت و گندگی سے محفوظ رکھنا اور چوپایوں، پرندوں، مچھلیوں اور کیڑوں کے متعلق مختلف ضوابط کا نافذ کرنا۔ ۱۹۰۲ء کے قانونِ تعلیمات نے اس مجلس کو شہری حصوں کو چھوڑ کر تمام صوبے کے اندر مدارس پر بھی بااقتدار بنادیا۔ اس کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ ابتدائی مدارس کے لئے کافی انتظام کیا گیا ہے اور چاہے تو اعلیٰ تعلیم کے ذرائع کے قائم رکھنے میں بھی امداد

[1] منشیات کے اجازت نامے ناظمانِ امن عطا کرتے ہیں۔

دے۔ صوبہ کے اندر پولیس کی نگرانی ایک مشترک مجلس ذیلی کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو اس مجلس اور ناظمان امن دونوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ آخری امر یہ ہے کہ یہ مجلس صوبہ کے لئے ضمنی قانون بنا سکتی، نیچے درجے کی دیہی بااقتدار جماعتوں کی نگرانی کرسکتی اور جب یہ بااقتدار جماعتیں بے پروا ثابت ہوں تو ان کے فرائض کو خود انجام دے سکتی ہے۔[1]

دیہی حکومت مقامی کے دوسرے رقبات

انتظامی صوبوں میں چار قسم کی مقامی حکومت کے رقبات شامل ہیں۔ دیہی اضلاع، دیہی پیرش، شہری اضلاع اور بلدی برو۔ انگلستان و ویلز میں دیہی اضلاع ۶۶۲ ہیں ان کے حدود بالعموم وہی ہیں جو دیہی امداد غربا کے مجموعوں کے ہیں یا مجموعوں کے ان دیہی حصص سے متفق الحدود ہیں جو دیہی بھی ہیں اور شہری بھی مگر وہ ایک صوبے سے زائد کے حصص پر حاوی نہیں ہوسکتے۔ ہر ضلع کا حکمراں ادارہ ایک مجلس ہے اور یہ ان اشخاص پر مشتمل ہے جن کا انتخاب دیہی پیرش اپنی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے کرتی ہیں یہ انتخابات زیادہ تر سہ سالہ ہوتے ہیں، (اور اس مجلس میں عورتیں بھی قابلِ انتخاب ہیں) حسب قاعدہ ایک ثلث ارکان ہر سال کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ مجلس کا انعقاد مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ ہوتا ہے اور اس کے خاص قوانین ذمہ داری صحتِ عامہ کا نفاذ اور ان سڑکوں کی خبر گیری ہے جو "شاہراہ" کے قسم میں داخل نہیں ہیں۔ اس انتظام کے مصارف کا ایک جزو پورا کرنے کے لئے اسے ضلع پر مقامی محصول لگانے کا اختیار ہے۔ ضلع

---

[1] لوئل "حکومتِ انگلستان" (Lowell Government of England) جلد دوم، صفحات ۲۶۲۔ ۲۶۵۔ ڈبلیو۔ اینڈرسن کا مضمون "انگلستان نے بعض مانوس عام صوبہ داری مسائل کو کس طرح حل کیا ہے" Anderson, "How England has Solved some Familiar County Problems" مطبوعہ "نیشنل میونی سپل ریویو" جولائی ۱۹۱۸ء دیکھنا چاہیئے۔

کے خاص تنخواہ دار اور مستقل عہدہ دار جن کا انتخاب یہ مجلس کرتی ہے وہ حسب ذیل ہیں :۔ محرر، خازن، طبی عہدہ دار، پیمائش کنندہ، اور معائنہ کنندگانِ حفظانِ صحت کی ایک جماعت۔

پیرشش دو طرز کے ہوتے ہیں، ایک دیہی دوسرے شہری اور انگلستان و ویلز میں ان کی تعداد کم و بیش پندرہ ہزار ہے۔ شہری پیرشوں کی کوئی انتظامی اہمیت نہیں ہے اور ان کے مزید بیان کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔[1] لیکن دیہی پیرشش جو حالتِ جمود میں پڑے ہوئے تھے، ان میں ۱۸۹۴ء کے قانون سے نئی زندگی پیدا ہو گئی ہے اور اِس وقت یہ پیرش دیہی انتظامی نظم میں ایک چھوٹی سی مگر قابل قدر جگہ رکھتے ہیں۔ ان کی تنظیم ایک حد تک ان کی آبادی کے اوپر منحصر ہے لیکن ہر پیرشش میں ایک "جمعیت پیرش" ہوتی ہے جس میں (بشمول زنان) وہ تمام اشخاص شرکت کا حق رکھتے ہیں جو مقامی حکومت یا پارلیمنٹ کی رائے دہی کے رجسٹروں میں درج ہوں۔ یہ جمعیت (جو در حقیقت کوئی نیابتی جماعت نہیں بلکہ ایک ابتدائی جمعیت ہے)، اس کا انحصار اِس پر ہے کہ پیرش میں کوئی مجلس (مذکورہ بالامعنی میں) ہے یا نہیں۔ جن پیرشوں میں تین سو یا اس سے زائد نفوس کی آبادی ہو ان میں مجلسوں کا ہونا ضروری لیکن ہے اور دوسری پیرشش بھی اگر چاہیں تو (مجلسِ صوبہ کی اجازت سے) اب ایسا کر سکتی ہیں۔ یہ مجلس پانچ سے پندرہ ارکان تک پر مشتمل ہوتی ہے (جن میں عورتیں بھی حقِ انتخاب رکھتی ہیں) اور علی العموم تین برس کے لئے منتخب ہوتی ہے۔ اگر مجلس قائم ہوتی ہے تو پھر پیرش کی جمعیت کا اس سے زیادہ کچھ کام نہیں ہوتا کہ وہ ارکان مجلس کا انتخاب کر دے اور ان کے کاموں پر نقد کرے۔ اِس صورت میں اِس محفل کا انعقاد سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس قسم کی مجلس نہیں ہوتی تو جمعیت ناظرانِ کار کی ایک جماعت

---

[1] ۔ مگر جنکس کی کتاب "برطانی شہنشاہی کی حکومت" Jenks: Government of the British Empire. صفحہ ۲۱۲ دیکھنا چاہیئے۔

منتخب کر دیتی ہے جو روزمرہ کے کاموں کے چلانے میں اس کی نمائندگی کرتی ہے اور اس صورت میں اس کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ہوتا ہے۔ بہر حال تنظیم کی صورت جو کچھ بھی ہو مگر پیرشس کے ارباب اقتدار کے اختیارات کی فہرست اگر شاندار نہیں تو وسیع ضرور ہے۔ ان اختیارات میں پیرش کی عامانی جائداد کا انتظام، تحفظ آتش زدگی بہم رسانی، مقامی حفظانِ صحت کا معائنہ، راستوں کا قائم رکھنا، اور پیرش کے اندر دنیاوی خیرات کے امینوں کا تقرر یہ سب امور داخل ہیں لیکن بیشتر پیرشوں کی قلت آبادی، اور اس کے ساتھ اجرائے محصول کے اختیارات پر قانونی و عملی شدید تحصیر میں علی العموم پیرشوں کے ارباب اقتدار کو کثیر و وسیع تجاویز کے اختیار کرنے میں مانع رہتی ہیں۔

امداد غربا کے انتظام کے لیئے ۱۸۸۲ء سے مجموعہ جات امداد غربا قائم ہیں، جن کے تحت متعدد پیرشس باہم ملا دیئے گئے ہیں، اور عام طور پر اس اتحاد میں وسعت یا آبادی کی مساوات کا خیال نہیں کیا گیا ہے۔ ۱۸۹۴ء میں جو دیہی و شہری اضلاع قائم کیے گئے ہیں وہ بالعموم ان مجموعوں سے متفق الحدود ہیں اور دیہی اضلاع میں قدیم "مجلس متولین" ضلع کی مجلس میں مدغم کر دی گئی ہے مگر شہری پر گنے مجلس متولین اور مجلس ضلع جداگانہ جماعتیں ہیں۔ لیکن مجموعہ جات میں اکثر دیہی و شہری دونوں اقسام کے پیرش جمع ہوتے ہیں اور اس قسم کے مجموعوں میں امداد غربا کا انتظام متولیوں کی ایک مجلس کو سپرد ہوتا ہے جو ان اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے جن کا انتخاب اس اتحاد کے دیہی پیرشوں میں ضلع کے ارکان مجلس کی حیثیت سے ہوتا ہے اور ان کے ساتھ وہ دوسرے اشخاص بھی شامل ہوتے ہیں جو شہری پیرشوں میں متولی کے طور پر منتخب ہوتے ہیں اور ان کا کوئی دوسرا فرض نہیں ہوتا۔ امداد غربا جن شرائط کے تحت عمل میں آتی ہے وہ لندن کی مجلس حکومت مقامی (اور اب ۱۹۱۹ء کی وزارتِ صحت) کے مقرر کردہ ضوابط میں بہت ہی جزوی طور پر معین ہو چکے ہیں، پس ابواب کے عاید کرنے کے سوا مجالس متولین کے ہاتھ میں جو اختیار باقی رہ گیا ہے وہ نہایت ہی محدود قسم کا ہے۔[1]

---

[1] ایشلی "مقامی و مرکزی حکومت" Ashley. Local and Central Government,

شہری حکومت، مقامی کے رقبات، شہری ضلع اور بررو۔

لندن کے علاوہ جس کا اپنا ایک مخصوص پیچیدہ نظم حکومت ہے، ملک کے شہری حصص تین خاص شکلوں میں منظم ہیں، یعنی شہری ضلع، بلدی بررو اور صوبہ جاتی بررو۔ شہری ضلع کے متعلق کچھ کہنے کی بہت کم ضرورت ہے صرف اتنا ہے کہ وہ صوبہ کے ایک ایسے جزو پر محتوی ہوتا ہے جس کی آبادی کسی قدر زیادہ گنجان ہوتی ہے اور قریب زمانے میں وہ ضلع بررو بن جانے والا ہوتا ہے اور اس اثنا میں اسے ایک ایسی حکومت دیجاتی ہے جو خاص اس کے ضروریات کے لئے موزوں ہوتی ہے۔ اس کی تنظیم دیہی پرگنہ سے کچھ ایسی مختلف نہیں ہوتی۔ اس میں ایک مجلس ہوتی ہے جس کا انتخاب تین برس کے لئے ہوتا ہے اور جس کا انعقاد باقاعدہ مہینے میں ایک مرتبہ ہوا کرتا ہے اور اس کا کام (جو خاص کر حفظان صحت اور شاہراہوں کی نگرانی ہوتا ہے) ذیلی جماعتوں کے ذریعہ سے انجام پاتا ہے اور ان ذیلی مجالس کی مدد مستقل تنخواہ دار عہدہ دار کرتے ہیں جن کا انتخاب مجلس کرتی ہے۔

لیکن اصلی بلدی اکائی بررو ہے جو شہری ضلع سے زیادہ تر اس خصوص میں مختلف ہے کہ اس کے پاس تاجدار کا عطا کردہ منشور ہوتا ہے اور اسے ایسے کثیر التعداد اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو اس سے نیچے درجے کے شہری رقبات کو حاصل نہیں ہوتے۔ یہاں ہمیں بلدی بررو اور صوبہ جاتی بررو کے فرق میں وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صحیح معنوں میں تمام بررو بلدی ہیں اور سب کی تنظیم ایک بڑی حد تک ایک ہی سی ہے۔ اضلاعی بررو (جن کی تعداد ۱۹۱۹ء میں بیاسی تھی) وہ محض وہ بررو ہیں جو ان انتظامی صوبوں کے حدِ اختیار سے نکال لئے گئے ہیں جن کے اندر وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) صفحات ۴۸۲-۶۰۔ اوگ "ہمعصر یورپ میں معاشری ترقی" F. A. Ogg: Social Progress in contemporary Europe. مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۲ء باب ۱۶۔

واقع ہیں اور انھیں خود صوبوں کے اختیارات عطا کر دیئے گئے ہیں۔ ۱۸۸۸ء کے قانونِ حکومت مقامی کے بموجب برو کو اسی طرح آزادی اس وقت ملتی ہے جب ان کی آبادی پچاس ہزار کو پہنچ جاتی ہے[1]۔ معمولی بلدی برو وہ ہیں جو ہنوز جغرافی حیثیت کیطرح سیاسی حیثیت میں بھی ان صوبوں کے جزو ہیں جن میں وہ واقع ہیں[2]۔

۱۸۳۵ء کا قانونِ شخصیاتِ بلدی جس نے انگلستان کی بلدی حکومت کو اس کی موجودہ بنیاد پر قایم کیا، اس کا اطلاق فوراً ہی انگلستان اور ویلز کے ۱۷۸ بروں پر ہوگیا تھا، اور جس جس طرح نیئے برو قایم ہوتے گئے اس تعداد میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ اب ان کی تعداد چارسو سے زاید ہے۔ ہر برو کے پاس ایک منشور ہوتا ہے جس کے ذریعے سے جو ایک شخصیہ قائم

---

[1] لیکن واقعاً متعدد برو ایسے ہیں جن کی آبادی اس سے زیادہ ہے اور وہ صوبہ جاتی برو نہیں بنائے گئے ہیں۔

[2] یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ انگلستان میں لفظ "شہر" کے ایک خاص اصطلاحی معنی ہیں، اور قطعی صحت اگر مقصود ہو تو اسے "برو" کے مرادف نہ استعمال کرنا چاہیئے اس اصطلاح سے کسی وقت میں اس جگہ کا اظہار ہوتا تھا جو کسی اُسقف کا مستقر ہو یا مستقر رہی ہو۔ اب اس زمانہ میں شفیلڈ اور لیڈز وغیرہ کے ایسے ان مقامات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جنھیں شاہی سند کی رُو سے یہ نام دیا گیا ہو۔ لیکن "شہر" لندن کے سوا تمام انگلستان میں سے صرف وہیں قدیم بلدی ادارات قایم رکھے گئے ہیں، اور جگہ اس اصطلاح کی کوئی موجودہ سیاسی اہمیت نہیں ہے۔ بلدیئے کی حکومتیں بھی انھیں برو کی حکومتوں کے مماثل ہیں جو بلدہ نہیں ہیں۔ مزید براں یہ بھی ملحوظ رہے کہ پہلے بلدی اغراض کے لیئے برو کی تنظیم لامحالہ انھیں برو کے مطابق ہوتی تھی جو پارلیمنٹ میں نمایندگی کی غرض سے قایم کیئے جاتے تھے مگر اب ان دونوں کے درمیان کوئی لازمی تعلق نہیں ہے۔ بلدی برو کے کسی اضافہ سے پارلیمنٹی حلقۂ رائے دہی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

ہوتا ہے (جس میں میر بلد، الڈرمین اور شہری ہوتے ہیں) اور ۱۸۸۲ء کے قانون "استحکام شخصیات بلدی" کے مطابق اس کے لئے حکومت کی ایک شکل قرار دیتا اور اختیارات کے ایک مجموعے کا تعین کرتا ہے جو دوسرے برو کے اختیارات کے مثل ہوتا ہے مگر جملہ جزئیات میں ایک نہیں ہوتا۔ سابق میں باشندوں کی درخواست پر مجلس حکومت مقامی کی جانب سے تاجدار کے نام سے منشور عطا ہوتے تھے۔ اب یہ فرض اس مجلس کی جانشین وزارت صحت کی طرف منتقل ہو کر آگیا ہے لیکن یہ غالباً عارضی ہے اگر کسی درخواست سے اختلاف پیدا ہو جائے تو اغلب ہے کہ اس کا آخری فیصلہ پارلیمنٹ کرے۔

برو کی حکومت ایسے مخصوص انگریزی طرز پر ترتیب دی گئی ہے جس کی رُو سے تقریباً تمام اقتدار ایک منتخب شدہ جماعت کے قبضے میں آجاتے ہیں۔ عاملانہ وتشریعی اختیارات کی تفریق کو بلدی تنظیم میں اس سے زیادہ جگہ حاصل نہیں ہے جتنی جگہ اسے صوبوں اور دوسرے مقامی تنظیمات میں حاصل ہے برو کی مجلس ارکان آلڈرمین اور صدر بلدہ پر مشتمل ہوتی ہے جو ایک ساتھ نشست کرتے ہیں۔ ارکان جن کی تعداد نو سے لیکر سو سے زاید تک ہوتی ہے ان کا انتخاب عملاً تمام بالغ آبادی کی طرف سے ہوتا ہے جس میں مرد عورت دونوں داخل ہیں، ان کی میعاد عہدہ تین برس کی ہوتی ہے اور ایک ثلث سالانہ کنارہ کش ہوتے رہتے ہیں۔ چھوٹے برو میں ان کا انتخاب ایک ہی عام سلسلے میں ہوتا ہے اور بڑے بڑے برو میں حلقے بنا دیئے جاتے ہیں۔ ۱۹۰۷ء سے عورتیں بھی مستحق انتخاب ہو گئی ہیں اور بہت سی عورتیں واقعاً منتخب بھی ہوئی ہیں۔ آلڈرمین جن کی تعداد ارکان سے ایک ثلث ہوتی ہے، ان کا انتخاب ارکان کی جانب سے چھ برس کے لیئے ہوتا ہے اور ان میں سے نصف ہر تیسرے سال کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ یہ آلڈرمین مجلس سے باہر کے لوگوں میں سے بھی لیئے جا سکتے ہیں مگر بیشتر مجلس ہی کے زیادہ تجربہ کار ارکان میں سے منتخب ہوتے ہیں اور ان کی خالی جگہیں پُر کرنے کے لیئے "انتخابات درمیانی" کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ قانونی حیثیت میں آلڈرمین معمولی ارکان سے

صرف اپنے طریقِ انتخاب اور وسعتِ میعاد کے اعتبار سے مختلف ہیں، لیکن علی العموم زیادہ تجربہ کار ہونے کی وجہ سے اغلب یہی ہے کہ خاص خاص ذیلی جماعتوں کی صدارتیں انھیں کو ملیں اور حکمت عملیوں کے قرار دینے میں ان کا غیر معمولی اثر پڑے۔ اس نظم سے یہ بھی امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ مجلس کے اندر اعلیٰ قابلیت کے وہ اشخاص بھی آجائیں جو عام قوم کی جانب سے انتخاب کے خواستگار نہ ہونگے یا جن کا انتخاب باغلب وجوہ اس طرح نہ ہوگا۔

میر بلد کا انتخاب ایک سال کے لئے مجلس کی طرف سے ہوتا ہے خواہ مجلس ہی کے ارکان میں سے ہو یا باہر کے لوگوں میں سے ہو۔ وہ امریکی شہروں کے میر بلد کی طرح حکومت کی کسی جداگانہ شاخ کا صدر نہیں ہوتا بلکہ صرف مجلس ہی کا صدر عہدہ دار اور سرکاری تقریبات میں برو کا نمایندہ ہوتا ہے۔ وہ عہدہ داروں کا عزل ونصب، محکموں کی نگرانی یا احکام کا امتناعِ عمل بھی نہیں لاسکتا۔ اس لئے اس کے واسطے عاملانہ قابلیت صاحب تجربہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ صورتِ حالات کے اعتبار سے، یہ بہت زیادہ اہم ہے کہ وہ کچھ دولت مند اور فرصت رکھنے والا شخص ہو کیونکہ اس سے خاص توقعات یہ ہونگے کہ وہ خوش صحبت اور فیاضانہ طبیعت کا آدمی ہو۔ اس عہدے کے لئے تنخواہ کا انتظام شاذونادر ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ پسند کرے تو اغلب ہے کہ اس کا انتخاب بار بار ہوتا رہے۔ ارکان و آلڈرمین کا انتخاب مکرر بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے اور اس سے کام میں وہ تسلسل اور بالغ نظری پیدا ہو جاتی ہے جو امریکی شہری مجلس میں نامعلوم ہے جہاں عہدے کے چکر کا اصول ابھی تک حاوی و غالب ہے۔

مجلس کا اجلاس (ایوان بلدی) میں حسب اقتضاء کار ماہوار یا پانزدہ روزہ یا ہفتہ وار ہوتا ہے لیکن اس کے کام کا بیشتر حصہ ان ذیلی جماعتوں کے وسیلے سے انجام پاتا ہے جن کا انتخاب مجلس کی جانب سے ہوتا ہے اور جن کے صدر وہ افراد ہوتے ہیں جنھیں خود یہ مجالس ذیلی منتخب کرتی ہیں، قومی قانون کے بموجب ایک ذیلی مجلس کوتوالی اور ایک ذیلی مجلس تعلیمات کا ہونا ضروری ہے۔

دوسری مجالسِ ذیلی، مجلس کے حسبِ صوابدید قائم ہوسکتی ہیں اور ان کی تعداد مختلف ہوتی ہے، چھوٹے برو میں چھ سات اور بڑے برو میں بیس پچیس مجالسِ ذیلی ہوتی ہیں۔ عملاً یہ ہوتا ہے کہ جتنے معاملات مجلس کے سامنے آتے ہیں وہ سب کسی نہ کسی ذیلی جماعت کے پاس بھیجے جاتے ہیں، اور چونکہ وہاں ان معاملات پر پوری تفصیل سے غور و خوض ہوتا ہے، اور جو ارکان ان پر غور کرتے ہیں وہ علی العموم معاملہ زیرِ بحث میں بہترین دستگاہ رکھتے ہیں اس ذیلی جماعت کی سفارشوں کا قبول ہو جانا تقریباً یقینی ہوتا ہے۔

کامل مفہوم میں یہ مجلس برو کی حکومت پر محتوی ہوتی ہے۔ اس لئے دخود ارکان مجلس کے انتخاب کے سوا)، وہ بیشتر ان تمام اختیارات کو عمل میں لاتی ہے جو قوانین غیر موضوعہ، پارلیمنٹ کے خاص و عام قوانین اور ہنگامی احکام کی رُو سے برو کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اختیارات تین خاص اصناف میں منقسم ہوسکتے ہیں، تشریعی، مالیاتی اور انتظامی، سڑکوں، پولیس، صحت، نقل و حمل وغیرہ تمام اقسام معاملات کے لئے یہ مجلس قانونِ ضمنی یا احکام وضع کرسکتی ہے، اور ان احکام پر صرف اتنی قید عاید ہے کہ صحت اور بعض دوسرے معاملات سے متعلق احکام کو وزارتِ صحت اگر قابلِ اعتراض سمجھے تو ان کے نفاذ کی اجازت نہ دے۔ یہ مجلس "برو کے ابواب" کے امین کی حیثیت سے کام کرتی ہے (ان ابواب میں وہ تمام مداخل شامل ہیں جو ملک عام، حقوق رائے دہی، جرمانہ، معاوضہ وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں)، اس کے سوا جس قدر مزید آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیئے جائداد غیر منقولہ کی مالیت لگان کے اعتبار سے فی پاؤنڈ کچھ شلنگ یا پنس کا "محصول برو" عاید کرتی ہے۔ سالانہ موازنہ تیار کرتی اور اسے قبول کرتی ہے، تمام رقمی تخصیصات کرتی ہے اور جس حد تک مرکزی حکام اجازت دیتے ہیں بلدیہ کی ساکھ پر روپیہ قرض لیتی ہے۔ غایت الکلام یہ ہے کہ قطعی معنی میں وہ بلدی نظم و نسق کی تمام شاخوں پر نگرانی کرتی ہے۔ اس کام کو وہ اس طرح انجام دیتی ہے کہ اولاً غیر فریقانہ بنیاد پر منتقل تنخواہ دار اور عہدہ داروں کا ایک عملہ مقرر کرتی ہے، جس میں محرر، خازن،

مہندس، کیمیا داں، کوتوالی کا افسرِ اعلیٰ، طبی عہدہ دار وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ یہ عہدہ دار برو کی حکومت کے روزانہ کام انجام دیتے ہیں، دوسرے یہ کہ جو مجالسِ ذیلی مختلف شاخوں کے کاموں سے تعلق رکھتی ہیں وہ ان عہدہ داروں اور ان کے ماتحتوں پر برابر نگرانی رکھتی ہیں۔ چنانچہ، تعلیمات کی مجلسِ ذیلی نہ صرف تعلیمات سے متعلق تشریعی تجاویز کو وصول کرتی اور ان پر غور کرتی ہے بلکہ وہ تعلیمی عہدوں کے امیدواروں سے ملاقات کرتی، مجلس کے ارکان کا تقرر کرتی ہے اور مجلس کے نام سے تعلیمی عہدہ داروں کے کاموں کا معائنہ کرتی اور انھیں ہدایت دیتی ہے۔ پس اس طرح یہاں کی ذیلی جماعتوں کا کام اس سے بہت زیادہ اہم ہو جاتا ہے جتنا ممالک متحدہ امریکہ کے شہروں کی حکومت میں ہے۔

لندن کی حکومت

لندن کے لاثانی حکومتی انتظامات کچھ تو تاریخی باقیات کا اثر ہیں اور کچھ مخصوص و جدید الوضع قوانین کا نتیجہ ہیں۔ اصطلاحاً "شہر" لندن اب بھی وہی ہے جو صدیوں قبل تھا یعنی یہ دریائے ٹیمز کے بائیں کنارے پر تقریباً ایک میل مربع رقبہ ہے اور اس کی خاص اپنی حکومت ہے، لیکن مسلسل کیفیات نے (جو تقریباً پچاس برس سے زائد ہوتی چلی آئی ہیں) اس تمام قطعۂ ملک کو جس پر دارالصدر پھیلا ہوا ہے۔ مقامی نظم و نسق کی ایک باقاعدہ حکومت کے اندر کھینچ لیا ہے، (جغرافی اعتبار سے دارالصدر مڈل سکس، سرے اور کنٹ کے تین صوبوں کے حصص پر مشتمل ہے) ۱۸۳۵ء کے قانون شخصیاتِ بلدی کا کوئی اثر لندن پر نہیں پڑا اور جن تغیرات نے یہ موجودہ حکومتی نظم پیدا کیا ہے ان کا آغاز ۱۸۵۵ء کے قانون انتظام دارالصدر کی منظوری کے وقت ہوا ہے۔ "حکومتِ بلدہ" بلا تغیر چھوڑ دی گئی لیکن گرد و نواح کے پیرش جن پر اب تک خود انھیں کے ویسٹری کے ذریعے سے آزادانہ حکومت ہوتی تھی، وہ اس وقت بعض مقاصد کے لیے، ایک مرکزی اقتدار کی نگرانی میں آ گئے، جو دارالصدر کی مجلسِ امور عامہ" کے نام سے موسوم تھی یہ ۱۸۸۸ء کے قانونِ حکومتِ

مقامی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ مجلس امور عامہ منسوخ کر دی گئی۔ بیرونی بلدہ لندن ایک صوبہ بنا دیا گیا جس کا رقبہ تقریباً ۱۲۱ مربع میل تھا، اور لندن کی جدید مجلس صوبہ کو (جس کا انتخاب محصول دہندے کرتے تھے) بہت سے مختلف النوع اور اہم اختیارات عطا کیئے گئے۔ آخرالامر ۱۸۹۹ء کے قانونِ حکومتِ لندن نے صورت حال کو اس طرح سہل وسادہ بنا دیا کہ اقتدارات واختیارات کا جو طومار ہنوز باقی رہ گیا تھا ان سب کو باطل کر دیا، اور دارالصدر کے اٹھائیس برو قائم کر دیے، جن میں سے ہر ایک میں صدر، آلڈرمین اور ارکان اسی طرح ہوتے ہیں جس طرح کسی صوبجاتی برو میں ہوتے ہیں۔ البتہ ان کے اختیارات کی خاص طور پر تحدید کر دی گئی ہے اور مالی معاملات میں ان کے اختیارات پہلے سے کسی قدر کم کر دیئے گئے ہیں۔ ہر برو کے اندر شہری پیرش ہیں اور ہر ایک کی اپنی خاص ویسٹری ہے۔

پس بالفعل، صورت حال مختصراً حسب ذیل ہے۔ رقبۂ دارالصدر کے مرکز میں "قدیم شہر" واقع ہے جو جغرافی اعتبار سے بلدیہ کے اندر ہے مگر سیاسی اعتبار سے ایسا نہیں ہے۔ یہ انگلستان کے مالیاتی وکاروباری دنیا کا قلب ہے مگر اس کی مقیم آبادی بیس ہزار سے زیادہ کی نہیں ہے اور اس کی حکومت جو لارڈ میئر (میر بلد) ایوانِ آلڈرمین اور ایوان مجلسِ عام پر مشتمل ہے، وہ قدیم وجدید خصوصیات کا ایک عجیب اجتماع پیش کرتی ہے۔ "شہر" سے باہر متصل یکلدگر دارالصدر کے اٹھائیس برو ہیں جو اپنی تنظیم کے اعتبار سے معمولی برو اور شہری اضلاع کے درمیان گویا ایک کڑی ہیں۔ جغرافی حیثیت سے ان برو کا ہم رقبہ اور ان پر بہت بڑی حد تک نگرانی رکھنے والا وہ لندن کا انتظامی صوبہ ہے جس میں ایک سو اٹھارہ ارکان اور انیس آلڈرمین ہیں اور اس کا صدر ایک منتخب شدہ میر مجلس ہے، اور گرد ونواح کے رقبات میں دارالصدر کی مجلس آبرسانی اور دارالصدر کی مجلسِ کوتوالی کے اختیارات وسیع ہیں۔ آخرالذکر کے اختیارات چیرنگ کراس سے پندرہ میل تک پیرشوں پر وسیع ہیں جس کا رقبہ تقریباً سات سو مربع میل ہے۔[۱]

[۱] حکومت لندن کے عمدہ توضیحات کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئیں، "مرد کی حکومتِ

باب چہاردہم

سیاسی فریق اٹھارھویں صدی سے

سیاسی فریقوں کی اہمیت اور ان کے فوائد۔

اسے ایک اصول مسلمہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ عمومی حکومت کی ہر ایک نظام میں سیاسی فریقوں کا ہونا نہ صرف لابدی ہے بلکہ مناسب بھی ہے۔ جس وقت قوم روش عامہ کا تعین کرتے یا اس قسم کی حکمت عملی کی ترکیب و تعمیل کے لئے نمائندگان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بلاد یورپ" Munro: Government of European Cities. صفحات ۳۳۹-۳۷۹ (فہرست کتب ۳۹۵-۴۰۲) لوول "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England.

جلد دوم صفحات ۲۰۲-۲۲۲۔ قابل قدر کتابیں حسب ذیل ہیں:۔ جی۔ ال۔ گوم "حکمرانی لندن انگلستان کے ادارات میں لندن کو جو جگہ حاصل ہے اس کا مطالعہ" G. L. Gomme: Governance of London: Studies on the Place Occupied London in English Institutions مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء ایضاً "لندن کی اضلاعی مجلس: ۱۸۸۸ء کے قانون حکومت مقامی کے بموجب اس کے فرائض و اختیارات" G. L. Gomme: The London County Council: its Duties and Powers according to the Local Government Act of 1888. مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء۔

اے۔ میک مارین "قانون حکومت لندن" A. MacMorran: The London Goverement Act of 1899. مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء اے۔ بی۔ ہاپکنس "دارالصدر کے برو" A. B. Hopkins; Boroughs of the Metropolis مطبوعہ لندن ۱۹۰۰ء

کے انتخاب کرنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے اسی وقت اختلافات آرا رونما

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جے۔ آر۔ سیگر "قانونِ حکومتِ لندن کے تحت لندن کی حکومت"
J. R. Seager: Government of London under tne London Government Act. مطبوعۂ لندن ۱۹۰۴ء ۔ ایک پُراز معلومات مضمون جی۔ ال۔ فاکس کا
مضمون "لندن کی اضلاعی مجلس" G. L. Fox: The London County Council."
مطبوعہ "ییل ریویو" مئی ۱۸۹۵ء ہے۔
انگلستان کی حکومت مقامی کے عام مبحث کے متعلق بہترین تصنیف جے۔ ریڈلچ
اور ایف ڈبلیو ہرسٹ Redlich and Hirst کی کتاب "انگلستان میں حکومتِ مقامی"
Local Government in England, ۲ جلد مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء متعدد و سہل المطالعہ
چھوٹی کتابیں بھی ہیں انھیں میں کتبِ ذیل بھی شامل ہیں:۔ پی۔ ایشلی "انگلستان کی
حکومتِ مقامی" P. Ashley: English Local Government. مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء
ڈبلیو بی اوجرز "حکومتِ مقامی" W. B. Odgers: Local Government. مطبوعہ
لندن ۱۸۹۹ء (یہ کتاب ایم۔ ڈبلیو چامرز کی قدیم تر کتاب پر مبنی ہے) اے جنکس "انگلستان
کی حکومتِ مقامی کا خاکہ" A. Jenks: Outline of English Local Government
طبع دوم مطبوعۂ لندن ۱۹۰۷ء ۔ آر۔ ایس۔ رائٹ، وایچ ہابہاؤس "انگلستان و ویلز یعنی
حکومتِ مقامی اور اجرائے محصول مقامی کا خاکہ" Wright and Hobhouse: Outline of Local Government and Local Taxation in England and Wales.
طبع سوم، مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء ۔ آر۔ سی میکسویل "انگلستان کی حکومت مقامی"
R. C. Maxwell: English Local Government. مطبوعۂ لندن ۱۹۰۰ء ۔ اس کل
موضوع پر نہایت قابلِ قدر طریق پر لوول کی کتاب "حکومتِ انگلستان" Lowell:
Government of England. جلد دوم باب ۲۸-۴۶ میں اور اس مبحث کے ایک
جزو پر ڈبلیو۔ بی۔ منرو کی کتاب "حکومتِ بلادِ یورپ" W. B. Munro: Government of European Cities. مطبوعۂ نیویارک ۱۹۰۹ء باب سوم میں بحث کی گئی ہے۔
(کامل فہرست کتب صفحات ۳۹۵-۴۰۲ پر ہے) کتبِ ذیل میں عمدہ توضیحات موجود ہیں:۔

ہو جاتے ہیں اور انہیں اختلافات آراء سے سیاسی فریق وجود میں آتے ہیں لیکن حق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایشلی "مقامی و مرکزی حکومت" Ashley: Local and Central Government. باب ۱ و ۵۔ میریٹ "انگلستان کے سیاسی ادارات" Marriott: English Political Institutions باب ۱۳۔ اصلاح کے کام کو ایچ۔ جے لاسکی نے اپنی کتاب "مسئلہ رقبات انتظامی" H. J. Laski: The Problem of Administrative Areas. مطبوعہ نارتھیمٹن ۱۹۱۸ء میں بیان کیا ہے۔ مضامین کا ایک گرانبہا مجموعہ (جو علوم انتظامی کی پہلی بین الاقوامی موتمر منعقدہ برسلز، جولائی ۱۹۱۰ء میں پڑھے گئے تھے) جی۔ ایم ہیرس کی کتاب "مسائل حکومت مقامی" G. M. Harris: Problems of Local Government. مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء میں طبع ہوئے ہیں۔ شہری حکومت سے متعلق قوانین کا ایک کارآمد معدن بھی۔ رالنسن کی کتاب "قوانین شخصیہ بلدی و دیگر قوانین" Rawlinson: Municipal Corporation Acts and other Enactments طبع نہم مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء میں ہے۔ امریکی مصنفین کے دو قابل قدر تبصرے حسب ذیل ہیں:۔ اے۔ شا "برطانیہ میں حکومت بلدی" A. Shaw: Municipal Government in Great Britain. مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۵ء۔ ایف۔ ہو "برطانی شہر" F. Howe: The British City. مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۷ء۔ بلدی تجارت کے موضوع کے متعلق ناظرین کو کتب ذیل کا حوالہ دیا جاسکتا ہے:۔ لویل "حکومت انگلستان" Lowell Government of England. جلد دوم باب ۴۳۔

لارڈ ایوبری "بلدی و قومی تجارت" Avebury: Municipal and National Trading. مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء۔ انتظامی امداد غربا سے متعلق تصانیف میں کتب ذیل کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ٹی۔ اے۔ میکے "۱۸۳۴ء سے زمانہ تک انگلستان کے قانون امداد غربا کی تاریخ" T. A. Mackay: History of the English Poor Law from 1834 to the Present Time. مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۰ء۔ پی۔ ایف۔ ایشروٹ و ایچ۔ پی ٹامس "انگلستان کے قانون امداد غربا کا نظم و نسق: گزشتہ و موجودہ" Ashrott and Thomas: The English Poor Law System. طبع دوم مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء۔ اس و بی۔ و ب

یہ ہے کہ کسی چیز سے اتنی بری طرح کام نہیں لیا گیا جتنا فریقانہ تنظیم اور فریقانہ جذبات سے فریقانہ اصول، فریقانہ سوانح عمل، فریقانہ مجالس، فریقانہ منتظمین، فریقانہ تبلیغ، یہ سب کے سب اکثر بدنام ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب قلم نے ظریفانہ رنگ میں یہ کہا ہے کہ لوگ اپنے فریق کے لئے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے مگر اس کی تعریف و توصیف شاذ و نادر ہی کریں گے۔[۱] لیکن پھر بھی شاید سیاسی فریقوں سے زیادہ کسی اور شئے سے قوم کی سیاسی قابلیت و ترقی کا اظہار نہیں ہوتا سیاسی اعتبار سے سب سے زیادہ ذہین اور سب سے زیادہ آزاد وہ قومیں ہیں جن میں فریقوں سیاسی گروہ ایک دوسرے سے قطعی طور پر ممیز ہیں، جہاں سیاسی فریقوں کا وجود نہیں ہوتا وہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ یا تو معاملاتِ عامہ سے جہالت اور عدم قابلیت کی وجہ سے بے پروائی برتی جاتی ہے یا یہ نہیں تو پھر حکومت کی کوئی ایسی جابرانہ و خود سرانہ صورت موجود ہوتی ہے جو قوم کے عام اظہار خیال اور اولوالعزمی کو دبا دیتی ہے۔ ذمہ دار حکومت کے استحکام اور اس طرح قوم کی مرضی کے نفاذ کے متعلق ہم اس وقت جو ذریعہ دریافت کر سکے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "انگلستان کے قانونِ امداد غربا کی روشنی" S. and B. Webb: English Poor Law Policy. مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۰ء۔ تعلیمی انتظام سے متعلق بہترین تصنیف۔ جی بالفور کی کتاب "برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کے نظمہائے تعلیمی" G. Balfour: Educational System of Great Britain and Ireland. طبع دوم مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۰۴ء۔ آخر میں سی گروس کی کتاب "برطانی بلدی تاریخ کی فہرست کتب" C. Gross: Bibliography of British Municipal History. مطبوعہ نیویارک سنہ ۱۸۹۷ء کا ذکر ضروری ہے۔ یہ کتاب اس پیچ در پیچ موضوع ادبیات کے مواد کے لئے ایک بے بہا ہادی و رہنما ہے۔

[۱] "توحکمرانیِ انگلستان" Lowe: Government of England. طبع جدید صفحہ ۱۱۹۔

وہ صرف یہی منتظم، مرتب، و منضبط فریق ہیں۔[1]

عمومیت میں سیاسی فریق کے فواید پیچگانہ ہیں۔ اول یہ کہ جو لوگ معاملات عامہ پر یکساں رائے رکھتے ہیں انھیں یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اصولوں اور حکمت عملیوں کے ایک عام مجموعہ کی تائید پر متحد ہو جائیں اور ان اصولوں اور حکمت عملیوں کو واقعی عمل میں لانے کے لئے باہم مل کر کام کریں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ایک ہی سے اغراض پیش نظر رکھتے ہیں انھیں لازماً تو نہیں مگر پھر بھی ایک مفید ذریعہ ہاتھ آجاتا ہے کہ وہ پہلے سے ایسے امیدواروں کے متعلق اتفاق کریں جن کے لئے وہ حصول عہدہ کی تائید کرنا چاہتے ہیں اور عام انتخاب کنندگان سے ان کی سفارش کریں۔ تیسرے یہ کہ عوام کو مطابع، مجالس اور دوسرے ذرایع سے وقتی معاملات سے باخبر رکھنے کے باعث یہ فریق رائے عامہ کی تربیت و تنظیم کرتے اور مفاد عامہ کو متحرک کرتے رہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ وہ ایک طرح کا معاشری و سیاسی مسالہ ایسا تیار کر دیتے ہیں جس سے حکومت کے کم و بیش آزاد و منتشر اجزا ایک پر زور کام کرنے والی کل کی صورت میں باہم متحد ہو جاتے ہیں (لیکن یہ امر حکومت کے انھیں اجزا تک صادق آتا ہے جو ایک ہی فریق سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے قبضے میں ہوں)۔ پانچویں یہ کہ فریقانہ نظم سے یہ متیقن ہو جاتا ہے کہ حکومت کو ہر وقت ایسی مستقل و منتظم نکتہ چینی کا مقابلہ کرنا پڑے گا

---

[1] پی-او-رے "تقریب فرق سیاسیہ و سیاسیات عملیہ" P. O. Ray, Introduction to Political Parties and practical politics.

طبع جدید، مطبوعۂ نیو یارک ۱۹۱۷ء صفحات ۹-۱۰۔ اس مبحث پر ایزمین کی کتاب "مبادیات دستور سیاسی فرانس و متقابلہ" دیکھنا چاہیئے۔

Esmein: Elements de droi constitutionnel francais et compare.

جس کا اثر علی العموم سود مند ہوگا[1]

انگلستان میں حکومت بذریعہ فریق سیاسی

مذکورۂ بالا اور دوسرے طریقوں سے تمام عمومی مملکتوں میں حکومت کے چلانے میں فریقوں سے بہت بڑی مدد ملتی ہے لیکن انگلستان میں "حکومت بذریعہ فریق" کا جیسا اثر ہے ویسا کسی اور جگہ نہیں ہے۔ یہ سمجھنے کے لئے کہ ایسا کیوں ہے صرف اتنی ہی ضرورت ہے کہ چند واقعات کو یکجا کر لیا ہے، جن میں بعض پہلے ہی سے معلوم ومانوس ہیں انگریزی حکومت اس وقت جس طرح عمل پذیر ہے اس کی وہ واحد خصوصیت جو سب سے زیادہ اہم ہے کابینی نظم ہے اور اس نظم کے عناصر اصلیہ میں امور ذیل شامل ہیں:۔

(۱) وزرا کا تقرر اس فریق میں سے ہوگا جو کسی وقت نمائیں میں دار العوام پر اقتدار رکھتا ہو۔

(۲) جب یہ وزرا پارلیمنٹی اکثریت کی تائید پر قادر نہ رہیں تو وہ اپنے عہدوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔ یہ نظم سیاسی فریقوں کی باہمی جنگ وجدل سے پیدا ہوا اور یہ بات کبھی خیال ہی میں نہیں آسکتی کہ فریقوں اور فریقانہ تصادم کے بغیر یہ نظم وجود میں آسکتا تھا۔ لیکن یہ تعلق محض تاریخی آغاز کا معاملہ نہیں ہے اس نظم کے کامیاب

---

[1] لیکن ایچ بیلوک اور جی چسٹرٹن نے اپنی تصنیف "نظم فریقانہ" H. Belloc and G Chesterton: The Party System. مطبوعۂ لندن ۱۹۱۱ء میں اور میشل نے اپنی کتاب "فریق سیاسیہ": "عمومیت جدیدہ کے عدیدی میلانات کا اجتماعی مطالعہ" (پیرس ۱۹۱۴ء) R. Michels: Les parties politiques: essai surles tendances oligarchiques des domacraties. جس کا ترجمہ مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۵ء میں ہوا، فریقی نظم کے متعلق جو قاطع نکتہ چینیاں کی ہیں انھیں بھی بالمقابل دیکھنا چاہیے۔

عمل در آمد بلکہ خود اس کے جاری ہونے کے لئے فریقوں کا ہونا لازمی ولابدی ہے اکثریت کی واحد قسم جس میں اتنا کافی ارتباط واستحکام ہو کہ اس پر انحصار ضروری ہوجائے وہ وہی اکثریت ہے جو فریقانہ روابط سے مستحکم ہو۔ سیاسی فریقوں کی عدم موجودگی میں صورت حال یہ ہو جائیگی کہ کسی ایسی قوت کے نہ ہونے کی وجہ سے جو وزارتوں کو بر سر اقتدار رکھنا چاہتی ہو یا تو ان وزارتوں کا جلد جلد عروج وزوال ہونا رہے گا یا پھر یہ ہوگا کہ عمومی ایوان کے ساتھ بالکلیہ مخالفت کرنے کے بعد بھی وہ غیر محدود زمانہ تک حکمرانی کرتی چلی جائے گی۔ اگر ایک مخالف سیاسی فریق ایک بالکل مختلف نوع کی وزارت کے قایم کرنے اور کامل اختیار وذمہ داری کا بوجھ اُٹھانے کے لئے تیار نہ رہتا تو وزارت کی کنارہ کشی کی ضرورت ہی نہ باقی رہتی۔

پس کابینی نظم اور فریقانہ نظم ایک دوسرے کے ساتھ بہت گہرے طور پر وابستہ ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ہی چلتے ہوئے انتظام کی دو مختلف ہیئتیں ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ میں سیاسی فریق باضابطہ حکومتی نظم سے خارج رہتے ہیں۔ ابھی چند سال پہلے تک سیاسی فریقوں کی سرگرمیاں ازروئے قانون کسی ضابطہ کے تابع نہ تھیں۔ متعدد بڑے بڑے فریقانہ سرگروہ و منتظمین کی حیثیت (مثلاً قومی مجالس ذیلی کے میر مجلس صاحبان) عام عہدہ داروں کی نہیں، اوران کے اصول ایسے مباحث معینہ کے بعد قرار پاتے ہیں جن کے ارکان کی حیثیت زیادہ تر محض خانگی ہوتی ہے لیکن انگلستان میں فریق کا کام حکومتی نظم سے خارج نہیں بلکہ زیادہ تر اس میں داخل ہوتا ہے۔ سرسری طور پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ فریقانہ کل اور حکومت کی کل دونوں ایک شئے ہیں۔ وزرا اور خاص کروہ وزرا جو کابینہ میں ہوتے ہیں وہ کارکن جماعت عاملہ، وقانون سازی کے سرگروہ اور فریق ذی اقتدار کے رہبر سب کچھ ہوتے ہیں۔ دارالعوام کی وہ اکثریت، جو قانون وضع کرتی، مصارف رقمی کی تخصیص کرتی، نظم ونسق پر نگرانی واقتدار رکھتی اور جب تک اس سے ہوسکتا ہے وزرا کی تائید کرتی رہتی ہے وہ تمام عملی اغراض کے لئے گویا خود فریق ہی ہے۔ دوسری طرف وزارت اوراس کی پارلیمنٹی اکثریت کے بالمقابل "مخالفت"

ہے جو مخالف عقیدۂ سیاسیہ کے بااثر واشخاص پر مشتمل ہوتا ہے جو اپنی جگہ پر اپنے فریقی تنظیم کے عام ارکان کی سرگروہی کرتے ہیں اور اس امر کے لئے تیار رہتے ہیں کہ جب ان کے حریف ایوان عمومی کی نظروں سے گر جائیں تو وہ حکومت کی سربراہی اپنے ذمہ لیلیں۔

دو فریقی تنظیم صرف یہی صحیح نہیں ہے کہ ذمہ دار وزارت کے لئے حکومت بذریعۂ فریق لازمی ہے بلکہ سہولت کے ساتھ کام چلانے کے لئے اس قسم کی وزارتی نظم کے لئے یہ بھی درکار ہے کہ دو بڑے بڑے سیاسی فریق ہوں اس سے زائد نہ ہوں، اور بقول برائس ہر ایک اتنا قوی ہو کہ وہ دوسرے کی زیادتیوں کو روک سکے، اور پھر اس کے ساتھ ہی کوئی سادار العوام ہو ان میں سے ایک فریق اس میں برابر حاوی و غالب رہے[1] اتحاد و ذمہ داری کے خیالات کا اقتضا یہ ہے کہ ذی اقتدار فریق اتنا قوی ہو کہ وہ ہمیشہ یا بیشتر تنہا حکومت کر سکے یا اسی طرح جب اس کا اقتدار جاتا رہے تو ایک دوسرا فریق جو کم از کم اتنی ہی قوت رکھتا ہو اس کی جگہ پر آجائے۔ بظاہر اس کے معنی یہی ہونگے کہ دو ایسے فریق موجود ہوں جو عملاً تمام رائے دہندوں کو آپس میں تقسیم کرلیں۔ اس حد سے باہر قدم پر اگر کئی دوسرے فریق پیدا ہو گئے تو اغلباً اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی ایک فریق کام کے قابل اکثریت نہ حاصل کر سکے گا، اور اس کا ماحصل یہ ہوگا کہ وزارتیں، مخلوط فریقوں کی نمایندگی کریں گی جن میں اتّحاد و ذمہ داری کی کمی ہوگی اور یہ پہلی باد مخالف کے جھونکے سے سرنگوں ہو جائے گی۔ جیسا کہ بعد کو ظاہر ہوگا، فرانس، اطالیہ اور دوسرے متعدد براعظمی ملکوں میں بعینہ یہی حال ہے۔ ان ملکوں نے انگریزی کابینی نظم کا خاکہ منظور کرلیا ہے مگر فریقوں اور فریقانہ گروہ کی کثرت کی وجہ سے اس طریق کو عمل میں لانے سے ان کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ چالیس برس قبل کہ آئرلینڈ کی قوم پرست جماعت پیدا ہوئی اور اس کے بعد

---

[1] "دولت عامہ امریکی" Bryce: American commonwealth. جلد اوّل صفحہ ۲۸۷۔

حزب العمال وجود میں آیا مگر پھر بھی جنگ عظیم کے شروع ہونے کے قبل تک برطانیہ عظمیٰ میں صورت حال یہی تھی دو برسرآوردہ فریقوں کے ساتھ وابستگی نے قوم کی وفاکیشی کو گویا باہم تقسیم کرلیا ہے۔ ایک کی شکست کے معنی دوسری کی فتح کے تھے اور علی العموم ہر ایک فریق میں یہ قابلیت تھی کہ اگر وہ برسر اقتدار آجائے تو وہ آزادانہ طور پر حکومت کرسکے۔ جیسا ظاہر کیا جاچکا ہے، جنگ کی وجہ سے مخلوط وزارت وجود میں آئی اور فریقانہ جنگ وجدل عملاً مسدود ہوگئی۔ بااین ہمہ ۱۹۱۸ء کے پارلیمنٹی انتخاب کا نتیجہ اگرچہ یہی ہوا کہ مخلوط حکومت کو قطعی فتح حاصل ہوگئی تاہم قدیم فریقانہ انداز واطوار پھر نظروں کے سامنے آگئے اور بعد کے ڈیڑھ سال ہی میں یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے سیاسیات پھر اسی مروجہ فریقانہ بنیاد پر آجائیں گے[1]۔

[1] فریقانہ وکابینی نظم کے تعلقات کے زیادہ مکمل بیان کے لئے لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England جلد اول باب ۲۴- دیکھنا چاہیئے۔

انگلستان کے فریقوں اور فریقانہ کل کے بہترین عام بیان کے لئے اسی کتاب کے ابواب ۲۴ لغایت ۳۷ دیکھنا چاہئیں۔ فریقوں اور فریقانہ نظم کے نشوونما پر نہایت تفصیل وقابل قدر انداز کے ساتھ اہم اوسٹوگورسکی کی کتاب "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم" Ostrogosski: Democracy and the organization. مترجمہ ایف کلارک مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء جلد اول میں بحث کی گئی ہے۔ ایک قابل قدر مبحث خاص اے ایل لوئل کا مضمون، "انگلستان وامریکہ میں وضع قوانین پر فریقوں کا اثر"، Lowell: The influence of party upon legislation in England and America.

مطبوعہ روداد سالانہ امریکی مجلس تاریخی بابت ۱۹۰۱ء مطبوعہ واشنگٹن ۱۹۰۲ء جلد اول صفحات ۳۱۹-۵۴۲ ہے۔ ایک پُراز معلومات مطالعہ ای پورٹ کا مضمون "انگریزی فریقانہ نظم کا خاتمہ" E. Porrit: The Break up of the English party system. "روداد سالانہ امریکی مجلس سیاسیات وعلوم معاشری" جلد پنجم شمارہ ۴

انگلستان کے سیاسی فریقوں کا سترہویں صدی کا بدو آغاز؛ ۸۹-۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد وہگوں اور ٹوریوں	ٹوریوں کا تفوق، ۱۸۳۰-۱۷۸۳ء

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق - (بابت جنوری ۱۸۹۵ء) ہے اور ایک دلچسپ تنقید بلاک و چسٹرٹن کی کتاب "دو فریقانہ نظم" Belloc and Chesterton, The Party System ہے۔ سیاسی تخیلات کے اعتبار سے ابتدائی فریقانہ ارتقا کے متعلق پی۔اے گبنز نے اپنی کتاب "پارلیمنٹ میں سیاسی نمایندگی کے تخیلات ۱۸۳۲-۱۶۵۱ء" P. A. Gibbons, Ideas of Political Representation in Parliament 1651-1832 مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۴ء میں عالمانہ طریق پر بحث کی ہے۔

انگلستان کے سیاسی فریقوں کے بدو آغاز سے اس وقت تک کی کوئی مکتفی تاریخ نہیں ہے۔ جی۔ڈبلیو۔کوک کی کتاب آخری غیر اصلاح شدہ پارلیمنٹ کے اختتام تک اس مبحث پر قابل اطمینان طور پر حاوی ہے۔

"چارلس دوم کے عہد میں وہگ اور ٹوری فرقوں کے نمو کے وقت سے قانون اصلاح کے منظور ہونے کے وقت تک فریقوں کی تاریخ"، G. W. Cooke, History of Party from the Rise of the Whig and Tory Factions in the Reign of Charles II to the Passing of the Reform Bill, ۳ جلد مطبوعہ لندن ۳۷-۱۸۳۶ء۔ دوسری فریقی تاریخیں مثلاً ذیل کی کتابیں صرف محدود زمانوں میں حاوی ہیں۔ ٹی۔ای۔کبل "ٹوری طریق کی تاریخ" T. E. Kebbel, History of Toryism, مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء۔ جی۔جی بٹلر "ٹوری روایت" G. G. Butler, The Tory Tradition مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء۔ ایچ سسل، "کنسرویٹو طریق" H. Cecil, conservatism مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ ایل ٹی ہابہاؤس "لبرل طریق" L. T. Hobhouse, Liberalism مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء بلیس "انگلستان کے لبرل طریق کی مختصر تاریخ" W. L. Blease, Short History of English Liberalism

سے کے تعلقات جارج اول اور جارج دوم کے عہد ہائے حکومت میں وھگوں کا طولانی غلبہ یہ سب باتیں دوسری جگہ بیان ہو چکی ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں نظم کابینی نے آہستہ آہستہ ایک صورت اختیار کی اور اس تشکیل میں وھگ اور ٹوری عناصر کی شدید مخاصمت سے اسے مدد ملی۔ ٹوریوں نے بڑی مشکلوں سے خاندان ہانوور کی جانشینی کو گوارا کیا اور ۱۷۸۳ء میں جب لارڈ نارتھ کی مرکب وزارت کو شکست ہو گئی اس کے بعد انھوں نے اپنے قدیم خیالات کو ترک کیا اور نئے خاندان اور جدید کابینہ اور نظم فریقانہ کے ویسے ہی وفادار ہو گئے جیسے ان کے مخالفین تھے۔ انقلاب فرانس اور عہد نپولین کے تمام دور میں وہ تقریباً مسلسل برسر اقتدار رہے۔ ۱۸۱۵ء کے بعد تک انھیں اپنی اس کوشش میں حکمراں جماعتوں کی مستقل تائید حاصل رہی کہ وہ قوم کو نہ صرف اس کارسیکی کے سلاح جنگ سے بلکہ یورپی انقلاب کے مرض متعدی سے محفوظ رکھیں۔ بر وقت مذکورۂ بالا انکی حیثیت ناقابل شکست معلوم ہوتی تھی لیکن لارڈ لیورپول کے دوران وزارت (۱۸۱۲ء۔۱۸۲۷ء) میں ان کی گرفت بتدریج ڈھیلی ہوتی گئی۔ امن کے دوبارہ بحال ہو جانے سے جدید وزنی مسائل پیش آ گئے۔ سیاسی اصلاح کی تحریک جو اس ربع صدی کی جنگ کے دوران میں رکی ہوئی تھی، از سر نو جاری ہوئی اور زیادہ وسیع

بقیہ صفحہ سابق۔ مطبوعۂ لندن ۱۹۱۳ء۔ سی بی۔ آر۔ کنٹ، "انگلستان کے استیصالی"
Kent, English Radicals
مطبوعۂ لندن ۱۸۹۹ء۔ ڈبلیو ہیرس "پارلیمنٹ کے اندر استیصالی فریق کی تاریخ"
W. Harris, History of the Radical Party in Parliament
مطبوعۂ لندن ۱۸۸۵ء۔ جے بی۔ ڈیلی "استیصالیت کا طلوع"
J. B. Daly, The Dawn of Radicalism
مطبوعۂ لندن ۱۸۹۲ء آر۔ ایس واٹسن۔ "قومی آزاد خیال وفاقیت از آغاز تا انتخاب عام ۱۹۰۶ء"
R. S. Watson, The National Liberal Federation from its Commencement to the General Election of 1906
مطبوعۂ لندن ۱۹۰۷ء

پیمانہ پر جاری ہوئی۔ ناقص اقتصادی معاشی حالات سے نہ صرف عام بےچینی پیدا کر دی بلکہ شدید بدامنی تک نوبت پہنچی۔ ٹوری، وھگوں کے اعیانی انداز سے الگ تھلگ رہنے کا بہت چرچا کرتے رہے اور انھوں نے یہ کوشش کی کہ طبقہ متوسط کے جن عناصر کو پارلیمنٹی حق رائے دہی حاصل تھا ان کی رائے دہی اپنے لئے محفوظ کر لیں یا اسے برقرار رکھیں لیکن وہ اس پر جمے ہوئے تھے کہ سلطنت کے نظام کو کلیتہً اپنے حال پر برقرار رکھیں اور جس سیاسی و معاشری نظم سے اس کی پشتیبانی ہوتی تھی اسے قایم رکھیں۔ اگرچہ جارج چہارم کے عہد (۱۸۲۰ء-۱۸۳۰ء) میں زیادہ ترقی پسند فریقانہ سرگرہوں خاص کر کیننگ ہسکیسن اور پیل نے یہ تسلیم کیا کہ قوم کے مطالبات کو کسی نہ کسی حد پر پورا کرنا چاہیئے اور بعض لبرل قوانین کے پارلیمنٹ میں منظور ہو جانے کو بھی روا رکھا گیا مگر پھر بھی جو تغیرات کئے گئے وہ اس زمانہ کے نہایت ضروری مسائل پر براہ راست اثر نہیں ڈالتے تھے۔ ۱۸۳۰ء میں ڈیوک ولنگٹن کے وزارت کے استعفے سے ٹوریوں کے نصف صدی کے تفوق کا خاتمہ ہو گیا اور ارل گرے کے زیر صدارت وھگ پھر وزارت پر فائز ہو گئے۔ چند مختصر وقفوں کے علاوہ وھگ اور ان کے جانشین لبرل، اس وقت سے ۱۸۷۴ء تک برابر برسر اقتدار رہے۔[۵]

---

۵ ۱۸۱۵ء سے آغاز کر کے، اوائل انیسویں صدی کے بابت انگلستان کی سیاسی تاریخ کے متعلق بہترین تصنیف: والپول کی کتاب "تاریخ انگلستان" از اختتام جنگ عظیم ۱۸۱۵ء۔

S. Walpole History of England from the accession of Anne to the death of George II.

S. Walpole : History of England from the Conclusion of the Great War in 1815.

جلد ۶ طبع جدید۔ مطبوعہ لندن ۱۹۲۰ء۔ عام بیان ذیل کی کتابوں میں ملے گا۔

ای۔ ایس۔ لیڈم، تاریخ انگلستان از جلوس این تا انتقال جارج دوم"۔

I. S. Leadam, History of England from the Accession of Anne to the Death of George II.

مطبوعہ لندن ۱۹۰۹ء۔ ڈبلیو ہنٹ، تاریخ انگلستان از جلوس جارج سوم تا اختتام اولین نظم و نسق

وھگوں (لبرلوں) کی حکومت۔ ۱۸۳۰-۱۸۷۴۔

وھگوں کی حکومت کے اس دورِ عظیم کی سیاسی تاریخ چار یا پانچ دوروں میں منقسم ہوتی ہے پہلا دور سنہ ۱۸۳۰ء کی وزارت گرے کے عروج سے سنہ ۱۸۴۱ء کے پارلیمنٹی انتخابات تک ہے، یہ نمایاں اصلاحات کا زمانہ تھا، ان میں سے بیشتر اصلاحات انھوں ہی نے انجام کو پہنچائیں اور اس میں مختلف استیصالی عناصر اور بددل ٹوریوں نے بھی مدد دی۔ یہ وہ دور تھا جس میں امور ذیل پیش آئے۔ پہلا قانون اصلاح (سنہ ۱۸۳۲ء) برطانی نوآبادیات میں غلاموں کی آزادی (سنہ ۱۸۳۳ء) تعلیمات عامہ کے لئے پارلیمنٹی امداد کا آغاز (سنہ ۱۸۳۳ء)، قانون کارخانہ جات (سنہ ۱۸۳۳ء)، جدید قانون امداد غربا (سنہ ۱۸۳۴ء)، قانون شخصیات بلدیہ (سنہ ۱۸۳۵ء)، ان کے سوا اور بھی متعدد قوانین تھے جن کا مقصود شدید ضروریات عامہ کو پورا کرنا تھا۔ مزید براں یہی وہ زمانہ تھا جب سیاسی فریقوں نے وہ نام اختیار کیا جو ازمنہ مابعد میں مستعمل ہوا۔ لفظ لبرل نے "وھگ" کی جگہ لے لی اور لفظ ٹوری، اگرچہ روزمرہ کے استعمال میں بالکلیہ متروک نہیں ہو گیا تاہم ایک بڑی حد تک لفظ کنسرویٹو (مستحفظ) اس کی جگہ پر آ گیا[1]۔

بقیہ صفحہ گزشتہ۔ ہنٹ کی W. Hunt, History of England from the Accession of George III to the Close of Pitt's First Administration مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۵ء سنہ ۱۷۸۳ء۔ سنہ ۱۸۳۰ء کے دور کے مختصر حالات سے اور مے اور ہالینڈ کی "انگلستان کی تاریخ دستوری" May and Holland, Constitutional History of England, Cambridge Modern History جلد اول صفحات ۴۰۹-۴۴۰۔ اور کیمبرج کی "تاریخ جدید" جلد نہم باب ۲۲ اور جلد دہم ابواب ۱۸-۲۰ میں ملیں گے۔ اس میں فہرست کتب مطبوعہ صفحات ۸۵۶-۸۷۰ دیکھنا چاہیئے۔

ملہ۔ کیننگ نے لفظ 'کنسرویٹو' کا استعمال سنہ ۱۸۲۴ء ہی میں کیا تھا۔ اس کا استعمال پہلے ہی سے عام ہوتا جا رہا تھا تاآنکہ جنوری سنہ ۱۸۳۵ء میں پیل نے ٹیمورتھ کے انتخاب کنندوں کے نام جو اعلام نامہ شائع کیا اس میں اس نے اس فریق کے اصولوں کی تشریح کی جس کی نسبت اس نے یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ سے وہ فریق ٹوری نہیں بلکہ فریق کنسرویٹو کہلائے گا۔

ان زمانوں میں لبرل، خصوصیت کے ساتھ فریق اصلاح تھے مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ کنسرویٹو تمام تغیرات کی مقاومت کرتے تھے یا سیاسی و معاشرتی سہولتوں کی تمام کارروائیوں کے مخالف تھے۔

دوسرا دور وہ تھا جو سر رابرٹ پیل کی وزارت (۱۸۴۱–۱۸۴۶) پر محتوی ہے۔ یہ وزارت سنہ ۱۸۴۱ء کے انتخابات میں لبرلوں (آزاد خیالوں) کی قطعی شکست کے بعد قایم ہوئی تھی۔ پیل کی حکومت کی یادگار زمانہ کارروائی یہ تھی کہ اس نے قوانین غلہ کی تنسیخ کی اور قدیم طریق کو تقریباً تمام و کمال باطل کر دیا مگر وزیر اعظم کی محاصلانہ روش نے کنسرویٹو فریق کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ایک حصہ حامیان تحفظ یا قدیم کنسرویٹو کا تھا جس کے سرگروہ ڈزریلی اور لارڈ ڈربی تھے اور دوسرا حصہ حامیان تجارت آزاد یا آزاد خیال کنسرویٹو کا تھا جس کے سرگروہ ابرڈین و گلیڈسٹن تھے۔ اس تفریق کا یہ نتیجہ نکلا کہ لارڈ جان رسل کی سرکردگی میں لبرل گروہ سنہ ۱۸۴۶ء میں برسر اقتدار ہو گیا۔

تیسرا دور یعنی سنہ ۱۸۴۶ء سے سنہ ۱۸۵۹ء تک کا زمانہ وزارتی عدم استقامت کا زمانہ تھا، رسل اور وزیر خارجہ پامرسٹن کے مناقشات نے لبرلوں کی بنیاد متزلزل کر دی اور سنہ ۱۸۵۲ء میں کنسرویٹو، ڈربی کے زیر قیادت برسر اقتدار ہو گئے، لیکن سنہ ۱۸۵۲ء میں وہ کنسرویٹو جو آزاد تجارت کے حامی تھے، لبرلوں کے ساتھ شریک ہو گئے، ڈربی کی وزارت کو الٹ دیا اور ابرڈین کی ماتحتی میں ایک مرکب وزارت قایم کر دی۔ یہ حکومت سنہ ۱۸۵۵ء تک قایم رہی، اس سال یہ ہوا کہ جنگ کریمیا میں انگلستان کے طرز عمل سے جو بددلی پیدا ہوئی اس کے باعث ابرڈین نے استعفا دیدیا اور پامرسٹن دوسری لبرل وزارت کے سرگروہ کی حیثیت سے اس کا جانشین ہو گیا۔ لیکن خارجی مشکلات کی وجہ سے پامرسٹن کو اوائل سنہ ۱۸۵۸ء میں شکست ہوئی، اور دوبارہ ڈربی کی وزارت کے قایم ہو جانے سے مستحفظین کو پھر اقتدار حاصل ہو گیا، لیکن سنہ ۱۸۵۹ء میں وزارت نے جو قانون اصلاح پیش کیا اس کے غیر مکتفی ہونے کے متعلق حکومت کے نسبت ملامت کی قرارداد میں اس وزارت کو شکست ہو گئی، نیز لارڈ ڈربی فرانس و آسٹریا کے درمیان جنگ کے روکنے میں ناکام رہا

اس سے اپریل ۱۸۵۹ء میں وزارت کو استعفا دینا پڑا اور پامرسٹن، گلیڈسٹن اور رسل کو اپنی رفاقت میں لئے ہوئے پھر برسر اقتدار ہوگیا۔ گلیڈسٹن کے پامرسٹن کی سیادت میں وزارت قبول کر لینے سے فریق کنسرویٹو سے پیروان پیل کی علیحدگی پر مہر تصدیق لگ گئی اور اس تعمیر جدید کی تمام امیدیں ختم ہوگئیں جس کے لئے گلیڈسٹن اور ڈزریلی دونوں نے جانفشانی کی تھی۔

لبرلوں (آزاد خیالوں) کے دور کا جونیا اور آخری مرحلہ ۱۸۵۹ء سے ۱۸۷۴ء تک محتوی ہے اس دور کی اہمیت صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ انیسویں صدی کے دوران میں لبرلوں کے عروج کا نقطۂ انتہائی یہی تھا بلکہ اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ انھیں برسوں میں لبرل فریق میں اس طرح تغیر ہوا اور اسے ایسی عمومیت حاصل ہوئی جو پہلی مرتبہ واقعتاً اس کے نام کے شایان شان ثابت ہوئی جب تک پامرسٹن زندہ رہا قدیم مسلک کے لبرل یعنی وہ لوگ جو استیصالیت سے متنفر اور ۱۸۳۲ء کی اصلاح سے قانع تھے برسر اقتدار رہے، مگر ۱۸۶۵ء میں اس وزیراعظم کے انتقال کر جانے کے بعد نئے خیالات اور اثرات نے اپنا اثر جمایا اور جدید لبرل فریق بسرعت تمام صف اول میں آگیا۔ اس نوخیز فریق نے جس کا سرگروہ گلیڈسٹن تھا "غیر مداخلت" کے تصور سے قطعاً انکار کردیا۔ استیصالیو کے بہت سے اصول اور ان کی بہت سی روشیں اختیار کرلیں، اور "امن، کفایت شعاری، اصلاح" کے اعلام شعاری کے ساتھ وسیع تر پارلیمنٹی حق رائے دہی، اور عامۃ الناس کے تحفظ و عام بہتری کے لئے جدید وضع قوانین پر زور دینا شروع کیا۔ لیکن جدید آزاد خیال کو جدید استحفاظیت سے سابقہ پڑا جس کا خاص ناشر ڈزریلی تھا نئے لبرلوں کی طرح نئے کنسرویٹو بھی حق رائے دہی کی اصلاح اور قومی تحفظ کے لئے وضع قوانین کی حمایت کرتے تھے۔ البتہ وہ اول الذکر کے بہ نسبت آخر الذکر پر زیادہ زور دیتے تھے، اور وہ مستحکم خارجی حکمت عملی، دنیا کے تمام حصص میں برطانی اغراض و مقاصد کی وسعت اور وفاقیہ نوآبادیات کی کسی تجویز کے اختیار کرنے کے جانب دار تھے۔ بہر نوع یہ ظاہر ہوتا تھا کہ امن و کفایت کی جانب ان کا خیال اس درجہ رجوع نہیں تھا جس درجہ

لبرلوں کا خیال اس جانب رجوع تھا۔
انیسویں صدی کے ربع ثالث میں ان فریقوں کے طبائع و میلانات نے بتدریج جو صورت اختیار کی اس کا نقشہ ایک انگریز مورخ نے نہایت ہی خوبی کے ساتھ کھینچا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "گلیڈسٹن اور ڈزریلی جن فریقوں کے سرگروہ تھے ان کا سلسلہ مسلسل تاریخی تواتر سے اس عظیم الشان اعیانیت یا موروثی عدیدیت کے دو شعبوں یا فرقوں سے ملا ہوا تھا جنھوں نے اٹھارہویں صدی میں برطانیہ عظمیٰ پر حکمرانی کی تھی مگر قانون اصلاح کے بعد سے ہر ایک گروہ میں قومی تغیرات کے اعتبار سے تبدیلی ہوگئی تھی۔ وھگ، لبرل بن گئے اور ٹوری کنسرویٹو لبرل فریق نے انقلابی اصول کے ایک حصے کو جذب کرلیا تھا اور اب یہ فریق انفرادی آزادی کا پشت و پناہ بنا ہوا تھا اور آزادی تجارت آزادی معاہدۂ آزادی مقابلہ پر خاص طور پر زور دیتا تھا۔ انہوں نے یہ عزم کرلیا تھا کہ زمینداروں اور کلیسا کی حکومت کو توڑ دیں، تحفظ تجارت کی بیڑیوں کو اتار پھینکیں اور قانون کے سامنے مساوات قایم کردیں۔ اصول مساوات کو قبول کرلینے کی وجہ سے انھوں نے عمومی خیالات کو اختیار کرلیا، حق رائے دہی کی وسعت اور مزدوری طبقات کے خلاص کی حمایت کرنی شروع کردی اس قسم کے اصول اگرچہ انقلابی نہیں ہیں مگر ان کا میلان کسی حد تک انتشاری ضرور ہے۔ لبرلوں کے ان اصولوں کو اختیار کرنے کی وجہ سے ٹوری فریق مجبور رہا کہ وہ حالت موجودہ کے قیام کی مدافعت میں صف آرا ہو جائے۔ انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تاج، کلیسا اور دستور سلطنت کے حامی ہیں لیکن حالات کی ناقابل مدافعت رفتار سے وہ مجبور ہوئے کہ عمومی اصولوں کو قبول کریں اور عمومی اصلاحات کو جاری کریں — درحقیقت انھوں نے اس امر کو ترجیح دی کہ اس قسم کے اصلاحات وہ خود جاری کریں تاکہ جو تحفظات ان کے خیال میں ضروری تھے ان کو تسلیم کرلیا جائے۔ عمومی اصولوں کے قبول کرلئے جانے کے بعد دونوں فریق نے اپنا مطمح نظریہ بنا لیا کہ شکایات کا رفع دفع کیا جائے۔ مگر مستحفظین کا طبعی میلان ان شکایات کے رفع کرنے کی طرف تھا جو غایت درجہ کی آزادی مقابلہ سے پیدا ہوتے تھے اور

آزاد خیال زیادہ تران شکایات کے رفع کرنے کے لئے مضطرب تھے جو سوروثی یا رواجی امتیاز خاص کا نتیجہ تھے۔ سلطنت کی یک رنگی اس میں ہے کہ آزادی و نظم کی وہ مغائر قوتوں کے درمیان توازن قایم رہے۔ آزاد خیال آزادی پہ زیادہ زور دیتے تھے مستحفظ قایم شدہ نظم و اقتدار کو زیادہ اہمیت دیتے تھے[1]
سنہ ۱۸۶۵ء میں پامرسٹن کے انتقال کے بعد رسل دوسری مرتبہ وزیر اعظم ہو گیا مگر دوسرے سال جب حکومت نے اصلاح حق رائے دہی کا ایک مسودہ پیش کیا تو اسے دارالعوام میں شکست ہو گئی اور شکست زیادہ تر لبرلوں کے ایک قدیم گروہ کی (جسے عہد نامہ قدیم کے ایک اصطلاح کے بموجب "ادلامی" کہتے تھے) وجہ سے ہوئی جو انتخابی نظم میں ہر طرح کے تغیر کے مخالف تھے، اور یہ بھی عجیب اتفاق ہوا کہ یہ کام ڈربی و ڈزریلی کی سنہ ۱۸۶۶-۶۸ء والی خاص مستحفظی وزارت کے حصہ میں آیا کہ سنہ ۱۸۳۲ء کے بعد جو پہلی انتخابی اصلاح ہوئی اسے اس وزارت نے انجام دیا بلکہ اس نے اس مسودہ قانون کو اس سے بھی زیادہ زوردار نوعیت دیدی کہ جس کی توقع یا خواہش غالی استیصالیوں کے سوا اور کسی کو نہ تھی۔ انتخاب کنندگان کے دوچند ہو جانے کے نتائج اس معقول کثرت سے ظاہر ہو گئے جو سنہ ۱۸۶۸ء کے انتخاب میں نئے آزاد خیالوں کو حاصل ہو گئی اور ڈزریلی کی وزارت کے بجائے وہ حکومت قایم ہو گئی جس کا صدر جدید حریت پسند قوتوں کا سرگروہ گلیڈسٹن تھا (واضح رہے کہ ڈربی اوائل سال ہی میں خانہ نشین ہو گیا تھا)۔ سنہ ۱۸۶۸ء کا زمانہ جو گلیڈسٹن کی پہلی وزارت پر محتوی تھا، اصلاحات کے ایک نمایاں سلسلہ کی وجہ سے ممتاز ہے۔ اس سلسلہ میں اصلاحات ذیل داخل تھے۔ آئرلینڈ کے کلیسا کا انفساخ (سنہ ۱۸۶۹ء)، آئرلینڈ کے ایک مسودہ قانون واراضی کی توضیح (سنہ ۱۸۷۰ء)، ابتدائی تعلیم کی قومی نگرانی کا اجرا (سنہ ۱۸۷۰ء)، اور پارلیمنٹی و مقامی انتخابات میں اسٹرلوی طریق رائے دہی کا نفاذ (سنہ ۱۸۷۲ء)۔ آخرالامر آئرلینڈ کے مسودہ پر دارالعوام میں

---

[1] اِس لیتھس "کیمبرج کی تاریخ جدید" میں S. Leathes. in Cambridge Modern History
جلد دوازدہم صفحہ ۳۰-۳۱

شکست کھانے پر وزارت نے استعفا دیدیا، اور ۱۸۷۴ء کے انتخاب میں مستحفظین کو پارلیمنٹ میں پچاس نشستوں کی خالص کثرت حاصل ہوگئی۔ ۱۸۴۶ء کے بعد سے یہی پہلا موقع تھا کہ اس فریق کو فی الواقع قابلِ اعتماد کثرت حاصل ہوئی، ڈزریلی وزیراعظم اور ڈربی وزیر خارجہ مقرر ہوگیا۔[1]

---

[1] ۱۸۳۰ء کے زمانہ کی سیاسی تاریخ قابلِ اطمینان طور پر ڈبلیو۔ ان مولسورتھ کی کتاب "تاریخ انگلستان" از ۱۸۳۰ء لغایۃ ۱۸۷۴ء W. N. Molesworth. History of England from the Year 1830-1874 (جلد ۳ مطبوعہ لندن ۱۸۷۴ء) میں شامل ہے۔ دوسری عام کتابوں میں کتب ذیل داخل ہیں:۔ والپول "تاریخ انگلستان" Walpole: History of England جلد ۳-۶ ۱۸۵۶ء۔ ایچ پال تاریخ انگلستان جدید H. Paul History of Modern England ۵ جلد مطبوعہ لندن، جلد ہائے اول تا سوم آغاز از ۱۸۴۵ء جے میک کارتھی، جلوس ملکہ وکٹوریہ کے وقت سے خود ہمارے زمانے کی تاریخ" J. McCarthy, History of Our Own Times جلد ۷ (۱۸۷۰ء - ۱۹۰۵) - جلد ہائے اول یا سوم آغاز واقعات ۱۸۳۷ء سے۔ جے۔ ایف برائٹ تاریخ انگلستان J. F. Bright: History of England ۵ جلد (مطبوعہ لندن ۱۸۷۵-۹۴ء)، جلد چہارم - ایس - لو دایل - سی ساؤنڈرز "تاریخ انگلستان بعہد ملکہ وکٹوریہ S. Low and L C Sanders, History of England during the Reign of Victoria مطبوعہ لندن، ۱۹۰۰ء زیادہ مختصر بیان کتب ذیل میں ملے گا:۔ مے و ہالینڈ "انگلستان کی تاریخ آئینی" May and Holland: Constitutional History of England جلد اول صفحات ۴۳۰ - ۴۸۸ - جلد سوم صفحات ۶۷ - ۸۸ "کیمبرج کی تاریخ جدید" Cambridge Modern History جلد یازدہم جواب ۱ - ۱۱ - ۱۲ (فہرست کتب صفحات ۸۶۷ - ۸۷۳ پر دیکھنا چاہیئے - اہم سوانح عمریوں میں کتب ذیل شامل ہیں:۔ اس والپول - "سوانح لارڈ جان رسل" Walpole: Life of Lord John Russell ۲ جلد مطبوعہ لندن

مستحفظی تفوق کا دوسرا دور

۱۸۷۴ء-۱۹۰۵ء ڈزریلی کی دوسری وزارت کے پانچ برس کے دوران حیات میں برطانوی شہنشاہیت کا سیل انتہائی حد کو پہنچ گیا۔ گلیڈسٹن کی حکومت کے اصلاحات پلٹے نہیں گئے مگر مستحفظی سرگروہوں نے اپنی دلچسپی کا اظہار خصوصیت کے ساتھ خارجی و استعماری معاملات میں کیا اور وطنی معاملات پر بہت کم توجہ کی گئی۔ اس کی وجہ سے عوام میں بددلی پیدا ہوگئی اور سنہ ۱۸۸۰ء کے انتخابات میں آزاد خیالوں کو سو سے زاید کی کثرت حاصل ہوگئی۔ گلیڈسٹن کی وزارت کے اس خاص وقت میں قایم ہونے سے اس پر یہ لازمی بار پڑ گیا کہ شہنشاہی برطانیہ کی سرحدوں پر جو بعض مشکلات اسے گویا ورثہ میں ملے تھے انھیں یکسو کرے مگر وزارت میں اس قسم کے معاملات کا مذاق نہیں تھا اور جس قدر جلد ممکن ہوا خانگی معاملات کے لئے راستہ صاف کیا گیا۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں قانون نمایندگی قوم اور سنہ ۱۸۸۵ء میں نشستوں کی تقسیم جدید کا قانون منظور ہوا، لیکن اب اور اس کے بعد پندرہ برس تک جو مسئلہ تمام دوسرے مسائل پر چھا گیا تھا وہ آیرلینڈ کے سوا راج کا مسئلہ تھا اس کے بعد سے حکومتیں قائم ہوئیں اور زائل ہوئیں، فرقے بنے اور بگڑے۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں پیروان پارنل یعنی آیرستانی قوم سوا راج کے متعلق گلیڈسٹن کی عدم توجہی سے برافروختہ ہو کر اور مصری حکمت عملی کی ناکامی سے وزارت کے متعلق جو غیر مقبولیت پیدا ہوگئی تھی اس سے نفع اُٹھا کر جو کی شراب اور جوہر خمر کے

بقیہ حاشیہ۔ سنہ ۱۸۸۹ء ایچ میکسویل "سوانح ڈیوک ولنگٹن"، H. Maxwell : Life of the Duke of Wellington ۲ جلد مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۹۹ء۔ جے مارلی سوانح ولیم۔ ای گلیڈ اسٹون، J. Morley : Life of William E. Gladstone جلد ۳ مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۳ء۔ جے آر تھرسفیلڈ، "پیل"، Thursfield : 'Peel' مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۷ء۔ ڈبلیو۔ ایف مُنی پینی و جی ای بکل۔ سوانح بنجمین ڈزریلی، ارل بیکنسفیلڈ Monypenny and Buckle Life of Benjamin Disræli Earl of Beacorsfield ۶ جلد مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۱۰-۲۰ء ایس لی، ملکہ وکٹوریہ، S. Lee, Queen Victoria a Biography سوانح عمری، نظر ثانی شدہ، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۴ء۔

محصول کے متعلق حکومت کے مخالف ہو گئے اور آخر کار اس کی شکست کے باعث بن گئے۔ مارکوئس سالسبری نے جو (۱۸۸۱ء میں لارڈ بیکنس فیلڈ کے انتقال کر جانے کے بعد) مستحفظین کا سرگروہ ہو گیا تھا، ایک حکومت قایم کی مگر یہ حکومت تمام تر آئرلینڈ کے قوم پرستوں کے محالفہ پر منحصر تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ قطعاً سواراج کے مخالف بھی تھی۔ اس لئے اول ہی سے اس وزارت نے خود کو نہایت ہی مشکلات میں غرق پایا۔

۱۸۸۵ء کے انتخابات میں مستحفظین کو ۲۴۹، آئرستانی قوم پرستوں کو ۸۶ اور آزاد خیالوں کو ۳۳۵ نشستیں ملیں چنانچہ جنوری ۱۸۸۶ء میں سالسبری کی وزارت کنارہ کش ہو گئی۔ گلیڈسٹن پھر برسر اقتدار ہو گیا اور اس کے فریق کے باضابطہ لائحہ عمل میں آئرستانی سوراج کے مسئلے کو فوراً ہی تقدم حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی وہ تاریخ آئی جس روز گلیڈسٹن نے پہلی مرتبہ اپنے یادگار زمانہ مسودات حکومت خود اختیاری پیش کئے۔ اس قانون کی رو سے یہ قرار دیا گیا تھا کہ ڈبلن میں اہل آئرستان کی ایک جداگانہ پارلیمنٹ ہو، وسٹ منسٹر میں ان کی نیابت کا حق منسوخ ہو جائے اور شہنشاہی حکومت کے اخراجات میں وہ ایک مناسب حصہ کو برداشت کریں۔ دوسری خواندگی میں دارالعوام نے اسے رد کر دیا۔ مستحفظین نے یکدل ہو کر اس کی مخالفت کی، آئرستان کے بہت سے قوم پرست اس سے غیر مطمئن رہے اور سو سے زاید آزاد خیال ارکان نے بسر کردگی جوزف چیمبرلین اپنے فریق کی تعداد کثیر کے ساتھ رائے دینے سے صاف انکار کر دیا۔

آخر الامر یہ منحرف آزاد خیال اتحادین کے نام سے اپنے سابقہ تعلق سے بالکلیہ منقطع ہو گئے، اور یوماً فیوماً مستحفظین کی اختیار کردہ حالت کی جانب مائل ہوتے جانے سے وہ اس فریق کے زمرے میں جذب ہو کر اپنی ذاتی حیثیت کو کھو بیٹھے۔ ان کے اتصال سے مستحفظین میں نیا زور، نئے مسائل بلکہ نیا نام داخل ہو گیا۔ کیونکہ ادھر تھوڑے زمانہ سے مستحفظ کا نام ساقط ہو کر اس فریق کا نام اتحادی ہو گیا ہے۔

مسودہ حکومت خود اختیاری کی شکست کے بعد ایک قومی انتخاب ہوا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۱۶ مستحفظ، ۷۸ آزاد خیال اتحادی، ۱۹۱ گلیڈسٹن کے

آزاد خیال پیرو اور ۸۵ آئرستانی قوم پرست منتخب ہو گئے۔ متفقہ اتحادیین کی کثرت ۱۱۸ کی تھی، اور ۲۶ جولائی ۱۸۸۶ء کو گلیڈسٹن کی قلیل المدت حکومت کے بجائے۔ مارکوئس سالسبری کے زیر صدارت دوسری وزارت قایم ہوگئی۔ لیکن مسئلہ سوراج مردہ نہیں ہوا۔ سالسبری کی وزارت (۱۸۸۶-۹۲ء) کے دوران میں حکومت کو آئرلینڈ کے معاملات پر بہت توجہ کرنا پڑی اور ۱۸۹۲ء میں آزاد خیال اس اعلان نامہ کے ساتھ وزارت پر واپس آئے جس میں صریحاً آئرستانی سوراج کی مشروط رکھی گئی تھی[1]۔ اس وقت میں مستحفظین نے ملک کے سامنے اپنے مرافعہ کی بنا یہ رکھی کہ اولاً حکومت خود اختیاری کی مقاومت کرنا چاہیئے اور دوسرے یہ کہ حکومت نے اصلاح اور تعمیری قانون سازی میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ اسے برسر اقتدار رہنے کا مستحق قرار دیتی ہیں۔ مگر جدید پارلیمنٹ میں حکومت کے خلاف چالیس کی کثرت تھی اور ۱۸ اگست کو گلیڈسٹن سے چوتھی مرتبہ وزارت مرتب کرنے کی خواہش کی گئی[2]۔ ۱۸۹۲ء کے انتخابات میں مزید دلچسپی کا باعث یہ بھی ہے کہ اب پہلی مرتبہ جماعت مزدوران کے آزاد نمائندے پارلیمنٹ میں نظر آئے کانکنوں کے قایم مقام اور ایک زرعی مزدور کا انتخاب اس سے پہلے ہوا تھا مگر یہ لوگ آزاد خیالوں کی استیصالی صف کے ساتھ متحد ہو گئے تھے۔ لیکن اب چار ارکان کا انتخاب ہوا تھا۔ جن میں جان برنز اور کیر ہارڈی بھی شامل تھے، انھوں نے سب سے علیحدہ رہنا ہی پسند کیا اور اس کا اعلان کر دیا

---

[1] یہ نیو کیسل کا لائحہ عمل، تھا جسے نیشنل لبرل فیڈریشن، (قومی آزاد خیال وفاق) کے ایک اجتماع نے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں بمقام نیوکیسل، مرتب کیا تھا۔ اس لائحہ عمل کے دفعات میں علاوہ حکومت خود اختیاری کے ویلز اور اسکاٹ لینڈ کے کلیساؤں کی شکست، فروخت منشیات کے متعلق مقامی حق امتناع تکثیری حق رائے دہی کی تنسیخ اور مستخدمین کی ذمہ داری کی تعریف اور مزدوری کے اوقات کی تحدید سے متعلق وضع قوانین کے دفعات بھی شامل تھے۔

[2] ڈسی اے دہنورہ اتحادی حکومت کے چھ برس ۱۸۸۶-۹۲ء

مطبوعہ لندن ۱۸۹۳ء

کہ اس وقت تک گروہ مخالف بنے رہیں گے جب تک کہ وہ ایوان میں فرد ی حکومت نہ قایم کردیں،، ۱۸۹۳ء میں گلیڈسٹن نے حکومت خود اختیاری کا جو مسودہ قانون پیش کیا وہ ۱۸۸۶ء کے مسودے سے خصوصیت کے ساتھ اس امر میں مختلف تھا کہ اہل آئرلینڈ وسٹ منسٹر میں نمایندگی سے محروم نہیں کئے گئے تھے دارالعوام میں یہ مسودہ چونتیس کی کثرت رائے سے منظور ہوگیا مگر ایوان بالائی نے اسے ۴۱ کے مقابلہ میں ۴۱۹ رایوں سے مسترد کردیا۔ ایسی مخالفت کے ہوتے ہوئے اس مسئلہ پر زور دینا بیکار معلوم ہوا اور مسودہ ساقط کردیا گیا دارالامرا جس کا اختیار قانون سازی اس وقت اتنا بڑھ گیا کہ ۱۸۳۲ء کے بعد سے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا، وہ ہر موقع پر حکومت کی مزاحمت کرنے لگا اور ۱۸۹۴ء میں گلیڈسٹن زیادتی عمر اور پارلیمنٹی کشمکش سے تنگ آکر عہدے سے کنارہ کش ہوگیا۔ دارالعوام میں اس نے اپنی آخری تقریر میں امرا کی سخت تنقیص کی اور اس تصادم کی پیشین گوئی کی جو انجام کار میں اس ایوان کے اختیار کے قطع برید کا باعث ہوگئی اور واقعا ایسا ہی ہوا۔)

اب لارڈ روزبری نے جو وزیر خارجہ تھے سرگروہی اختیار کی مگر جون ۱۸۹۵ء میں وزارت کو ایک شکست کا منھ دیکھنا پڑا، اور لارڈ سالسبری سے تیسری مرتبہ حکومت مرتب کرنے کی خواہش کی گئی۔ گلیڈسٹن کی کنارہ کشی سے آزاد خیال فریق کے اندر بیشمار نقیض رونما ہوگئے اور جب جولائی میں نئی وزارت نے ملک کے سامنے درخواست پیش کی اور حکومت خود اختیاری کو اہم مسائل میں داخل کیا تو وزارت کے موید ین کو آزاد خیالوں اور قوم پرستوں دونوں کے مجموعہ پر ۱۵۲ کی کثرت حاصل ہوگئی۔ آزاد خیال اتحادیین نے ۷۱ ارکان کا انتخاب کیا اور مستقل اتحادی محالفہ کو پختہ کرنے کے لئے لارڈ سالسبری نے ایک ایسی وزارت مرتب کی جس میں اتحادی عناصر کی نمایندگی اس طرح پر ہوئی کہ جوزف چیمبرلین، معتمد نو آبادیات وائکاؤنٹ گوشن اول امیر بحریہ اور ڈیوک ڈیوونشائر صدر کونسل مقرر ہوئے وزیر اعظم خود پھر وزیر خارجہ کے عہدے پر آگیا اور اس کا بھتیجا آرتھر جے بالفور (جو دارالعوام میں پھر سرگروہ حکومت ہوگیا تھا)، خزانہ کا امیر اول مقرر ہوا۔ سالسبری

کی تیسری وزارت کے فیوز سے اتحادیوں کے پورے ایک عشرے کی حکومت کا آغاز ہوا۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں لارڈ سالسبری (جس کی چوتھی وزارت جو سنہ ۱۹۰۰ء کے انتخابات کے بعد سے شروع ہوئی تھی، تیسری وزارت کے سلسلہ ہی میں تھی) زندگی عامہ سے کنارہ کش ہو گیا، مگر وزارت عظمیٰ کی جانشینی بالفور کو ملی اور سالسبری کی کنارہ کشی کے وجہ سے نہ تو حکومت کے افراد اور نہ اس کی حکمت عملیوں میں کسی طرح پر کوئی تغیر واقع ہوا۔

۱؎ سنہ ۹۵-۱۸۷۴ء کے زمانہ کی فریقانہ تاریخ کے متعلق نہایت کارآمد کتابیں حسب ذیل ہیں:- پال "تاریخ انگلستان جدید" Paul : History of Modern England جلد چہارم و پنجم۔ مارلی۔ "سوانح ڈبلیو۔ ای۔ گلیڈاسٹون" Morley : Life of W. E. Gladstone جلد سوم۔ جے میک کارتھی۔ "خود ہمارے زمانہ کی تاریخ" J. McCarthy's History of Our Own Times جلد ہائے چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ اس کے بیانات عام پسند انداز کے ہیں۔ مختصر بیانات کتب ذیل میں ہیں:- مے و ہالینڈ۔ انگلستان کی تاریخ دستور May and Holland : Constitutional History of England جلد سوم صفحات ۵۸-۱۲۷، "کیمبرج کی تاریخ جدید" Cambridge Modern History جلد دوازدہم باب سوم۔ (فہرست کتب صفحات ۸۵۳ - ۸۵۵) ایچ۔ وہیٹ کی کتاب ذیل بھی کسی قدر مفید ہے۔ "سالسبری کا تیسرا انتظم و نسق سنہ ۱۹۰۰-۱۸۹۵ء" H. Whates : The Third Salisbury Administration, 1895-1900 مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۱ء

حکومت اتحادئین کے اس عشرے کے بیشتر حصص میں آزاد خیال فریق اپنے فریقانہ مناقشوں اور شخصی رقابتوں سے پارہ پارہ ہو رہا تھا اور اس نے حکومت کی جو مخالفت کی وہ محض ضابطہ پری کے لئے تھی اور بالکل غیر موثر تھی[۱] حکومت خود اختیاری کا مسئلہ پس پشت ڈالدیا گیا اور اگرچہ اتحادی ایک معقول حد تک معاشری و حرفی وضع قوانین عمل میں لائے مگر اس دور کی دلچسپی زیادہ تر خارجی و مستعمری معاملات سے متعلق حکومت کی حکمت عملیوں میں مرکوز تھی۔ اس عشرے کا سب سے زیادہ سرگرم مسئلہ متنازعہ شہنشاہیت کا مسئلہ تھا۔ معاملہ عامہ میں سب سے زیادہ اثر انداز شخصیت جوزف چیمبرلین کی تھی۔ اس کا سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ جنوبی افریقہ کی جنگ تھی۔ ۱۹۰۰ء میں وزارتی سرگروہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جنگ کی وجہ سے جو عام جوش بھڑک اٹھا ہے اس سے نفع اٹھا کر اپنے فریق کے لئے اقتدار کا نیا پٹہ حاصل کرلیں۔ پارلیمنٹ منتشر کردی گئی اور ٹرانسوال کے الحاق کے عین مابعد عام انتخاب وقوع میں آیا۔ آزاد خیالوں نے جو اوائل ۱۸۹۹ء سے سر ہنری کیمبل بینرمین کی سرگروہی میں تھے، اتحادیوں پر معاشری و حرفی معاملات کی عدم توجہی کا الزام لگایا۔ خود اپنے آپ کو تعلیمی، اقامتی، اور اعتدال مسکرات کی اصلاحوں کا ذمہ دار گردانا اور انتخاب کنندگان کو خصوصیت کے ساتھ یہ یقین دلانا چاہا کہ بیرونی ممالک میں شہنشاہیت کے جائز مفاد کی حمایت کے متعلق ان پر اعتماد کیا جائے۔ حکومت نے اس جنگ کو زیادہ تر جنوبی افریقہ کی حکمت عملی کے

---

[۱] جانشینی کے دو خاص خواہاں لارڈ روزبری اور سر ولیم ورنن ہارکورٹ تھے روزبری آزاد خیال فریق کے شہنشاہی پسند عنصر کا نمایندہ تھا اور وہ اس امر پہ زور دیتا تھا کہ یہ فریق اپنی اسی عام حیثیت کی طرف عود کر جائے جو مسئلہ سوراج والے تفرقے کے قبل تھی۔ ہارکورٹ اور اس فریق کا حصہ کثیر شہنشاہیت کے خلاف تھا اور وہ معاشری اصلاح کے لائحہ عمل پر توجہ کرنے کے لئے زور دیتے تھے۔ گلیڈسٹن کی کنارہ کشی کے وقت سے ۱۸۹۶ء تک سرگروہی روزبری کے ہاتھ میں رہی مگر ۱۸۹۶ء سے آغاز ۱۸۹۹ء تک ہارکورٹ ظاہری سرگروہ رہا، لیکن روزبری کا اثر سابق کے بہ نسبت کچھ کم نہیں ہوا تھا۔

مسئلہ پر چلایا اور اپنے مخالفین کو "چھوٹے انگلستان والے" ظاہر کر کے قوم کے سامنے اس دلیل کے ساتھ آئی کہ جنوبی افریقہ میں جو روش اختیار کی گئی ہے اس سے پلٹنا ممکن نہیں ہے اور موجودہ وزارت کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ جس کام کو اس نے شروع کیا ہے اسے انجام تک پہنچانے کا اسے موقع دیا جائے۔ یہ درخواست کامیاب رہی مستحفظین کو ۳۳۴ جگہیں اور آزاد خیال اتحادئین کو ۶۸ جگہیں جملہ ۴۰۲ جگہیں حاصل ہوئیں۔ اس کے برخلاف آزاد خیالوں اور مزدیوں کو صرف ۱۸۶ اور قوم پرستوں کو ۸۲ جگہیں جملہ ۲۶۸ جگہیں ملیں۔ اس طرح نئی پارلیمنٹ میں حکومت کی اکثریت ۱۳۴ کی تھی جو کم و بیش اتنی ہی تھی جتنی سنہ ۱۸۹۵ع میں تھی۔[1]

انتخابات کے بعد آزاد خیال فریق کی صفوں میں بحث و جدال کا دروازہ پھر کھل گیا۔ روز بری کے جانب والے اس رائے پر قایم تھے کہ چونکہ جنگ جنوبی افریقہ جاری ہو چکی ہے اس لئے تمام انگریزوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی تائید کریں اور اتحادی حکومت پر صرف بد انتظامی کے الزام کی بنا پر اعتراض ہونا چاہیئے۔ جولائی سنہ ۱۹۰۱ع میں کیمبل بینرمین کو اپنی حالت کی کمزوری کی وجہ سے اپنے رفقار فریق سے یہ مطالبہ کرنا پڑا کہ یا وہ لوگ اس کی تصدیق کریں کہ دارالعوام کے اندر بینرمین اس فریق کا سرگروہ ہے یا اسے رد کر دیں منظوری ضرور دیدی گئی مگر کچھ مزید ترقی نہیں ہوئی روز بروز یہ زیادہ واضح ہوتا گیا کہ آزاد خیالی کی واقعی تجدید اس وقت تک نہیں ہو سکتی کہ جنگ جنوبی افریقہ ختم ہو جائے اور اس جنگ میں جو وسیع شہنشاہی مسائل داخل ہیں ان کا حل ہو جائے۔ ایک مدت تک حکومت کی صاف و صریح

[1] ڈبلیو کلارک "انگلستان کی آزاد خیالی میں زوال" W. Clarke: "The Decline in English Liberalism," مطبوعہ پولٹیکل سائنس کوارٹرلی
P, Hamelle: "Les elections anglaise," پی ہمیل "انتخابات انگلشیہ" ستمبر سنہ ۱۹۰۱ع Les Ann. des Sci. Polit جریدہ سیاسیات فرانس

مخالفت صرف ان آئرستانی قوم پرستوں کی طرف سے ہوئی جو بوئروں کے حامی تھے۔

لبرل اصول کا احیاء آزاد خیال فریق نے ۱۹۰۲ء و ۱۹۰۵ء کے درمیان پھر نیا قالب اختیار کیا۔ لارڈ روزبری نے ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۱ء کو چسٹر فیلڈ میں جو مشہور تقریر کی تھی، اس میں پہلے ہی سے اس کا اشارہ مل گیا تھا، مگر اس کوشش کا فوری اثر یہ ہوا کہ فریقانہ نقیض اور بڑھ گیا علہ

وہ اس طرح کہ قومی طبائع خیالات جنگ سے پلٹ کر خانگی اغراض و مسائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس مقصد کے حصول کا باعث خاص طور پر یہ ہوا کہ ۱۹۰۲ء کے قانون تعلیمات سے مخالفت برپا ہو گئی، دارالامرا کی اتحادی کثرت کی روز افزوں کبر و نخوت سے عام ناپسندیدگی پیدا ہو گئی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ترجیحی محاصل درآمد و برآمد کے مسئلے کی وجہ سے اتحادی صفوں میں ابتری رونما ہو گئی۔ چمبرلین حال ہی میں جنوبی افریقہ سے واپس آیا تھا اور اس وقت وہ اپنے انتہائی عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ۱۵ر مئی ۱۹۰۳ء کو بمقام برمنگھم اپنے انتخاب کنندگان کے سامنے ایک تقریر کی اور قوم کو اپنے اس اعلان سے حیرت میں ڈال دیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ برطانیۂ عظمیٰ، طریق منچسٹر کے آزادانہ تجارت کے اصولوں کو خیرباد کہے اور سلطنت کو زیادہ گہرے تعلقات سے مربوط کرلے، اور اس کے ساتھ ہی نوآبادیوں اور مادر وطن دونوں کے تجارتی اغراض کو اسطرح ترقی دے کہ ملک میں داخل ہونے والے سامان خوراک پر ترجیحی محصولوں کا طریقہ عاید کرے۔ اگر

علہ۔ یہ تقریر لبرلوں کے ایک بہت بڑے جلسہ میں ہوئی تھی، اور اس میں ایک لائحۂ عمل کا خاکہ پیش کیا گیا تھا جس کے بموجب روزبری نے اپنے فریق کی سرگروہی کے دوبارہ قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ بوئروں کی خودمختاری کے مسئلہ کے متعلق یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ وہ طے شدہ ہے اور اس شکست خوردہ قوم کے ساتھ نرمی برتنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی عام انتخاب ہو، فوج اور بیڑے کی تنظیم جدید، اور تعلیمی نظم و سرکاری مالیات کی اصلاح وہ مباحث قرار دیئے گئے تھے جنھیں لبرل غیر مشتبہ طور پر اپنی بنیاد قرار دیں، علیٰ ہذالمنوشی اور غربا کی سکونت کیلئے وضع قوانین بھی ان مباحث میں داخل تھے۔

جدید لائحۂ عمل کے ذہین شارح نے اواخر سال میں تقریروں کی ایک پرزور مہم کا آغاز کر دیا اور ایک وسیع نیابتی غیر سرکاری ماموریۂ محاصل قائم کیا گیا اور اسے یہ کام سپرد ہوا کہ وہ بعد کافی غور و خوض کے ایک ایسا محصولی نظم مرتب کرے جو ان ضرورتوں کو پورا کرے جن کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ اتحادی سرگروہوں میں ایسی تقسیم آرا پیدا ہو گئی جس سے علانیہ انفراق کا اندیشہ تھا۔ اتحادی فریق کے عامۃ الناس شش و پنج میں پڑ گئے اور کسی طرف کوئی فیصلہ نہ کر سکے، اور کئی مہینے تک اس مسئلہ نے توجہ کو اس طرح جذب کر لیا تھا کہ تقریباً ہر ایک دوسری شئے خیال سے خارج ہو گئی؎

؎۔ برطانیۂ عظمیٰ کے اصلاح محاصل کے متعلق ذخیرۂ کتب بہت ہی کثیر ہے۔ تحفظی تجاویز کی نوعیت کا براہِ راست مطالعہ چمبرلین کی کتاب ذیل میں ہو سکتا ہے:۔
"شہنشاہی اتحاد و محاصلی اصلاح: ۱۵ مئی سے ۴ نومبر ۱۹۰۳ء تک کی تقریریں"
J. Chamberlain, Imperial Union and Tariff Reform Speeches Delivered from May 15 to November 4 1903
مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء۔ مفید مباحث و مضامین ذیل میں ملیں گے:۔ ٹی۔ ڈبلیو مچل "مسٹر چمبرلین کی مالی حکمت عملی کا ارتقا"
T. W. Mitchell, "The Development of Mr. Chamberlain's Fiscal Policy."
مطبوعۂ "روئداد سالانہ امریکی مجلس سیاسیات و علوم معاشرتی" جلد بستم دسوم شمارہ (جنوری ۱۹۰۴ء)۔ آر لیتھبرج "ٹوری فریق کے اندر محاصلی اصلاح کا ارتقا"۔
R. Lethbridge, "The Evolution of Tariff Reform in the Tory Party."
مطبوعۂ "نائنٹینتھ سنچری" جون ۱۹۰۸ء ایل۔ ایل پرائس "مسٹر چمبرلین کے تجاویز کا اقتصادی نقطۂ نظر"
L. L. Price, "An Economic View of Mr. Chamberlain's Proposals."
مطبوعۂ "ایکونامک ریویو" اپریل ۱۹۰۴ء
ان کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہئیں:۔
S. H. Jeyes, Life of Joseph Chamberlain اس۔ ایچ۔ جییس "سوانح جوزف چمبرلین"

اس صورتِ حال میں لبرلوں کو موقع ہاتھ آگیا۔ چونکہ وہ اس مجوزہ نئی روش کے تقریباً کلی مخالف تھے، اس لئے انھوں نے نہایت جوش کے ساتھ انگلستان کے "مقدس اصول تجارت آزاد" کے حامیوں کا انداز اختیار کیا، اور مزدور جماعتوں کو سستی روٹی کا واسطہ دلا کر تاحدِ امکان نفع اٹھایا۔ چمبرلین نے اس امر سے انکار کیا کہ اس کی تجویز کا منشا یہ ہے کہ قوم کی معاشی حکمتِ عملی میں عام تبدیلی کردی جائے مگر اکثر لوگوں کی نظروں میں یہ مسئلہ آزاد تجارت اور تحفظ کے اساسی اصول کے درمیان ما بہ النزاع تھا۔ ۱۹۰۴ء و ۱۹۰۵ء کے دوران میں حکومت نے یہ دیکھا کہ مسئلہ تجارتی، نیز قانون تعلیمات کے نفاذ سے پیدا ہونے والے مشکلات، جنوبی افریقہ میں چینی مزدوروں کے معاملات اور دوسرے متعدد فوری ضروریات کے باعث وہ پہلے سے زیادہ ضغطہ میں پھنسی ہوئی ہے۔ درمیانی انتخابات سے بلاشک وشبہہ یہ عیاں ہوگیا کہ ہوا کا رخ آزاد خیالی کی طرف ہے۔

بہت دنوں تذبذب میں رہنے کے بعد مگر طوفان کے جمع ہونے سے قبل ہی گونہ دفعتہً مسٹر بالفور نے سرِ تسلیم خم کردیا اور ۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو استعفا پیش کردیا۔ دارالعوام کے اندر کام چلانے کے لئے حکومت کو بہتر کی کثرت رائے حاصل تھی اور ۱۹۰۰ء کی منتخب شدہ پارلیمنٹ کی عمر میں ابھی ایک برس باقی تھا اور دارالامرا میں اتحادی اپنے مخالفین سے ایک اور دس کی نسبت سے زیادہ تھے۔ مگر حکومت کے اثر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا تھا، اور مالیاتی امور متنازعہ فیہ کی وجہ سے جو مشکلات پیدا ہوگئے تھے وہ ناقابلِ حل تھے۔ وزیرِ اعظم چمبرلین کے تجاویز کی متابعت نہیں کرسکتا تھا، اور اپنے فریق کے آزادانہ تجارت و تحفظ کے بازوؤں کے درمیان ذومعنی الفاظ کے ذریعہ کھنچی ہوئی رسّی پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۲ جلد، مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء۔

اے میکنٹاش، "جوزف چمبرلین" "بادیانت سوانح عمری"

A. Mackintosh, Joseph Chamberlain; an Honest Biography.

طبع نظر ثانی شدہ لندن ۱۹۱۴ء۔

اپنا توازن قائم رکھنے سے وہ عاجز آ گیا تھا لیکن اس نے یہ نہ چاہا کہ پارلیمنٹ کے فوری انفساخ اور اس کے بعد اتحادی حکومت کی دس برس کی کارگزاری کی بنا پر پیش آنے والے انتخابات کا نفع اپنے مخالفین کو پہنچاوے، اس نے محض استعفا دیدیا اور اس طرح اپنے مخالفین کو ایک نئی وزارت کے بنانے پر مجبور کیا جو آئندہ کے پیش آنے والے انتخابات کے وقت خود براہ راست معرضِ امتحان میں آجاتی۔

بادشاہ نے لبرل سرگروہ کیمبل بینرمین کو وزیر اعظم نامزد کیا، جس نے فوراً ہی غیر معمولی قوت کا ایک کابینہ مرتب کر دیا، جس میں خود وزیر اعظم اول امیر خزانہ تھا، سر اڈورڈ گرے وزیر خارجہ، مسٹر اسکوئتھ وزیر خزانہ، مسٹر ہالڈین وزیر جنگ، مسٹر لائڈ جارج صدر مجلس تجارت، مسٹر برنز صدر مجلسِ حکومت مقامی، مسٹر بیریل صدر مجلس تعلیمات اور مسٹر برائس، آئرستان کے معتمد اعلیٰ تھے۔ ۸ر جنوری کو "خاکی پوش پارلیمنٹ" منتشر کرادی گئی، عام انتخاب کا حکم ہوا اور نئی پارلیمنٹ کے اولین تاریخ قانونی (۱۳ فروری) کو مجتمع ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے بعد جو مہم پیش آئی اس میں غیر معمولی جوش و خروش دکھایا گیا۔ اتحادی گروہ مسئلہ محاصل در آمد و بر آمد پر خود بے حد منقسم تھا، مگر ان کی امید اس پر اٹکی ہوئی تھی کہ آئرستان کے سوراج کے مسئلے کے متعلق لبرلوں کی قوتیں پارہ پارہ ہو جائینگی۔ لبرلوں نے یہ مسلم سمجھ کر کہ آئندہ فوراً ہی آئرستانی سوراج ایک امر ناممکن ہے، یہ اقرار کر لیا کہ وہ ایسی حکمتِ عملی اختیار کریں گے جس سے بتدریج سوراج قائم ہو جائے، اس تدبیر سے انھوں نے جنگ کو بالتخصیص آزاد تجارت کے مسئلہ پر مبنی کر دیا اور عمومی طور پر سب سے زیادہ شدید حملہ اپنے مخالفوں کی مالیاتی کارگزاری اور مالیاتی حکمت عملیوں پر کیا۔ نتیجہ میں لبرلوں کی انتہا درجہ کی کامیابی ظاہر ہوئی۔ منجملہ ۶،۵۵۵،۳۰۱ رایوں کے[1] ۴،۰۲۶،۷۰۰؛ ۴ رائیں لبرل، قوم پرست اور مزدی امیدواروں کو ملیں اور صرف ۲،۵۲۸،۵۹۶ رائیں مستحفظین اور اتحادئین

---

[1] سنہ ۱۹۰۶ء میں سلطنتِ متحدہ کے اندر انتخاب کنندوں کی تعداد ۷،۲۶۶،۷۰۸ تھی۔

کو ملیں - دار العوام کے لئے ۴۷۳ لبرل، ۸۳ قوم پرست، ۵۲ مزدئیں، ۱۳۱ کنسرویٹو، ۲۷ لبرل اتحادی منتخب ہوئے - اوراس طرح لبرلوں اوران کے حلیفوں کیلئے ۳۵۴ کا صریحی غلبہ تیقن ہو گیا۔ عـ۱ انتخابات کے قبل ہی باخبر مبصرین کو لبرل کامیابی کا یقین تھا مگر اس حد کی کامیابی اس فریق کے بڑے سے بڑے پرجوشس ہوا خواہ کو خواب میں بھی نہیں نظر آئی تھی عـ۲

لبرلوں کی کامیابی - ۱۹۰۶-۹۰۹

لبرلوں کا تفوق اس طرح تیقن ہو گیا اور یہ اس وقت تک قائم رہا جبتک کہ جنگ کے ضروریات نے ۱۹۱۵ء میں ایک مرکب حکومت کے قائم کرنے کی حاجت نہ پیدا کردی - یہ عشرہ برطانیۂ جدیدہ کی سیاسی تاریخ میں سب سے زیادہ دلچسپ و اہم رہا ہے - اس کی اہمیت بالتخصیص معاشری و اقتصادی توضیع قوانین کی اس وسیع مقدار کی وجہ سے ہے جسے آزاد خیال وزارتوں نے کتاب قانون پر ثبت کرنا چاہا- اس مجوزہ توضیع قوانین کا زیادہ حصہ کامیابی کے ساتھ تمام مراحل طے کر گیا اور اب وہ نافذ ہے مگر اس کے بہت سے اجزا کی منظوری نہیں ہو سکی جسکی وجہ یہ تھی کہ دار الامرا کی اتحادی کثرت نے انکی مخالفت کی تھی اور ایوان بالائی کے اندر لبرلوں

عـ۱ - فریقِ مخالف میں ۱۰۲ طریق پر چیمبرلین کے "مصلحان محاصل درآمد و برآمد" تھے اور صرف ۱۶ پورے پورے "حامیان غذائے آزاد" تھے -

عـ۲ - ۱۹۰۶ کاڈل، "انتخابِ عام انگلشیہ (جنوری ۱۹۰۶ء)"

M. Caudel, "Les elections generales anglaises(janier 1906)

جریدۂ سیاسیات فرانس" مارچ ۱۹۰۶ء؛

E. de Noirmont, "Les elections anglaises de Janvier 1906; Quest. Les resultats generaux"

ای - ڈی نوارموں "جنوری ۱۹۰۶ء کے انتخابات انگلشیہ، نتائج عامہ"

Quest. Dipl et, Colon

جریدۂ مسائل مدبری و مستعمراتی مارچ ۱۹۰۶ء؛

ای پارٹ "انگلستان میں حالت فرقیانہ" مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی" جون ۱۹۰۶ء

Quest. Dipl et, Colon. E, Porritt, "Party Conditions in England.

اور فریقِ مخالف کے درمیان جو مناقشات برپا ہوئے ان کا ایک راست نتیجہ وہ اہم آئینی ردوبدل تھا جو ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے ذریعہ سے عمل میں آیا (جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے) سرسری طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ لبرل اس وجہ سے دوبارہ برسر اقتدار ہو گئے کہ قوم بعض ایسے امور کی خواہاں تھی جن کا حصول اتحادیوں کے ہاتھوں سے غیر اغلب معلوم ہوتا تھا۔ ان میں خاص خاص امور حسب ذیل تھے:۔

(۱) سرکاری اخراجات کا گھٹانا اور قومی فضول خرچیوں کا خاتمہ کرنا۔

(۲) جنگ جنوبی افریقہ کے دوران میں جو محاصل عاید کیے گئے تھے ان کا استرداد۔

(۳) فوج کی اصلاح

(۴) معاشری اصلاحات جس میں وظیفۂ پیرانہ سالی، بیکاروں کی امداد، تجارت منشیات کا انضباط، اور کلیسائی تسلط سے تعلیم کی آزادی وغیرہ داخل تھے۔ نیز قوم کی یہ بھی صریح خواہش تھی کہ آزاد تجارت کی حکمتِ عملی، جسے اب چمبرلین کے تجاویز سے خطرہ درپیش تھا، وہ بے کم وکاست قائم رہے۔ لبرل وزارت پر فائز ہونے سے پہلے ہی ان تمام روشوں اور ان سے کچھ زائد کے لئے بغیر کسی شرط کے پابند ہو چکے تھے۔

۱۹۰۶ء کے انتخابات اور ۱۹۱۰ء کے درمیانی برسوں میں لبرل حکومتیں کیمبل بینرمین اور ایسکوئتھ^{علہ} کی زیر صدارت اپنے فریق کے انتخابی وعدوں کے پورا کرنے کی ایماندارانہ کوششیں کرتی رہیں۔ انھوں نے قومی قرضہ کی اندیشناک ترقی کو روک دیا اور ایسی رفتار سے قرضہ گھٹانے کا سامان کیا کہ انیسویں صدی کے وسط سے دو مختصر زمانوں کے سوا اور کسی وقت بھی اس رفتار سے یہ انتظام نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے ان جنگی محصولوں میں کم وبیش نصف کو منسوخ کر دیا۔

علہ۔ کیمبل بینرمین نے ۵ راپریل ۱۹۰۸ء کو استعفا دیدیا۔ اس کا جانشین مسٹر ایسکوئتھ ہوا اور مسٹر لائڈ جارج اس کے بجائے وزیر خزانہ ہوا۔

جو ان کے حصول اقتدار کے وقت ہنوز عائد تھے۔ انھوں نے عارضی طور پر فوجی اخراجات کو گھٹا دیا۔ تاہم ملکی اخراجات میں حسب معمول ترقی ہوتی رہی اسلئے کہ وظائف پیرانہ سالی کے اجرا اور سب سے بڑھ کر صاحب جائداد طبقات کی جانب سے دو طاقتوں کے مساوی بحری معیار قائم رکھنے کے مطالبہ کی وجہ سے انجام کار سالانہ موازنہ میں رقم گھٹنے کے بجائے بڑھ گئی۔ ایک تجویز کے بموجب جسے مسٹر ہالڈین نے مرتب کیا تھا حکومت نے فوج کو نئے قالب میں ڈھالا، آزاد تجارت کو قائم رکھا۔ انھوں نے آئرستانی سوراج کی جانب قدم نہیں بڑھائے مگر ۱۹۰۹ء میں انھوں نے "آئرستانی جامعات کا قانون" اور "آئرستانی خرید اراضی کا قانون" منظور کیا جو آئرستانی اغراض کے لئے نہایت مناسب تھا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ انھوں نے معاشری توضیع قانون کے متعلق قوم کے مطالبہ کے پورا کرنے کی کوشش کی۔ بیکاری کے شیوع، وسیع الاثر غربت کی مصیبت، ہڑتالوں اور دوسری حرفی بدنظمیوں کے پیاپے وقوع، ترکِ وطن کی روز افزوں ترقی، اور انگلستان کی معاشری بیقراری کے دوسرے متعلقہ کیفیات کا اثر یہ ہوا کہ عوام کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہو گیا کہ سلطنت کو چاہیئے کہ وہ معاشری و حرفی سود و بہبود اور عمومیت و اصلاح کے لئے مہتم بالشان تجاویز مرتب کرے، انھیں اپنے قبضہ میں لے اور ان کے اخراجات کو برداشت کرے۔ اپنے لائحۂ عمل کے اس حصّے میں لبرلوں کو صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی۔ انھوں نے اہم مزدوری قوانین وضع کئے جن میں قوانین ذیل شامل تھے۔ کارکنوں کے معاوضہ کا قانون (۱۹۰۶ء)۔ اتحادات مزدوراں و تنازعاتِ مزدوراں کا قانون (۱۹۰۶ء)، معادن میں آٹھ گھنٹے کام کا دن (۱۹۰۸ء)۔ مزدوری مبادلات کا قانون (۱۹۰۹ء)، مجالسِ تجارت کا قانون (۱۹۰۹ء) ۱۹۰۸ء میں انھوں نے وظائف معمرین کا ایک بسیط نظم قائم کیا۔ [1] لیکن دارالامرا کی مخالفت

[1] اس توضیع قانون کے مختصر بیان کے لئے اوگ کی کتاب "یورپ جدید کا اقتصادی ارتقا" Ogg., Economic Development of Modern Europe. (ابواب ۱۷-۱۹-۲۵) ملاحظہ ہو۔

کی وجہ سے یہ لبرل حکومتیں، مسودات ذیل کو قانون بنانے میں کامیاب نہ ہوئیں:۔ تکثیری رائے دہی کی منسوخی (سنہ ۱۹۰۶ء) مدرسوں کی فرقہ داری حیثیت کی معدومی کا متنازعہ فیہ مسودہ (سنہ ۱۹۰۱ء)، مسودہ ملکیات اراضی (سنہ ۱۹۰۷ء)، مسودہ اجارہ دہی (سنہ ۱۹۰۸ء)۔ مسودہ انتخابات لندن (سنہ ۱۹۰۹ء)۔ سب سے آخر میں سنہ ۱۹۰۹ء کے اس مسودہ مالی کی نوبت آئی جس کے امرا کی جانب سے مسترد کئے جانے کے باعث پارلیمنٹ منتشر کردی گئی اور جنوری سنہ ۱۹۱۰ء میں قومی انتخابات کا حکم دیا گیا۔

لبرل بمقابلہ امرا: جنوری و دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کے انتخابات

ایوانِ بالائی کی مستحفظی اکثریت سے چار برس تک مناقشہ کرنے کے بعد

لبرل گروہ کو اس کا یقین ہو گیا کہ جب تک بعض اساسی امور طے نہ ہو جائیں، وقت تک آگے بڑھنے کی کوشش بیکار ہے۔ پہلا امر یہ تھا کہ خزانہ پر جو روز افزوں مطالبات بڑھتے جا رہے ہیں انھیں پورا کرنے کے لئے کافی مداخل کا تیقن ہونا چاہیئے۔ دوسرا امر یہ تھا کہ دار الامرا کی نوعیت میں اس طرح تغیر کیا جائے کہ مالیات اور توضیع قانون کے معاملہ میں عمومی ایوان کا غلبہ تیقن ہو جائے۔ (سنہ ۱۹۰۹-۱۱ء کے) جن دو سو برسوں میں یہ جلیل القدر مسائل زیرِ بحث تھے قوم کی حالت بالکل بدل گئی تھی اور فریقانہ تصادم میں ایسا غلو پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مالیات کے معاملہ میں اتحادئین اور آزاد خیال ان حکمت عملیوں کے متعلق معقول حد تک متفق تھے جن سے (نا حکمرہ وظائف پیرانہ سالی اور اخراجات بحری کے متعلق) وسیع اخراجات کی ضرورت لاحق ہوتی۔ جس مسئلہ میں ان میں اختلاف تھا وہ ان ذرائع کا مسئلہ تھا جن سے ضروری روپیہ حاصل کیا جائے۔ سنہ ۱۹۰۹ء کے لائڈ جارج والے موازنہ میں اس کا حل یہ پیش کیا گیا تھا کہ اراضی پر نئے محصول لگائے جائیں، منشیات کے اجاروں کے معاوضے اور آمدنی و وراثت کے محصول بڑھائے جائیں۔ مقصود یہ تھا کہ یہ نیا بار صاحب املاک اور بالخصوص زمیندار طبقات پر پڑے۔ اس تجویز کے بالمقابل اتحادیوں نے محصول درآمد برآمد کی اصلاح کو پیش کیا اور زور یہ دیا کہ ضروری مداخل ان محاصل سے حاصل کئے جائیں جو بالتخصیص ملک میں آنے والی اشیائے غذائی پر عاید ہوں،

مگر اس فریق کے وہ ارکان جو تجارت آزاد کے حامی تھے اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے اس تجویز کی تائید نہیں کر سکتے تھے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۰۹ء کو امرا نے مالی مسودہ مسترد کر دیا اور اسطرح تین صدیوں کی نظیر پاش پاش ہو گئی۔ اب دار الامرا کی اصلاح یا اختتام کا مسئلہ سامنے آگیا، اور اگرچہ جنوری ۱۹۱۰ء کے انتخابی جنگ کی ابتدا حکومت کے مالی تجاویز کے فوری مسئلہ پر ہوئی تاہم ایوانِ بالائی کا سوال کسی نہج سے پسِ پشت نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ اس انتخاب کے آخری نتائج قوم پرستوں کے سوا اور ہر فریق کے لئے مایوس کن نکلے۔ آخری شمار میں لبرلوں کو ۲۷۴، اتحادیوں کو ۲۷۳، قوم پرستوں کو ۸۲۔ اور مزدیوں کو ۴۱ جگہیں حاصل ہوئیں۔ ایسکوئتھ کی حکومت عہدے پر قائم رہی، اور اس وقت سے اس کا انحصار تمامتر مزدی و قوم پرست گروہوں کے اتحادِ عمل پر رہ گیا۔ بہر نوع جو مسائل عظیمہ معرضِ بحث میں تھے ان کے متعلق کوئی ناطق حکم نہیں صادر ہوا لیکن یہ نتیجہ مسلم سمجھ لیا گیا تھا کہ محصول کے تجاویز کو قانونی لباس پہنایا جائے، دار الامرا کی ترکیب میں کچھ ردّ و بدل کیا جائے اور آزاد تجارت بدرجۂ اقل کچھ اور مدت کے لئے قائم رکھی جائے۔[۱]

۱ - آر - جی - لیوی، "موازنۂ استیصالی انگلشیہ" R. G. Levy "Le Budget radical anglais." "جریدۂ سیاسی و پارلیمنٹی" in Rev. Polit. et Parl. (اکتوبر ۱۹۰۹ء)

جی - ایل - فاکس، "لائڈ جارج کا موازنہ" G. L. Fox, "The Lloyd George Budget." مطبوعہ "ییل ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ ای - پارٹ، "لائڈ جارج کے موازنہ پر کشمکش" E. Porritt, "The struggle over the Lloyd George Budget." مطبوعہ "کوارٹرلی جرنل آف ایکونامکس" فروری ۱۹۱۰ء پی - ہیمل "انتخاباتِ انگلشیہ" P. Hammelle, "Les elections anglaises," "جریدۂ سیاسیات فرانس" ۱۵ مئی ۱۹۱۰ء

اس - بروکس، "برطانی انتخابات" S. Brooks, "The British Elections."

اس کے بعد کی ڈیڑھ برس کی ترقیوں کا ذکر کسی اور جگہ ہوچکا ہے۔ وہ ترقیاں خصوصیت کے ساتھ حسب ذیل تھیں:۔

(۱) ۱۹۰۹ء کے قانون مالیات کی مکرر پیشی و توضیع،

(۲) پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مابین تعلقات کے تغیر کے تجاویز

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" مارچ ۱۹۱۰ء ڈبلیو۔ ٹی۔ اسٹیڈ۔ "برطانیہ عظمیٰ میں عام انتخابات"

W. T. Stead, "The General Election in Great Britain."

مطبوعہ "ریویو آف ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ برٹانیکوس نے ایک کارآمد تبصرہ کیا ہے "برطانی طریق لبرل کے چار برس"

Britannicus, "Four Years of British Liberalism."

مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ ایک زیادہ تفصیلی تذکرہ۔ سی۔ ٹی کنگ کا ہے:۔ "ایسکوتھ کی پارلیمنٹ ۹-۱۹۰۶ء: اس کے افراد اور اس کی کارروائیوں کی ایک عام پسند تاریخ"

C. T. King, The Asquith Parliament 1906-1909: a popular History of its Men and Measures.

مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء ایک مفید مضمون ای۔ پارٹ کا ہے: "۱۹۰۶ء میں برطانی وضع قوانین"

E. Porritt, "British Legislation in 1906.

مطبوعہ "ییل ریویو" فروری ۱۹۰۷ء۔ کسی قدر سودمند کتاب "ملے کی فرانسیسی تصنیف" انگلستان کا نازک وقت" P. Millet, La crise anglais." مطبوعہ پیرس ۱۹۱۰ء ہے۔ ۹-۱۹۰۶ء کے دور کے مسائل عامہ کے متعلق تقریروں ایک مفید مجموعہ۔ ڈبلیو۔ ایس ونسٹن چرچل کی کتاب "آزاد خیالی اور مسئلہ معاشری"

W. S. Churchill, Liberalism and the Social Problem. مطبوعہ لندن ۱۹۰۹ء ہے۔ قانون مالیاتی جو لائڈ جارج کے ۱۹۰۹ء کے موازنہ پر مبنی تھا اور ۱۹۱۰ء میں منظور ہوا اسکی نوعیت اور اسکے اثرات کے متعلق بی۔ میلٹ کی کتاب "برطانی موازنات" از ۸۸-۱۸۸۷ء لغایتہ ۱۳-۱۹۱۲ء

B. Mallet, British Budgets, 1887-88 to 1912-13. مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء صفحات ۲۸۹-۳۳۱ دیکھنا چاہئیں اختلاف آرا

کا ایسکوئتھ کی حکومت کی جانب سے اعلان۔
(۳) ایوان بالائی کی اصلاح کے متعلق لارڈ روزبری کی مجوزہ تجویز کا دارالامرا کی جانب سے قبول کیا جانا۔
(۴) شاہ ایڈورڈ کے انتقال کی وجہ سے اس تنازعہ میں وقفہ والتوا۔
(۵) ۱۹۱۰ء کے موسم گرما میں دستوری کانفرنس کی ناکامی۔
(۶) ایوانِ بالائی کی جانب سے لارڈ لینسڈاؤن کی اصلاحی قرارداد حل کا قبول کیا جانا۔
(۷) صرف دس ماہ کی مدت کے بعد پارلیمنٹ کا اس غرض سے منتشر کیا جانا کہ ایوان بالائی کی اصلاح کے مخصوص مسئلہ کے متعلق ملک سے تازہ استفسار کیا جائے۔
(۸) دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات اور جنوری ۱۹۱۱ء میں نئی پارلیمنٹ کا اجتماع۔
(۹) ۱۹۱۱ء کے موسم گرما میں حکومت کے اہم مسودہ قانون پارلیمنٹ کی بیشی مکرر اور اس کی آخری توضیح۔ دسمبر کے انتخابات کے وقت متعدد برسرپیکار قوتیں اس استحکام کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر جمی ہوئی تھیں کہ دارالعوام کے اندر فریقوں کے حصے عملاً حسب سابق رہے۔ نئی پارلیمنٹ میں انکی حالت حسب ذیل تھی:۔ لبرل ۲۷۲۔ اتحادی ۲۷۲۔ قوم پرست ۷۶۔ آزاد قوم پرست (یعنی پیروان ولیم اوبراین) ۹۔ مزدور ۴۲۔ اتحادیوں کو لینکاشائر، ڈیونشائر اور کارنوال میں معقول فائدہ ہوا مگر لندن اور متفرق بروں میں انھیں اتنا ہی نقصان اٹھانا پڑا[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے شروع ہوتے وقت محاصل کا جو طریقہ نافذ تھا اس کی تشریح ڈبلیو۔ ایم۔ جے ولیمز کی کتاب "محاصل شاہی" W. M. J. Williams, The King's Revenue مطبوعہ لندن ۱۹۰۸ء میں کیگئی ہے۔

[۱] دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات کے متعلق پی ہیمل کا مضمون "برطانیہ کا نازک وقت: دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات" P. Hamelle, "La crise anglaise: les elections De december 1910. مطبوعہ جریدۂ سیاسیات فرانس، جولائی واگست ۱۹۱۱ء

قانون پارلیمنٹ سے جنگ عظیم تک اس قانونی ترمیم سے مستحکم ہو کر جس کی رو سے دارالامرا کی اتفاق رائے کے بغیر قوانین وضع ہو سکتے تھے اور مزدی و قوم پرست گروہوں کی مسلسل تائید کی طرف سے ایک معقول حد تک متیقن ہو کر، ایسکوئتھ کی وزارت نے اب وضع قوانین کے ایک ایسے لائحۂ عمل کی طرف توجہ کی جو بہت دن سے تعویق میں پڑا تھا ایوان بالائی کو عمومی بنیاد پر از سر نو مرتب کرنے کا جو وعدہ قانون پارلیمنٹ میں کیا گیا وہ معرض التوا میں پڑا رہا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جنگ عظیم کے پیش آجانے کے بعد پھر یہ کام نہیں ہوا اگرچہ چار خاص مسائل پر تو قانون سازی کو بزور طور پر آگے بڑھایا گیا۔ وہ چار مسائل یہ تھے:- مزدی طبقوں کا تحفظ، کلیسائے ویلز کی برطرفی، انتخابی اصلاح اور (سب سے زیادہ اہم) آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری۔

مقصد اول کی بابت خالص فریقانہ نوعیت کا اختلاف نسبتاً کم ہوا اور یہ مقصد ایک بڑی حد تک طریقہائے ذیل سے حاصل ہو گیا:-

(۱) ۱۹۱۱ء کا قومی بیمہ کا قانون جس میں علالت وضعف کے بیمہ کا ایک عام نظم قائم کیا گیا تھا اور نیز معماری و ہندسی کے پیشوں میں بیشغلی کے بیمہ کی بھی ایک تجویز شامل تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ای۔ ٹی۔ کوک "انتخابات قبل و بعد" E. T. Cook, "The Election-Before and After." مطبوعۂ "کانٹمپریری ریویو" جنوری ۱۹۱۱ء۔ بریٹانیکوس، "برطانی انتخابات" مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" جنوری ۱۹۱۱ء مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے قبول کئے جانے کا بہترین بیان اے۔ ایل۔ پی ڈینس کا مضمون "۱۹۱۱ء کا قانون پارلیمنٹ" A. L. P. Dennis, "The Parliament Act of 1911." مطبوعہ "امریکن پولیٹکل سائنس ریویو"، مئی و اگست ۱۹۱۲ء ہے دوسرے حوالجات کے لئے صفحہ ۶۲ دیکھنا چاہیئے۔

(۲) "اقل اُجرت کا قانون" جو کان کنوں کی عام ہڑتال کے ختم کرنے کے لئے سنہ ۱۹۱۲ میں منظور ہوا تھا۔

(۳) سنہ ۱۹۱۳ کا "قانون اتحادِ مزدوران" جس کا مقصود یہ تھا کہ سنہ ۱۹۰۹ کے فیصلۂ آسبرن علہ سے اتحاداتِ مزدوراں پر جو بعض مجبوریاں عاید ہوتی تھیں وہ رفع ہوجائیں

علہ - قومی بیمہ کے قانون کے متعلق کتب و مضامین ذیل دیکھنا چاہئیں:- اُوگ، "جدید یورپ کا اقتصادی ارتقا" Ogg, Economic Development of Modern Europe. صفحات ۶۱۲ - ۶۲۵ - ای - پارٹ، "برطانیہ کا قومی بیمہ کا قانون" E. Porritt, "The British National Insurance Act." مطبوعۂ "پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی" جون سنہ ۱۹۱۲ - آر - ایف - فورسٹر "برطانیہ کا قومی بیمہ کا قانون" R. F. Foerster, "The British National Insurance Act. مطبوعہ "کوارٹرلی جرنل آف ایکونامکس" فروری سنہ ۱۹۱۲ - او - کلارک "سنہ ۱۹۱۱ کا قومی بیمہ کا قانون" O. Clark, The National Insurance Act of 1911. مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۲ - اے - اس - کار - ڈبلیو - ایچ - اسٹوراٹ - جے ایچ - ٹیلر، "قومی بیمہ" Carr, W. H Stuart, and Taylor, National Inturance. مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۲ - "قومی بیمہ" کی اصل عبارت "ممالک متحدہ امریکہ کے مزدوری کے اشاعت نامہ" Bulletin of U. S Bureau of Labor. شمارہ ۱۰۲، مطبوعۂ واشنگٹن میں طبع ہوئی ہے - "قانون اتحاد مزدوران کے متعلق ڈبلیو - ایچ - گلڈارٹ کا رسالہ "تجارتی تنازعات و اتحادات مزدوراں کے متعلق موجودہ قانون" W. M. Geldart, The Present Law of Trade Disputes and Trade Unions. مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۳ دیکھنا چاہیے - یہ رسالہ "پولیٹیکل کوارٹرلی" بابت مئی سنہ ۱۹۱۴ میں بھی شایع ہوا ہے -

۱۹۱۲ء میں کلیسائے ویلز کی برطرفی کا ایک مسودہ پیش ہوا، اس کی عام روش وہی تھی جو ۱۹۰۹ء کے پیش شدہ مسودہ کی تھی، مگر اس میں برطرف شدہ کلیسا کو اس سے زیادہ مالی اعانت عطا کی گئی تھی۔ دارالامرا کے دو مرتبہ مسترد کر دینے کے بعد ۱۹۱۴ء میں یہ مسودہ قانون بن گیا، اور یہ پہلی تجویز تھی جو قانون پارلیمنٹ کے شرائط کے تحت کتاب قانون پر ثبت ہوئی، رائے دہی و تسجیل کا ایک مسودۂ قانون ۱۹۱۲ء کے اوائل گرما میں پیش ہوا، اس میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ ہر بالغ شخص کو حق رائے دہی حاصل ہو، تکثیری رائے دہی اور جامعات کی جداگانہ نمایندگی منسوخ کی جائے اور تسجیل میں آسانی پیدا کی جائے۔ عورتوں کی حق رائے دہی کی شورانگیزی اب مہیب انداز سے بڑھتی جارہی تھی اور حکومت کا انتخابی مسودہ قانون ترمیمات سے اس قدر دب گیا کہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۳ء کو صدر دارالعوام کی رائے اور حکم کے بموجب وہ واپس لے لیا گیا، حق رائے دہی چاہنے والی عورتوں کی مہم کی دقت اندازیوں اور اس کے ساتھ دوسرے کاموں کے بار کی وجہ سے عام انتخابی وضع قوانین میں دوبارہ ہاتھ نہ لگایا جاسکا تاآنکہ جنگ عظیم شروع ہوگئی، البتہ تکثیری رائے دہی کی منسوخی کا قانون دو مرتبہ دارالعوام میں منظور ہوگیا تھا اور جب جنگ کی وجہ سے اسے الگ رکھ دیا گیا، اس وقت یہ یقین ہو چلا تھا کہ قانون پارلیمنٹ کے بموجب یہ قانون کی شکل میں منظور ہو جائے گا۔

لیکن اس تمام دور میں آئرستان ہی کا مسئلہ سیاسی تماشہ گاہ کا مرکز بنا رہا۔ یہاں اس واقعہ کا صرف ذکر کر دیا جاتا ہے کیونکہ مہتم بالشان مسئلہ جن پیچیدگیوں سے ہو کر گزرا، اس کا کماحقہ خاکہ آیندہ کے ایک باب میں دیا جائے گا۔ حکومت کا سوراج کا یہ مسودہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو دارالعوام میں پیش ہوا اور ڈھائی برس بعد عین اس وقت جب عظیم الشان بین الاقوامی تصادم کا آغاز ہوا چاہتا تھا، قانون کی صورت میں آیا اور پھر اس کا واقعی نفاذ معاً ملتوی کر دیا گیا تاکہ بحالی امن کے بعد ضمنی قانون وضع کیا جائے۔

آئرستان کا مسئلہ مختلف سیاسی گروہوں میں خاص وجہ تنازع تھا مگر اس کے

سوا بھی) ۱۴-۱۹۱۳ء ایسے تلخ فریقانہ مناقشہ سے پر تھا کہ اگر انگلستان کی کل تاریخ میں نہیں تو سو برس کے اندر ایسا تلخ مناقشہ پیش نہیں آیا تھا۔

بہر نوع، خارجاً سیاسی فریقوں کی حیثیت میں کوئی نمایاں تغیر واقع نہیں ہوا، ۱۹۱۲ء کے گرما و سرما میں اتحادی پر زور جد و جہد کرتے رہے اور ان کا خیال یہ تھا کہ ایسکوتھ کی حکومت کا تسلط گھٹتا جا رہا ہے، اور انھوں نے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ ویلز کی برطرفی کلیسا اور آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری کے تجاویز لبرلوں کے عاجلانہ زوال کا باعث ہونگے۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کے بعد سے جن اڑتیس درمیانی انتخابات میں اتحادیوں نے مقابلہ کیا ان میں لبرلوں کو فی الواقع آٹھ نشستوں کا نقصان اٹھانا پڑا، جن مقابلوں میں نقصان ہوا ایک ایک مڈلوتھین کا مقابلہ تھا۔ یہ وہ حلقہ تھا کہ جس کی نمائندگی مدتوں گلیڈسٹن نے کی تھی، اڑتیس برس کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اس حلقہ نے ستمبر ۱۹۱۲ء میں ایک اتحادی کو منتخب کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب مڈلوتھین میں کسی لبرل حکومت کو شکست ہو جائے تو پھر اس حکومت کا خاتمہ زیادہ دور نہیں رہتا۔ اشیاء خوردنی پر محصول درآمد کے مسئلہ کے متعلق آپس کے اختلافات کی وجہ سے اتحادیوں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے تھے، اور حکومت اپنے مختلف فیہ مسائل کو بیدردانہ و بےباکانہ آگے بڑھاتی چلی گئی۔ اتحادیوں نے جب یہ صلائے جنگ پیش کی کہ آئرستان کا مسئلہ ایک عام انتخاب میں قوم کے سامنے پیش کیا جائے یا کم از کم یہ کہ اسی مسئلہ پر قوم سے مراجعہ کیا جائے تو مسٹر ایسکوتھ اور ان کے رفقا نے یہ جواب دیا کہ قوم سے پہلے ہی کما ینبغی صلاح لی جا چکی ہے۔ اوائل ۱۹۱۴ء میں جب وزیر اعظم نے اعلیٰ معتمد جنگ کا عہدہ قبول کیا اور اس وجہ سے اس کا انتخاب (جدید) ضروری ہوا اور وہ اپنے حلقہ سے بغیر مخالفت کے منتخب ہو گیا تو اس سے لبرلوں نے دعویٰ کیا کہ یہ اظہار اس امر کا ہے کہ جس کثرت نے ۱۹۱۰ء میں اس حکومت کو برسر اقتدار رکھا اس کثرت کا اعتماد بلا کم و کاست اب بھی حاصل ہے، لیکن ۱۴-۱۹۱۳ء کے موسم سرما میں درمیانی انتخابات میں نصف درجن شکست اور بلدیہ کے انتخابات میں مسلسل نقصانات سے کچھ اور ہی نتیجہ ظاہر ہو رہا تھا اور

بہار ۱۹۱۴ء میں وزیر اعظم نے خود اس ضرورت کو محسوس کیا کہ مزدی طاقتوں کے ساتھ گہرے اتحاد عمل کے لئے خاص طور پر درخواست کرے۔ جب جنگ عظیم واقع ہوئی اس وقت ملک میں عام انتخاب کو پندرہ مہینے باقی تھے کیونکہ قانون پارلیمنٹ کے بموجب پارلیمنٹ کی مدت حیات پر پانچ برس کی قید لگادی گئی تھی۔ اس وقت کے علامات یہ تھے کہ اتحادیئین ایسی حالت میں ہو گئے کہ وہ انتخابی فتح کی نہایت معقول توقع کے ساتھ میدانِ مقابلہ میں آئیں علہ

علہ۔ اس دور کی سیاسی تاریخ کسی قدر وسعت کے ساتھ سالہائے متواتر کے "رجسٹر سالانہ" Annual Register. میں درج ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ "پولیٹکل کوارٹرلی" Polit. Quar. بابت فروری، مئی، ستمبر ۱۹۱۴ء میں پارلیمنٹی کارروائیوں کا خلاصہ بھی دیکھنا چاہیئے۔

باب پانزدہم

بڑے سیاسی فریقوں کی ترکیب و تنظیم

آزاد خیالوں اور اتحادیوں کی صف بندیاں

گزشتہ سو برس کی فریقانہ تاریخ کا سطحی خاکہ پیش کرنے کے بعد اب ہم تیار ہیں کہ خود ان فریقوں کی نوعیت پر زیادہ قریب سے نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان کی ترکیب، ان کی تنظیم، ان کے طریقے، ان کے اصول اور ان کی حکمت عملیاں کیا ہیں؛ اور چونکہ جنگ عظیم کی وجہ سے تمام فریقانہ تنظیمات بدرجہ مجبوری اپنی معمولی جہتوں سے ہٹ گئے تھے، اس لئے یہ مناسب ہوگا کہ فریقانہ معاملات کی ان مختلف النوع ہیئتوں پر بحث کی جائے، جو ۱۹۱۴ء میں تھی، اور اس کے بعد علیحدہ طور پر فریقانہ حیثیت کی ان ترقیوں پر گفتگو کی جائے جو اس تصادم کے دوران میں اور اس کے بعد وقوع پذیر ہوئیں۔ پس جنگ کے شروع ہونے کے عین ماقبل فریقوں کی جو حالت تھی اسے اس باب میں اور آئندہ کے دو بابوں میں بیان کیا جائے گا۔ ۱۹۱۴ء کے بعد سے جو فریقانہ تحریکات ہوئی ہیں ان پر اس سلسلۂ بحث کے آخری باب میں گفتگو کی جائے گی۔

۱۹۱۴ء تک جن چار فریقوں نے معقول اہمیت حاصل کرلی تھی، ان میں

سے ایک فریق یعنی آیرستان کا قوم پرست فریق صرف آیرستان ہی سے
متعلق تھا، اور اُس کا مقصد واحد آئرلینڈ کے لئے حکومت خود اختیاری
حاصل کرنا تھا ایک دوسرا فریق یعنی فریق مزدی زیادہ تر مزدوروں سے
مرکب تھا (جو بیشتر تجارتی اتحادوں کے ارکان تھے) اور اس کا وجود
مزدی جماعتوں کے اغراض کو ترقی دینے کے لئے تھا۔ اس کے برخلاف،
دو قدیم تر اور قوی تر فریق یعنی آزاد خیال اور مستحفظ یا اتحادی، اپنے
حلقہائے انتخاب اور اپنے اصولوں اور روشوں کے حدود دونوں
اعتبار سے وسیع طور پر توی تھے۔ ان دونوں بڑے فریقوں کی عادت
رہی ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے اندر اور موقع رائے دہی پر ایک دوسرے
سے سرگرم مقابلہ رہے ہیں اور اتفاقی دیکھنے والے کو یہ گمان ہوگا کہ ان
دونوں کے درمیان وسیع خلیج حائل ہے، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان
دونوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا جو کسی سہل گیر شخص کو ایک کی جانبداری
سے دوسرے کے جانبدار ہو جانے میں مانع ہو۔ لبرل ("آزاد خیال") اور
"کنسرویٹو" (مستحفظ) کے ناموں کی اتنی اہمیت نہیں تھی جتنی بظاہر
معلوم ہوتی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد جو نسل
گزری اس میں لبرلوں نے حق رائے دہی متوسط طبقوں کو دیدیا، قانون
امداد غربا کی اصلاح کی، "قانون فوجداری" میں انسانیت پیدا کی، بلدی نظم و نسق
کی ایک جدید و ترقی یافتہ تجویز رائج کی، ابتدائی تعلیم کے لئے سرکاری
امداد جاری کی، صحت عامہ کے تحفظ کے لئے قوانین وضع کئے، منحرفین کے
موانع و علایق رفع کئے اور ملک کو قطعی طور پر آزادانہ تجارت کی بنیاد پر
چلنے میں مدد دی۔ غرضکہ انھوں نے عام طور پر یہ کوشش کی کہ صرفی
انقلاب اور عمومی خیالات کے نشو و نما سے جو نئے حالات پیدا ہو گئے
تھے ان کے ساتھ سیاسی نظم کو مطابقت دیدیں لیکن ۱۸۳۰ء کے دور
کے "کنسرویٹو" اگرچہ اپنے فریقانہ نام کے مطابق معقول حد تک چلتے رہے،
مگر ان کا انداز کسی اعتبار سے یہ نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ رخنہ انداز بنے رہے ہوں،

اور ڈزریلی کی سرگروہی کے ایام میں وہ فریق اصلاح ہونے کے لحاظ سے کسی ہنج سے اپنے مخالفوں سے کم نہ تھے۔ ۱۸۶۷ء کے "قانون اصلاح" سے آغاز کرکے ترقی پذیر بلکہ انقلاب انگیز کارروائیوں کی ایک طویل فرد ان کے اعمال میں شامل ہوسکتی ہے، اور بعد کے زمانہ میں وظائف پیرانہ سالی، قوانین کارخانجات، آئرلینڈ کی اصلاح اراضی، ہمہ حادثات، قوانین سکونت، اور دوسری بہت سی ترقی یافتہ و اصلاحی حکومتی کارروائی میں کنسرویٹیو اور لبرل ایک دوسرے سے گوئے سبقت لے جانے کی سعی کر رہے تھے۔

جن اختلافات نے دونوں فریقوں کو علیحدہ کر رکھا ہے وہ اس درجہ اصول کے اختلافات نہیں ہیں جس درجہ ذرایع کار یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ میلانات کے اختلافات ہیں۔ لبرلوں کا یہ ایک محبوب دعویٰ رہا ہے کہ وہ زیادہ عمومیت پسند، قوم پر زیادہ اعتماد کرنے پر آمادہ، عامۃ الناس کے اغراض ومقاصد سے زیادہ شغف رکھنے والے ہیں یعنی وہ اعتقاداً کارکن جماعتوں کی بہبود کے خواہاں ہیں، اس کے برخلاف ان کے مخالفین صرف رائے حاصل کرنے کی خواہش سے ایسا کرتے ہیں گو اتحادی اس سے پرزور اور ایک حدتک قابل قبول انداز سے مخالفت کرتے ہیں۔ لبرلوں کا ایک نظریہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ اپنے رقیبوں کے بہ نسبت صلح و کفایت کی تائید زیادہ عزم و استقلال کے ساتھ کرتے ہیں اور نیز یہ کہ اتحادی بیرونی ممالک کے متعلق زیادہ دست درازانہ بلکہ زیادہ تہدیدانہ انداز رکھتے ہیں۔ ان دعاوی کے لئے کچھ تاریخی بنائیں موجود ہیں۔ لیکن بایں ہمہ ان معاملات میں جو روش اختیار کی جاتی ہے اس کا تعین ہمہ وقت، فریق کے کسی ارادی یا مستقل اصول کے بہ نسبت زیادہ تر حالات پیش آمدہ اور وزرا کے انفرادی میلانِ طبع کی وجہ سے ہوتا ہے البتہ اس میں شک نہیں کہ لبرلوں کو اسکاٹلینڈ، ویلز اور خاص کر آئرلینڈ کے مخصوص اغراض کا زیادہ خیال رہتا ہے لیکن یہاں بھی فرق اس قدر زیادہ نہیں ہے جس قدر اکثر خیال کیا جاتا ہے۔

فی الجملہ یہ عیاں ہے کہ قوم پرست اور مزدوری عناصر کو علیحدہ کر کے ۱۹۱۴ء میں سلطنت متحدہ کی آبادی لبرل اور کنسرویٹو قوتوں کے درمیان تقریباً نصفا نصف منقسم تھی اگرچہ ہر طرح کے مخالف گروہوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات تھے اور اگر کوئی شخص کسی خاص پیشے، طبقے یا گروہ سے تعلق رکھتا ہو تو وہ ضرور کسی ایک سیاسی فریق سے متعلق ہوگا تاہم ممالکِ متحدہ امریکہ کے بہ نسبت وہاں فریقانہ ترکیب طبقات و مقاصد کے زیادہ تابع تھی۔ یہ قطعی تھا کہ مستحفظین کی صفوں میں خطاب یافتہ، صاحبِ دولت اور معاشری رتبہ کے اشخاص زیادہ تھے، قائم شدہ سرکاری کلیسا کے تمام پادری، بعض متحرفین اور خاص کر پیروان ویزلی، جامعات کے فارغ التحصیل طلبار اور ارکان طبقۂ وکلا کے بیشتر افراد، اکثر و بیشتر صاحبِ ثروت تاجر، کارخانہ دار اور ساہوکار، محرروں کا حصۂ کثیر، سوداگروں اور دکانداروں کا تقریباً نصف حصّہ اور مزدوروں کی بھی ایک معقول تعداد (اگرچہ یہ تعداد برابر گھٹتی جارہی تھی) اس مستحفظی صف میں داخل تھی۔ لبرل فریق میں اہلِ پیشہ اور تجارتی طبقات کا چھوٹا حصہ شامل تھا، (محرروں اور دوسرے قلیل و معین آمدنی کے ملازموں کو مستثنیٰ کر کے) طبقۂ اوسط کا تقریباً نصف حصہ اور مزدوروں کا کم از کم نصف حصّہ اس فریق میں داخل تھا (مگر مزدوری فریق مزدوروں کو روز بروز اس فریق سے علٰحدہ کرتا جارہا تھا)۔ انگلستان اور ویلز کا قائم شدہ کلیسا اتحادیت کا پشت پناہ تھا مگر عبادتِ عام سے اتفاق نہ کرنے والے ہر جگہ کثرت کے ساتھ لبرل تھے۔

(فریقانہ مفہوم میں) آزاد خیالی کو اس مملکت کے احبابِ جاہ اور اربابِ دولت کا بہت ہی قلیل جزو حاصل تھا۔ البتہ انیسویں صدی کے وسط میں یہ فریق اساسی طور پر دو عناصر سے مرکب تھا: (۱) ایک اعیانی دھڑ جن کے اسلاف اٹھارھویں صدی کے دھگ تھے اور جن کی آزاد خیالی بہت ہی معتدل درجہ کی تھی۔ (۲) دوسرے طبقۂ متوسط کے وہ اشخاص جنھیں ۱۸۳۲ء میں حق رائے دہی حاصل ہوا تھا، اور جو استیصالیت کی طرف زیادہ مائل تھے۔ ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کے قوانین اصلاح نے اس دوسرے

عنصر میں بہت زیادہ قوت پیدا کر دی، اور شہروں کی کارکن جماعت کو اس میں جذب کر دینے سے اس کے استیصالی رجحانات کو تیز کر دیا۔ لیکن پرانے وھگ اور یہ عمومی عناصر کبھی حقیقتاً ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوئے اور سنہ ۱۸۸۶ء میں گلیڈسٹن کے پہلے مسودۂ سوراج کے انفراق کے وقت سے خطاب یافتہ، صاحبِ دولت اور ذی وجاہت عناصر کل کے کل مخالف فریق کی طرف منتقل ہوتے گئے۔ بیشتر پرانے وھگ نکل گئے۔ اس کے علاوہ، بہت سے بڑے کارخانہ دار اور تاجر جو نئے اور معاشری حیثیت کے حریص خاندانوں کے نمایندے تھے انھوں نے یہی پسند کیا کہ اپنی قسمتیں استحفاظیت کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ اس کا فوری اثر یہ تھا کہ اس فریق میں قطعاً ضعف آگیا، اس ضعف کا اظہار دونوں طرح سے ہو گیا کہ سنہ ۱۸۹۲-۹۵ء میں یہ فریق موثر طور پر حکومت کرنے میں ناکام رہا اور سنہ ۱۸۹۵-۱۹۰۵ء میں فریق مخالف کی حیثیت سے اس کی حالت پست رہی، لیکن آخرالامر اسے اتحاد کرنے میں نفع ہوا اور یہ فریق اس قابل ہو گیا کہ وہ اس درجہ آزاد خیالی کا فریق بن جائے جو کسی دوسری طرح ممکن نہ ہوتا۔[1]

فریقانہ قوت کی جغرافی تقسیم

سنہ ۱۹۱۴ء تک آیرستان کی قوم پرستوں کی قوت تقریباً تمامتر آیرستان کے اندر مرکوز تھی، اور مرذی فریق کی قوت زیادہ تر انگلستان اور ویلز کے بڑے حرفتی مرکزوں اور

[1] لبرلوں کے اس انفراق کا مکمل بیان اور اس کی توجیہ اوسٹراگورسکی کی کتاب "جمہوریت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم" Ostrogorski, Democracy and the organization of Political Parties, جلد اوّل باب ۹ میں ہے۔ اس کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہئیں۔ مارلی "سوانح ولیم یوٹرٹ گلیڈسٹن" Morley, life of W. E. Gladstone جلد سوم مقالہ نہم۔ چرچل "لارڈ رینڈلف چرچل" Churchill, Lord Randolph, Churchill جلد دوم الواب ۱۲-۱۳۔ جیبس "چمبرلین" Jeyes, Joseph Chamberlam ابواب ۹-۱۰۔ میکنٹاش "جوزف چمبرلین" Mackintostosh Joseph Chamberlain ابواب ۱۶-۲۰

ضلعوں میں محدود تھی، بڑے فرق بھی اگرچہ نسبتاً مختص المقام کم تھے پھر بھی یہ قطعی ہے کہ ملک کے بعض حصص کے مقابلے میں دوسرے حصص میں وہ زیادہ قوی تھے۔ اسکاٹلینڈ بغایت لبرل (آزاد خیال) تھا۔ اس کے نصف ضلعے اور برو دارالعوام کے لئے لازماً لبرلوں کو منتخب کرتے تھے، ایک تہائی میں لبرلوں کو غلبہ حاصل تھا، تین چار صوبے سیاسی حیثیت سے مشکوک تھے اور تین چار سے زائد صوبوں میں استحفاظیوں کا غلبہ نہیں تھا۔ ویلز کی صورت حال بھی عملاً یہی تھی، فرق تھا تو یہ کہ یہاں لبرلوں کا غلبہ اور زیادہ قطعی طور پر عیاں تھا، دوسری طرف، انگلستان میں استحفاظیوں کے غلبہ کی صورت نمایاں تھی یا بہر طور وہ استحفاظی و مشتبہ تھا، اس ملک کے طول و عرض میں جابجا آزاد خیال رقبے نظر آتے تھے۔ ان میں سے پانچ آزاد خیال رقبات کسی قدر نمایاں تھے۔

(۱) انتہائی شمال و مشرق بالخصوص نارتھمبرلینڈ، ڈرہم اور کچھ حصے کمبرلینڈ کے۔
(۲) ایک بڑی پٹی جو ہمبر سے خلیج مورکیمبی تک مغرب جانب کو پھیلی ہوئی تھی اور جس میں شمالی لنکن، جنوبی یارک اور شمالی لینکاشائر شامل تھے (۳) نارفک اور وہ دوسرے قطعات ملک جو واش کے کنارے واقع تھے۔
(۴) وسط ملک کے وہ رقبات جن میں لیسٹر، وارک، نارتھمپٹن، اور بیڈفرڈ واقع تھے۔ (۵) انتہائی جنوب مغرب میں ڈیون اور کارنوال۔ استحفاظیوں کے قلعے زیادہ جنوب و مشرق میں واقع تھے۔ چیسٹر اور ناٹنگھم سے رود بارہ انگلستان تک اور ویلز سے بحر شمال تک یہ وہ بڑا قطعۂ ملک تھا جس میں استحفاظیت کی تقریباً تمام نمایاں قوت نظر آتی تھی، صرف آئرستان کے صوبہ السٹر کے چار یا پانچ صوبے اس سے الگ تھے۔ آکسفورڈ اور ہاٹفرڈ سے جنوب جانب لندن سے گزرتے ہوئے رودبار تک کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جس میں استحفاظیوں کا غلبہ نہ ہو۔ شاید کہ تمام ملک میں استحفاظیوں کا سب سے زیادہ مستحکم حصہ انتہائے جنوب مشرق کا ضلع کینٹ تھا۔[1]

---

[1] ملاحظہ ہو اے۔ کرہمبل کا مضمون "برطانی انتخابات میں جغرافی اثرات"

ایک جنوبی ایک شمالی ایک آزاد خیال ایک استحفاظی' ان دو برطانیہ کا وجود سیاسیات و علم المعاشرت کے طلبا کے درمیان ہمیشہ باعث بحث رہا ہے۔ ڈزریلی نے اپنے ناول سیبل میں اسے علمی حیثیت دیدی ہے' ویلز کو بحث سے خارج کرنے کے بعد دریائے ٹرنٹ کو سرسری طور پر خط تقسیم قرار دے سکتے ہیں۔ ٹرنٹ کے شمال میں طبیعت اور انداز واطوار پر آزاد خیالی کا غلبہ ہے اور سو برس سے یہی حال رہا ہے۔ ٹرنٹ سے جنوب میں استحفاظیت کا غلبہ ہے۔ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ "نپولین کی لڑائیوں کے اضطراب ودہشت کا غم افزا اثر یہ ہوا ہے کہ جنوبی ضلعوں سے ملٹن و بن ین' پم اور ہمپڈن کے روایات خارج ہوگئے ہیں حالانکہ ایک وقت انھیں اضلاع میں یہ روایات عمیق و مستحکم تھے اور مذکورۂ بالا اشخاص میں ہر ایک جنوب ہی کا رہنے والا تھا اور ان میں سے ہر ایک آزادی وعمومیت کا بیخوف پیامبر تھا' ۱۸۱۵ء کے بعد سے سیاسیات میں آزادی خیال و عمل کی تحریک برابر شمال ہی سے آتی رہی اور جنوب کی مستحکم مقاومت کے مقابلہ میں اپنا راستہ نکالتی رہی ہے۔ شمال ہی سے ولبر فورس بردہ فروشی خارج کرنے کے لیئے آیا' شمال ہی سے گرے' بروہم بروہیم اور اڈنبرا ریویو آئے کہ برطانیہ کو ۱۸۳۲ء کی پارلیمنٹی اصلاح کی تحریک کریں' شمال ہی سے کابڈن اور برائیٹ آئے کہ برطانیہ کو معاشی آزادی دیں اور امریکہ کی خانہ جنگی کی صحیح تصویر اس کے سامنے پیش کریں۔ شمال ہی سے گلیڈسٹن آیا اور وہیں سے ۱۸۶۸ء اور ۱۸۸۰ء میں لبرلوں کی کثرت عظیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) E. Krehbiei, "Geographic Influences in British Elections" مطبوعہ "جیاگریفیکل ریویو" اس مضمون کے ساتھ ایک نقشہ شامل ہے جس سے رنگوں میں یہ واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۸۵ء اور دسمبر ۱۹۱۰ء کے درمیان کے آٹھ پارلیمنٹی انتخابوں کے مجموعی نتائج کی بنا پر فریقانہ قوت کی تقسیم کیا تھی۔ اس سلسلہ میں کسی قدر دلچسپ کتاب اے۔ آر۔ ایچ گریٹن کی تصنیف "انگلستان کا طبقۂ متوسط" R. H. Gretton, The English Middle Class مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء ہے۔

حاصل ہوئی۔ اور ۱۹۰۲ء کے بعد سے شمال ہی کے درمیانی انتخاب میں جنگ بوئر کے دور کی جنگجویانہ شہنشاہی اصول کے خلاف عمومیت کا شدید خروج شروع ہوا، جس کا انجام ۱۹۰۶ء میں کیمبل بینرمین کی مکمل فتح و نصرت پر ہوا۔ برطانیہ عظمیٰ کے اندر آخری صدی میں تمام ترقی کن معاملات و تحریکات اور لبرل انتظامات کو انتخابی تائید اور اخلاقی جوش لبع شمال ہی سے حاصل ہوا، بالکل اسی طرح ٹوریوں کی شہنشاہی اصول اور ردعمل کا مستحکم ملجا و ماوا جنوب میں رہا۔"[1]

یہ بیان کسی قدر مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ یہاں جس حد تک دعویٰ کیا گیا ہے جنوب اس حد تک مسلسل رجعت پسند نہیں رہا ہے اور (جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا ہے) سابق ترنسلوں کے اندر آزاد خیال اور استحفاظیت کے درمیان جو کچھ بھی اختلافات رہے ہوں مگر ادھر بعد کے عشرات میں استحفاظیوں نے علی التواتر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کشادہ دلی اور ترقی پسندی میں اپنے رقیبوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ تاہم، اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شمال و جنوب سیاسی طبیعت و انداز میں اساساً ایک دوسرے سے غیر مشابہ رہے ہیں اور ہیں۔ ان کی اس عدم مشابہت کے متعدد وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جنوب کے بالمقابل شمال میں حرفتی کیفیت کو غلبہ حاصل ہے۔ درحقیقت یہ حرفتی انقلاب ہی تھا جس نے اول اول گویا دو برطانیہ پیدا کئے۔ ایک صناعی و کانکنی میں منہمک اور زیادہ شہری نوعیت رکھنے والا تھا، اسے نئے مسائل سے سابقہ تھا، اسے نئے نئے قوانین اور استیصالی اصلاحات کی ضرورت تھی، دوسرا زیادہ تر زمیندارانہ اور کاشتکارانہ تھا، شہری نوعیت کے بہ نسبت اس کی نوعیت زیادہ تر دیہی تھی کہ وہ ادل ترین زمانہ کے رسم و رواج سے بندھا ہوا تھا اور اس لئے بالطبع استحفاظی تھا۔ اتحادِ مزدوراں، مزدوروں کی سیاسی سرگرمیاں، حرفت کے فنی مطالبات کی وجہ سے تعلیم کے بلند تر

---

[1] "نیویارک نیشن" مطبوعہ ۱۷ر اگست ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۶۶۔

معیار کی خواہش، یہ اور ان کے سوا دوسری قوتیں شمال میں آزاد خیالی کی پرزور موجب بن گئی ہیں[۱۵]۔ دوسری طرف، جنوب ہمیشہ سے عظیم الشان فوجی و بحری تنظیمات کا خاص مرکز رہا ہے، معاشرتی طبقہ وارانہ خیالات وہاں پہلے موجود تھے اور عمومی اثرات کی رسائی کی کمی تھی۔ علاوہ ازیں، سلطنت برطانیہ کے ماورائے بحری مقبوضات کے واپس شدہ وظیفہ یاب انگریز زمیندار، تاجر، کھلاڑی، صاحب مراعات، اور دوسرے اکابر و اعاظم ایک صدی قبل کے "نوابوں" کے جانشین، اور اسی قبیل کے دوسرے اشخاص، جو مدتوں گرم ممالک کے غیر ترقی یافتہ قوموں پر تحکم کے عادی ہو چکے تھے اور ان سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ وطن میں عمومیت کی جانب زیادہ مائل ہونگے وہ سب کے سب زیادہ تر اسی خطہ میں بود و باش اختیار کرتے ہیں۔ سب سے آخر میں علمی ادارات کے اثر کا بھی ذکر ہونا چاہیے، جن کی واقعی تعلیم نہیں تو کم از کم ان کی گویا آب و ہوا شدت کے ساتھ استحفاظی ہے، اس زمرے میں صرف قدیم دار العلوم ہی نہیں بلکہ ایٹن اور ہیرو کے مدرسوں کے مانند بڑے مدارس بھی داخل ہیں۔ ان ادارات میں سے تین چوتھائی ٹرنٹ سے جنوب میں

۱۵۔ یہ صحیح ہے کہ شمال کے بعض بڑے بڑے شہروں نے مثلاً لیورپول، برمنگھم، منچسٹر نے علی العموم دار العوام کے لئے آزاد خیالوں سے زیادہ استحفاظی منتخب کئے ہیں مگر ان میں سے اکثر صورتوں کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض مصنوعی عناصر ایسے پیدا ہو گئے ہیں جنھوں نے طبعی میلانات کو پلٹ دیا۔ مثلاً یہ کہ لیورپول اس وجہ سے استحفاظی رہتا ہے کہ استحفاظی جب ایک مرتبہ بلدی مجلس پر حاوی تھے تو انھوں نے حرفی آبادی کے مطالبات حیرت انگیز استیصالی وضع قوانین سے پورے کر دئے اور اس طرح قومی اور مقامی سیاسیات میں عامۃ الناس کی تائید حاصل کر لی اور اسے قائم رکھا۔ استحفاظیت کی جانب برمنگھم کا رجحان شہر کے سب سے زیادہ ممتاز و مدبر جوزف چمبرلین کے اثر کی وجہ سے ہے۔ منچسٹر پہلے استحفاظی تھا مگر "اصلاح محاصل درآمد" پر اعتراض کرنے کے بعد وہ ۱۹۰۶ء میں لبرلوں کی جانب آگیا۔

واقع ہیں۔

پس عموماً جن اقطاع میں لوگ زیادہ تر صنعت و کانکنی میں مشغول ہیں وہاں آزاد خیالی ہے اور جہاں لوگ زراعت میں مشغول ہیں وہاں استخفاظیت ہے؛ اور زرعی اضلاع میں سے بھی جو ضلعے سب سے زیادہ زرخیز اور سب سے زیادہ اچھے محل پر واقع ہیں (جیسے کنٹ) وہ سب سے زیادہ قطعی طور پر استحفاظی ہیں۔ جن اقطاع میں چھوٹے چھوٹے زمینداروں کی کثرت ہے وہ اغلباً آزاد خیال ہیں۔ اسکاٹلینڈ اس وجہ سے آزاد خیال ہے کہ وہاں زمینداری سے عناد ہے، تعلیم کی حالت غیر معمولی طور پر بلند ہے، متوسط و مزدوری طبقات میں آزادی کا احساس اور قومی عمومیت پسندی موجود ہے، اور امرا تعداد و اثر دونوں میں کمزور ہیں۔ ویلز اس وجہ سے آزاد خیال ہے کہ وہاں صنعت و کانکنی کو تفوق حاصل ہے، بڑے بڑے زمیندارانہ علاقوں کی قلت ہے، طرز ماند و بود کے شدید طریقہ اور مذہبی منحرفین کی قوت کی وجہ سے استقلال خیالی کی پرورش ہوتی ہے۔[۱]

پارلیمنٹ کے اندر فریقانہ تنظیم

انگلستان کے فریقوں کے طولانی و مسلسل نشو و نما اور سیاسی نظم میں ان کی عام اہمیت، کی وجہ سے کسی کو یہ دیکھکر متعجب نہ ہونا چاہیئے کہ ان فریقوں نے اپنے ارکان کو باہم مربوط رکھنے، اصولوں اور حکمت عملیوں کے بنانے، مختلف عہدوں کے لئے امیدواروں کے منتخب کرنے اور رائے دہی کے مواقع پر جب مقابلہ ہو تو رائے دہندوں کو اپنی جانب کر لینے کے لئے، بہت نازک و پیچیدہ کل تیار کر لی ہے۔ سیاسی زندگی و اقتدار کے لئے ہر جگہ مسلسل و مربوط تنظیم کی ضرورت ہے مگر جس سلطنت پر کابینہ کے ذریعہ سے حکومت ہو وہاں

---

[۱] ۔ فریقانہ قوت اور سیاسی مدّ و جزر سے ہم یکساں مضامین کی نفیس بحث کے لئے لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم ابواب ۳۵ - ۳۶ دیکھنا چاہیئے۔

اس کی خصوصیت کے ساتھ ضرورت ہے کیونکہ وہاں ہر وقت یہ ممکن ہے کہ انتخاب پیش آجائے اور وہ بھی نہایت ہی غیر متوقع حالات کی وجہ سے۔ وہاں معینہ "فرصت کے سال" نہیں ہوتے جس میں کوئی فریق ڈھیل دیسکے جیساکہ امریکی فریقوں کے لئے ممکن ہے۔ بلکہ وہاں پر فریق کو فوری جنگ کے لئے ہمہ وقت ساز و سامان درست رکھنا چاہئے۔ یہ امر برطانیہ عظمیٰ سے زیادہ اور کہیں صادق نہیں آتا، اور اس پر یہ اضافہ ہوسکتا ہے کہ اہل برطانیہ نسبتاً ہر ایک دوسری اہم قوم سے زیادہ ایک طرح کے دائمی سیاسی بحث و مباحثہ اور اشتغال کی حالت میں بسر کرتے ہیں، معمولی اوقات کے متعلق تو یہ امر بہر نوع صحیح ہے۔

یہ بتایا جاچکا ہے کہ فریقانہ نظم اور کابینی نظام دونوں ساتھ کے ساتھ پیدا ہوئے اور دونوں میں تا امکان قریبی تعلقات رہے ہیں۔ قدیم ترین فریقانہ تنظیم کابینہ تھا اور درحقیقت اس وقت تک کابینہ ہی سب سے بلند فریقانہ قوت ہے۔ تمام عملی مقاصد کے لئے کابینہ فریقانہ حکومت ہے اور اس حیثیت میں وہ کسی خارجی تنظیم کے اقتدار کا روادار نہیں ہوسکتا، یہ صحیح ہے کہ جس فریق کو اقتدار حاصل نہیں ہوتا اس میں کوئی کابینہ نہیں ہوتا مگر اس میں مسلمہ سرگروہوں کا ایک گروہ ہوتا ہے اور اگر وہ فریق برسر اقتدار ہوجائے تو یہی سرگروہ اس کا کابینہ بن جائیں گے چنانچہ فریقانہ انتظام کے اغراض کے لئے یہ لوگ ایک معقول حد تک ویسے ہی فرائض ادا کرتے ہیں گویا وہ وزارتی عہدوں پر فائز ہیں۔ دونوں ایوانوں کے اندر حکومت اور سرگردگان مخالفت، فریقانہ کل کے جملہ ضروری پرزوں کو پورا کرتے ہیں صرف ایک چھوٹا سا گروہ "وھپ" کا اس سے مستثنےٰ ہے، جس کا کام زیادہ تر یہ ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ جب کسی اہم مسئلہ پر رائے لیجارہی ہو تو تمام فریقانہ ارکان اپنی جگہوں پر موجود ہوں۔ حکومت کے وھپ جن کی تعداد بالعموم چار ہوتی ہے وہ متنزل وزراء کے سمجھے جاتے ہیں اور انھیں اس اصول پر سرکاری خزانہ سے تنخواہیں ملتی ہیں کہ ان کا فرض یہ ہے کہ

وہ نصاب کی تکمیل رکھیں تاکہ رقوم پر رائے حاصل ہو سکے[1] فریق مخالف کے وھپ جن کی تعداد علی العموم تین ہوتی ہے، وہ لامحالہ خانگی ارکان ہوتے ہیں، جنھیں سرگروہ نامزد کرتے ہیں اور انھیں کوئی تنخواہ نہیں ملتی۔

وھپ فریقانہ سرگروہوں کی عام ہدایت کے تحت کام کرتے ہیں، درحقیقت پارلیمنٹ کے اندر فریقانہ تنظیم کے متعلق سب سے اہم امر انھیں سرگروہوں کا اقتدار مطلق ہے۔ چھوٹے گروہوں کے معاملہ میں یہ ہوتا ہے کہ دارالعوام کے اندر اس فریق کے جتنے ارکان ہوتے ہیں سب کے سب اپنی روش کے مسائل پر غور و خوض کرنے کے لئے گاہ بگاہ بزمک منعقد کرتے رہتے ہیں، مگر بڑے فریقوں میں یہ طرز عمل بالکل نامعلوم ہے۔ یہ ضروری ہے کہ کبھی کبھی کسی سیاسی دائرے میں عام جلسے منعقد ہو جاتے ہیں مگر ان جلسوں کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو مخاطب کریں اور انھیں ہدایت دیں، یہ مقصد بالکل نہیں ہوتا کہ یہ جلسے آزادانہ و عام تبادلہ رائے کے مواقع بہم پہنچاتے ہوں۔ اس قاعدے میں ایک استثنا صرف اس وقت پیش آتا ہے جب فریق کے باقاعدہ سرگروہ اعلیٰ کا انتخاب ہوتا ہے، اور اس وقت اگرچہ عام بحث و مباحثہ ہوتا ہے مگر پھر بھی اغلب یہی ہے کہ فیصلہ چند خاص ارکان کے قبضۂ اقتدار میں ہو۔ پارلیمنٹ کے اندر فریقانہ تنظیم، اپنی حد تک بالکل مکمل ہوتی ہے۔ تائید کے ان اظہارات کے سوا جو انتخابات کے وقت میں ہوتے ہیں اور کسی طرح پر عام فریق اپنے سرگروہوں کا انتخاب نہیں کرتا بلکہ اس سرگروہِ اعلیٰ تک کا انتخاب نہیں کرتا جو فریق کے برسر اقتدار ہونے کے

---

[1] حکومت کا اعلے وھپ "خزانہ کے پالیمنٹی معتمد" کے عہدے پر فائز ہوتا ہے اور دوسرے تین وھپ "خزانہ کے امرائے ماتحت" ہوتے ہیں وھپوں کی ابتدا کے متعلق اسٹروگورسکی کی کتاب "عمومی اور سیاسی فریقوں کی تنظیم"
Ostrogorski, Democracy and the organization of Political Parties,
جلد اول صفحہ ۱۳۷ - ۱۴۰ دیکھنا چاہئے۔

وقت حکومت کا صدر ہوگا۔ پارلیمنٹ کے اندر کی فریقانہ تنظیم، اور کل قوم کے فریقانہ تنظیمات کے درمیان ایک اہم واسطہ ہے (جس کا بیان ابھی ابھی ہوگا) اور یہ واسطہ وہ مخصوص ادارہ ہے جو مرکزی دفتر کے نام سے مشہور ہے۔ لبرل اور کنسرویٹو دونوں کے مرکزی دفاتر ہیں لبرلوں کا مرکزی دفتر رسماً "سنٹرل لبرل ایسوسیشن" (لبرلوں کی انجمن مرکزی) کے گماشتہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے، جو فریقانہ سرمایہ کے چند سو چندہ دینے والوں کی رضاکارانہ جماعت ہے مگر در حقیقت اُس دفتر کی رہبری ایک عاملانہ جماعت کرتی ہے جس کا انتخاب فریق کے دھیپ کرتے ہیں۔ استحفاظیوں کی کوئی مرکزی انجمن نہیں ہے اور مرکزی دفتر کے کام کی رہبری رسماً و واقعاً دونوں اعتبار سے اُس فریق کے تین خاص اشخاص کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، یعنی سرگروہ اعلےٰ، اعلےٰ دھیپ اور خاص فریقانہ گماشتہ دونوں صورتوں میں مرکزی دفتر فی الاصل دھیپ کے دفتر کا توسیع ہے، اور کام گماشتۂ خاص اور اُس کے مددگار انجام دیتے ہیں۔ استحفاظی دفتر (جو دوسرے دفتروں سے متمول ہے) مرکزی صوبوں میں تنخواہدار گماشتے رکھتا ہے۔ لبرل دفتر مجبور ہے کہ دوسری قسم کے متوسطین خاص کر مقامی فریقانہ انجمنوں کے ذریعہ سے کام لے۔ دونوں صورتوں میں جو کام انجام پاتے ہیں وہ مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں مگر ان تمام کاموں کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ انتخابات کے جیتنے سے ہوتا ہے۔ کتابیں، رسالے وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں، روپیہ حاصل کیا جاتا اور خرچ کیا جاتا ہے، حلقہہائے انتخاب کو خود ان کی درخواست پر امیدواروں کے تلاش کرنے میں مدد دیجاتی ہے۔ مرکزی دفتر پارلیمنٹ کے اندر کے فریقانہ نظم کے ساتھ بہت قریبی طور پر مربوط ہوتا ہے اور پارلیمنٹ کے اندر فریقانہ سرگروہ اپنے فریق کے مقصد کے لیے جس کام

Lowell: Government of England

لہ۔ لوئل کی "حکومت انگلستان" جلد اوّل باب ۱۵۔

کی تکمیل کے خواہاں ہوتے ہیں اُس کی انجام دہی کے لئے وہ باہر کے عظیم الشان فریقانہ تنظیمات کے بجائے زیادہ تر اسی دفتر پر نظر ڈالتے ہیں۔ تاہم خوبی کار کا اقتضا یہ ہے کہ مرکزی کارکن اس طرح کام نہ کریں جو اپنے مقاصد میں عام قومی تنظیمات (یعنی آزاد خیال قومی وفاقیت اور استحفاظی قومی اتحاد) کے مغائر واقع ہوں۔ بلکہ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ اگر بالکل قریبی نہیں تو ہموار تعلقات باہمی قائم رکھے جائیں۔ ہر ایک فریق اپنا مرکزی دفتر اور اپنی عمومی تنظیم کا صدر مقام پارلیمنٹ اسٹریٹ میں رکھتا ہے اور بالعموم ایک تنظیم کا معتمد دوسری تنظیم کا اعزازی معتمد بنا دیا جاتا ہے۔

مقامی فریقانہ تنظیمات

پارلیمنٹ سے باہر فریقانہ ترقی کی رفتار سست رہی۔ مقامی فریقانہ انجمنیں سب سے پہلے ۱۸۳۲ء کے "قانون اصلاح" کے بعد میدان میں آئیں کل قوم پر حاوی فریقانہ تنظیم کو قائم ہوئے مشکل سے پچاس برس ہوئے ہونگے[۱] ایک لمحہ کا تصور اس کا سبب واضح کر دینے کے لئے کافی ہے، ۱۸۳۲ء کے قبل انتخاب کنندگان قلیل التعداد اور منتشر تھے۔ بوسیدہ قصبات والی نشستیں نقد معاوضہ پر فروخت ہوتی تھیں۔ جن حلقوں کا تعلق جیبی قصبات سے تھا وہ کسی امیر کبیر کے حکم پر رسمی انتخاب سے یا بغیر انتخاب ہی کے پُر کر دیجاتی تھیں۔ جو حلقے واقعی ارکان کا انتخاب کرتے تھے ان میں سے بیشتر حلقوں میں رائے دہی صرف معدودے چند افراد تک محدود تھی۔ صرف وسٹ منسٹر وغیرہ ایسے مقامات میں کہیں کہیں "انتخاب کنندگان" کی تعداد اتنی وسیع تھی کہ مقامی فریقانہ تنظیم کی بنیاد بن سکے۔ ۱۸۳۲ء کے "قانونِ اصلاح" نے

---

[۱] قطعی فریقانہ نہیں تو مختلف قسم کی سیاسی انجمنوں کا وجود اس سے بہت پہلے سے قائم تھا۔ ملاحظہ ہو اسٹرگورسکی "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم"

"Ostrogorski, Democracy and The organization of Political Parties"

جلد اول صفحات ۱۱۷ تا ۱۳۴۔

پانچ لاکھ نئے انتخاب کنندے بنا کر اور حلقوں کی ترتیب جدید اس طرح قائم کر کے کہ عملاً تمام صورتوں میں نمائندوں کا انتخاب ایک معقول تعداد کے قبضے میں آ جائے، صورت حال کو بدل دیا۔ اس سے فوراً ہی یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ انتخاب کنندگان کی تنظیم اس نظر سے ہونا چاہیے کہ ان نتائج کی تکمیل ہو سکے جو اب تک انفرادی صوابدید یا چند متعلقہ افراد کے غیر رسمی مشورت سے انجام پاتے تھے اور اس صدی کے حصص مابعد میں خاص کر ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کے قوانین کے تحت میں، جب انتخاب کنندگان کی تعداد وسیع ہو گئی تو فریقانہ تنظیم کی ضرورت برابر بڑھتی گئی۔

سب سے پہلے مقامی، فریقانہ تنظیمیں تسجیل اسماء کی خود ساختہ انجمنیں تھیں جن کا ابتدائی مقصد یہ تھا کہ جدید، ناتجربہ کار اور اکثر کاہل رائے دہندوں کے نام پارلیمنٹ کی سجل رائے دہی میں درج کرا دیں اور جب تک یہ رائے دہندے ان کے فریق کی تائید پر آمادہ رہیں انھیں وہاں قائم رکھیں۔ لیکن اس پر یہ بھی اضافہ ہو سکتا ہے کہ ان انجمنوں کا مقصد یہ تھا کہ رائے دہندے اگر ان کے فریق کی جانب رائے دینے پر مائل نہ ہوں تو حتی الامکان انھیں اس تسجیل سے خارج رکھیں۔ دونوں فریقوں میں اس قسم کی انجمنیں ۱۸۳۲ء کے وضع قوانین کے بعد ہی پیدا ہو گئیں، اور ۱۸۴۰ء تک وہ تمام ملک میں عام ہو گئیں۔ اس کے بعد ہی ان کی سرگرمیوں میں وسعت ہوئی، رائے دہندوں کو ان کے مکانوں پر جا کر سمجھانا امیدواروں کے متعلق اطلاعیں بہم پہنچانا، ڈانواڈول رائے دہندوں کو ترغیب دینا اور وفاداروں کو مقامات رائے دہی پر پہنچانا، یہ تمام امور ان کے مقاصد میں داخل ہو گئے[1]

[1] "ٹرنک" کے پیدا ہونے کے قبل کے سیاسی تنظیمات کا حال اوسٹروگورسکی کی مذکورہ بالا کتاب کی جلد اول صفحات ۱۳۵۔۱۶۰ پر بہت تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے، اور فریقانہ سرگرمیوں پر ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے اثرات کو سیمور نے بیان کیا ہے۔ انگلستان و ویلز میں انتخابی اصلاح Seymour, Electoral Reform in England and Wales باب چہارم

۱۸۶۷ء میں ایک قدم اور بڑھایا گیا۔ اس سال کے "قانونِ اصلاح" نے شمال کے بعض بڑے بڑے شہروں کو پارلیمنٹ کے تین تین ارکان دیئے، مگر اقلیتوں کی نمائندگی کے خیال سے یہ قرار دیدیا کہ ہر ایک انتخاب کنندہ صرف دو امیدواروں کے لئے رائے دے۔ برمنگھم کے استیصالی طبیعت کے لبرلوں نے اس تجویز کو اچھا نہ سمجھا اور ان کی مقامی انجمنوں نے ایک ایسی تجویز نکالی کہ اپنے برو کے آزاد خیال رائے دہندوں کو اس طرح سے ترتیب دے کہ غور و فکر سے اندازہ کی ہوئی تقسیم آرا کے بموجب وہ تمام نشستوں پر قابض ہو جائیں۔

اس تنظیم جدید میں خاص امر یہ تھا کہ خود ساختہ لبرل انجمن کو ایک فریقانہ "بزنک" میں بدل دیا جائے جس میں برو کے تمام محصول ادا کرنے والے لبرل شامل ہوں اور اس "بزنک" میں منتخب شدہ عہدہ دار ہوں، ایک نیابتی مجلس عاملہ ہو، اور اس تنظیم پر نگرانی رکھنے اور برو کو جو تین نشستیں حاصل تھیں، ان کے لئے لبرل امیدوار نامزد کرنے کے لئے ایک عام وسیع مجلس ہو۔ اس بزنک نے ۱۸۶۸ء کے انتخابات میں اپنی اہلیت ثابت کر دی، اور برمنگھم کے سیاسیات کی ایک مسلمہ ہیئت بن گئی۔ جوزف چیمبرلین کی سرگروہی میں یہ بزنک ۱۸۷۳ء میں اور بھی زیادہ عمومی ہو گئی جن اصولوں پر اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، وہ وسیع بحث و مباحثہ اور بہت زیادہ اختلاف آرا کا سبب بن گئے۔ گر عام طور پر یہ خیال پسند کیا گیا اور ۱۸۷۷ء تک لبرلوں کی اس قسم کی تنظیم تقریباً سو مقامات پر ہو گئی۔ ۱۸۷۷ء میں قومی لبرل وفاقیہ کے قیام سے اس تحریک کو پُرزور قوت حاصل ہو گئی کیونکہ اس تنظیم میں اول ہی سے وہ عمومی مقامی مجلسیں شامل تھیں جو بزنک برمنگھم کے نمونہ پر بنائی گئی تھیں، (اس کا بیان آگے آتا ہے)۔ وفاقیہ سے تعلق رکھنے والی مجلسوں کی تعداد دس برس کے اندر سات سو سولہ ہو گئی۔[1]

---

[1] بزنک کے عروج کی کیفیت کو اوسٹروگورسکی نے اپنے مضمون "داخلہ بزنک

ان روشوں پر لبرلوں کی تنظیم اضلاع کے بہ نسبت شہروں میں زیادہ سرعت کے ساتھ جاری ہوئی کیونکہ شہر کے لوگوں کی تنظیم زیادہ آسان تھی اور اس وجہ سے بھی کہ لبرلوں کی قوتوں کا غلبہ شہری حدود ہی میں زیادہ تھا مگر موجودہ صدی کے آغاز ہوتے ہوتے ہر ایک ایسے دیہی و شہری حلقہ میں جہاں اس فریق کی قلت مایوس کن نہ رہی ہو، ایک لبرل انجمن قائم ہوگئی تھی (بزنک کے بہ نسبت لبرل انجمن کا لفظ زیادہ عام طور پر استعمال ہوتا ہے)، ایک رسالے میں جس کا نام "لبرلوں کی ہدایت کے لئے اشارات وکنایات" ہے وفاقیہ نے ان مجلسوں کے لئے خاطر خواہ تنظیم کا خاکہ مرتب کر دیا ہے۔ یہ امر خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ سلطنت ان مقامی انجمنوں یا کسی دوسرے فریقانہ تنظیم کا انضباط نہیں کرنا چاہتی جس کی وجہ سے بالطبع کچھ نہ کچھ اختلافات موجود ہیں۔ لیکن عام طور پر ہر ایک دیہی پیرش میں ابتدائی انجمن ہوتی ہے، ہر ایک چھوٹے شہر میں بھی اسی قسم کی انجمن ہوتی ہے جس میں ایک منتخب شدہ مجلس عاملہ ہوتی ہے۔ صوبہ کی ہر ایک پارلیمنٹری قسمت میں ایک مجلس اور ایک ذیلی جماعت عاملہ ہوتی ہے۔ ہر ایک پارلیمنٹری برو کی تنظیم حلقوں میں ہوتی ہے اور بزنک برمنگھم کے طریق پر اس میں عہدہ دار اور مجالسِ ذیلی ہوتی ہیں۔

مقامی تنظیم میں کنسرویٹو کسی طرح اپنے رقیبوں سے پیچھے نہ تھے اور مقامی مجلسوں کی ایک ایسی لیگ بنانے میں جو کل قوم پر حاوی ہو

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) بہ انگلستان" مطبوعۂ "پولیٹکل سائنس کواٹرلی" جون ۱۸۹۳ء میں بہت وضوح سے بیان کیا ہے۔ اس مصنف کی کتاب "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم"
Ostrogorski, Democracy and the Organization of Political Parties.
جلد اول صفحات ۱۶۱- ۲۴۹ میں زیادہ وسیع بیان موجود ہے۔ اس کی اہم ہیئتوں کو لوول نے اپنی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell. Government of England
جلد اول صفحات ۴۶۹- ۴۷۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

وہ پورے دس برس اپنے رقیبوں سے آگے رہے۔ مقامی کنسرویٹو انجمنیں سب سے زیادہ تعداد میں ۱۸۶۷ء کے قانون اصلاح کے بعد بنیں، اور ۱۸۷۴ء میں جب اس فریق نے ۱۸۴۱ء کے بعد سے پہلی مرتبہ دارالعوام میں کثرت حاصل کی ہے، انگلستان و ویلز میں ان انجمنوں کی تعداد کم و بیش ساڑھے چار سو تھی۔ آئندہ کے دو برسوں میں یہ تعداد تقریباً دوچند ہوگئی۔ برنگ برمنگھم اور عام طور پر لبرلوں کی کل کے پر زور اثرات استحفاظی تنظیم کنندگاں کے لئے رائگاں نہیں گئے۔ اس کے علاوہ مقامی تنظیموں میں سے بہت سی تنظیمیں بیشتر یا بالکلیہ مزدوروں پر مشتمل تھیں۔ اس تدریج نیابتی اصولوں کو عمل میں لانے کا موقع زیادہ دیا گیا اور استحفاظیوں کی مقامی فریقانہ جماعتیں لبرل جماعتوں سے کچھ کم عمومی نہیں رہیں۔ اس کل کی پوری تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا لبرلوں میں ہے ویسا ہی یہاں بھی ہے کہ وفاقیہ کے اعلیٰ عہدہ دار تنظیم کی بعض صورتوں کی سفارش کرتے ہیں جو جلسہ ہائے عامہ، ذیلی جماعتوں، کونسلوں اور عہدہ داروں پر اس طرح سے مشتمل ہوتی ہیں کہ ان کے ذریعے سے پیرش، حلقے، قسمتہائے صوبہ، برو اور دوسرے سیاسی رقبات کی ضروریات پوری ہوسکیں۔ اور بیشتر ان سفارشوں پر لحاظ کیا جاتا ہے۔ مقامی تنظیم پر خرچ کرنے کے لئے لبرلوں کے بہ نسبت استحفاظیوں کے پاس روپیہ زیادہ ہے، اور انھوں نے ملک کو زیادہ قوت کے ساتھ گھیر لیا ہے گر وہی قصبوں کے بہ نسبت برو کے اندر اپنے پیروؤں کی تنظیم میں دونوں فریقوں کو نسبتاً زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔[1]

استحفاظی قومی اتحاد

یہ ایک لابدی امر تھا کہ کسی خاص فریق کے اغراض کو ترقی دینے کے لئے مقامی انجمنوں کی ایک کثیر تعداد

[1] لوئل، "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول ابواب ۲۶-۲۸۔

کے وجود میں آجانے کے بعد یہ انجمنیں کسی نہ کسی لیگ یا اتحاد کی شکل میں باہم مربوط ہو جائیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس معاملہ میں استحفاظیوں نے سربراہی کی اور اس کی خاص محرک دونوں فریقوں کی یہ سرگرم کوشش ہوی کہ ۱۸۶۷ء میں جن قصباتیوں کو حق رائے دہی ملا تھا انھیں اپنے قبضہ میں کرلیں۔ استحفاظیوں کے قومی اتحاد اور ان کی دستوری انجمنوں کی بنا ایک کانفرنس کے موقع پر رکھی گئی جس کا انعقاد نومبر ۱۸۶۷ء میں ہوا تھا۔ اس کے دستور میں ایک خالص وفاقی تنظیم کی شرط رکھی گئی تھی جس کے ارکان افراد نہیں بلکہ انجمنیں قرار دی گئی تھیں۔ ہر ایک استحفاظی یا دستوری انجمن ایک گنی سالانہ ادا کرنے پر اس میں شریک ہو سکتی تھی، اس کی حکومت کی کل حسب ذیل طریق پر قائم کی گئی تھی۔ (۱) ایک کانفرنس جو (اتحاد کے عہدہ داروں کے علاوہ) ان مندوبوں پر مشتمل ہو جن کا انتخاب مختلف رکنی انجمنوں نے کیا ہو، اور ہر انجمن کو دو دو مندوب مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا۔ (۲) ایک کونسل (مجلس) جو اتحاد کے عہدہ داروں، مستشار کے منتخب کردہ چوبیس اشخاص اور خاص خاص صوبجاتی انجمنوں کے پسند کردہ نبیس افراد پر مشتمل ہو، اور جسے چند اعزازی ارکان کے اضافہ کا بھی اختیار تھا، (۳) ایک صدر، ایک خازن، اور ایک مجلس امنا جن کا انتخاب مستشار کی جانب سے ہو۔

اس تنظیم جدید کو اپنا کام شروع کرنے میں کافی وقت لگا، دس برس کی مدت میں مقامی انجمنوں میں سے ایک ثلث اس میں شریک ہوئیں، تاہم، اس نے اپنی سودمندی اس طرح ثابت کر دی کہ وہ استحفاظی خیالات وطرق کے اشاعت کا مستقر بن گئی اور ۱۸۸۵-۸۶ء میں جدید ترتیب کے بعد جس سے اس کی بنیاد وسیع اور اس کی کل مستحکم ہو گئی، اس نے اس فریق کی عام تائید حاصل کرلی۔ ۱۸۸۸ء تک اس سے رابطہ رکھنے والی انجمنوں کی تعداد گیارہ سو سے بڑھ گئی۔ اس کی ہیئت کے خاص تغیرات میں ایک تغیر یہ تھا کہ انگلستان و ویلز کو دس قطعات میں تقسیم

کر دیا گیا اور ہر ایک قطعہ میں ایک قسمتی تنظیم قرار دی گئی جو اپنی ترتیب میں خود اتحاد کی ترتیب کے مشابہ تھی۔ یہ قسمتی کانفرنسیں فریقانہ غور و فکر کے لئے اہم درمیانی ذرائع کار بننے میں ناکام رہیں مگر یہ نئی کل بہت سہولت سے فریقانہ اشاعت و انضباط کا کام دینے لگی۔ اس فریق کے لئے کانفرنس ہی غور و خوض کا اعلیٰ ذریعہ کار رہی، جس کا اجلاس ہر سال کسی نہ کسی اہم شہر میں ہوتا رہا[۱]۔ اولاً اس جماعت نے یہ نہیں کیا کہ عام حکمتِ عملی کے مسائل پر اپنے خیالات کا باضابطہ اظہار کرے مگر ۱۸۸۵ء کے بعد سے اس نے نہ صرف اس قسم کے معاملات کو زیر بحث لانے بلکہ ان سے متعلق قرار دادیں منظور کرنے کے حق کا آزادانہ استعمال کیا۔ بظاہر اصول کے یہ اظہارات، ان لوگوں کی ہدایت کے لئے ہوتے ہیں جو پارلیمنٹ کے اندر اور ملک کے سامنے اس فریق کی روش کے براہِ راست ذمہ دار ہوتے ہیں، یہ فریق اگر برسرِ اقتدار ہے تو یہ اشخاص وزرا ہونگے، اور اگر وہ برسرِ اقتدار نہیں ہے، تو یہ اشخاص فریق مخالف کے سرگروہ ہونگے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ پارلیمنٹی حلقوں کے اندر ان اعلانات پر بہت ہی کم توجہ کی جاتی ہے کنسرویٹو کانفرنس نے ۱۹۰۳ء سے قبل ترجیحی محاصل کے متعلق متواتر قرار دادیں منظور کیں مگر سیاسی سمندر میں ذرا بھی تموج نہ ہوا۔ وہی تجاویز جب وزیر مستعمرات کی طرف سے پیش ہوے تو ایک طوفان برپا ہو گیا۔ ۱۹۱۴ء سے قبل اس مستشار نے بار بار عورتوں کی حق رائے دہی کا اعلان کیا مگر پارلیمنٹی ارکان پر اس کا کچھ اثر نمایاں نہ ہوا۔

اول سے آخر تک اتحاد کی سود مندی کا حلقۂ اثر فریقانہ سرگروہوں اور قانون سازوں کی بہ نسبت رائے دہندوں پر حاوی رہا ہے۔

---

[۱] سہ سالہ جلسوں کی تجویز، جن کا انعقاد لامحالہ لندن میں ہوتا تھا، ۱۸۶۸ء ترک کردی گئی۔

یہ اتحاد کبھی اس قابل نہیں ہوا کہ پارلیمنٹ کے اندر کی فریقانہ تنظیم کی خودمختاری پر غالب آجائے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اسے براہِ راست اس فریقانہ سرگروہِ اعلیٰ کے انتخاب میں کچھ دخل نہیں جو فریق کے برسرِ اقتدار ہونے کی صورت میں وزارتِ عظمیٰ کے نہایت اعلےٰ عہدے پر فائز ہوگا۔ بقول لوئل آخود اس کا کام درحقیقت ایک تبلیغی جماعت کا ہے۔ وہ، جہاں ضرورت ہوتی ہے نئی مقامی انجمنوں کی تنظیم کرتی ہے، جن مقامی انجمنوں کو خاص مشکلات پیش آجاتے ہیں، انھیں مدد دیتی اور ان کی ہمت افزائی کرتی ہے کتب ورسائل وغیرہ تقسیم کرتی اور عام خطبوں کا انتظام کرتی، اطلاعات جمع کرتی اور انھیں شایع کرتی ہے۔ ان صورتوں میں وہ بے بہا خدمت انجام دیتی ہے مگر فریق کو عمومی نگرانی کے تحت میں لانے، رائے قائم کرنے اور فرقی رائے عامہ کے تعین کی اور انھیں عمل میں لانے کے لیئے یہ اتحاد محض ایک نمائشی شئے ہے[1] ۱۹۰۶ء میں یہ کل از سر نو مرتب ہوی اور اسے پہلے سے زیادہ بنیادی بنا دیا گیا لیکن ہماری یہ رائے اس وقت بھی واقعات پر اتنی ہی حادی ہے جتنی پہلے تھی[2]

---

[1] لوئل، حکومت انگلستان Lowell, Government of England جلد اول صفحہ ۵۰۷۔ قومی اتحاد کے بہترین حالات کتب ذیل میں ہیں:۔ لوئل حسب بالا، جلد اول باب ۳۔ اوسٹروگورسکی "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم"

Ostrogorski, Democracy and the Organization of Political Parties,

جلد اول صفحات ۲۵۰-۲۸۶۔ فریقانہ طریقوں کا پورا پورا بیان اوسٹروگورسکی کی کتاب بالا، جلد اول صفحات ۳۲۹-۵۰۱ میں ہوا ہے۔

[2] قسمتی تنظیم کی ترتیب جدید ہوی اور اسے وسعت دی گئی۔ اور مجلس جس کا نام اب مرکزی مجلس رکھا گیا، اسے اس قدر بڑھایا گیا کہ اس میں (اور دوسرے افراد کے ساتھ) ہر ضلع کے لیئے پچاس ہزار رائے دہندوں یا ان کے جزو کے لیئے ایک نمائندہ رکھا گیا اور پارلیمنٹی برو کے لیئے پچیس ہزار کے لیئے

قومی لبرل وفاقیہ ۱۸۷۴ء کے انتخابات میں استحفاظیوں کی کامیابی کو زیادہ تر ان کی اعلیٰ تنظیم کی جانب منسوب کیا گیا تھا، اور لبرلوں میں یہ خیال راسخ ہو گیا کہ انھیں بھی قومی طور پر اپنی تنظیم کرنا چاہیے۔ بزمک برمنگھم نے اس کی ابتدا کی اور ایک مستشار جس میں پچانوے مقامی انجمنوں کے نمائندے شامل تھے مئی ۱۸۷۷ء میں شہر برمنگھم میں منعقد ہوئی۔ ایک دستور قبول کیا گیا، عہدہ داروں کا انتخاب ہوا (جس میں زیادہ تر برمنگھم کے باشندے تھے اور چیمبرلین صدر مقرر ہوا) اور "قومی لبرل وفاقیہ" کے نام سے ایک تنظیم کی بنا رکھی گئی جس کا مقصود نہ صرف تمام ملک کے اندر فریقانہ کل کو تقویت دینا تھا بلکہ فریقانہ حکمت عملی کے بنانے پر اقتدار نہیں تو وسیع اثر پیدا کرنا بھی مقصود تھا۔ درحقیقت اس نئی آزاد خیالانہ تنظیم اور استحفاظی قومی اتحاد کے درمیان خاص فرق یہی تھا کہ آخرالذکر کا تقریباً تمام تر مقصود اشاعت اغراض و انضباط تھا، اس کے برخلاف اول الذکر کا اگر مقصد اولین نہیں تو خاص مقصد یہ تھا کہ وہ مخصوص حکمت عملی کی تعیین کرنے والی ہے۔ بالفاظ لوئل جیسا کہ مسٹر چیمبرلین نے ظاہر کیا تھا اس سے توقع یہ تھی کہ شہنشاہی جماعت مقننہ سے باہر یہ تنظیم ایک لبرل پارلیمنٹ ہو گی، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مستشار پارلیمنٹ کا کام کرنے لگے گی بلکہ وہ یہ قرار دے گی کہ پارلیمنٹ کو کیا کام کرنا چاہیے یا یوں کہیں کہ لبرل ارکان کو کیا کام پارلیمنٹ کے روبرو پیش کرنا چاہیے اور انھیں کیا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ اس طریق سے یہ ہوتا کہ جہاں تک لبرل فریق کا تعلق تھا اہم مسائل پر آغاز کرنے کا کام ارکان وزارت کے ہاتھوں سے نکل کر اس وفاقیہ کی طرف منتقل ہو جاتا[1] اس نئی تنظیم کی حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ایک نمائندہ رکھا گیا۔ یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ یہاں جس "قومی اتحاد" کا بیان ہوا ہے وہ صرف انگلستان و ویلز پر محیط ہے۔ اسکاٹلینڈ اور آیرستان کے تنظیمات اس سے جدا گانہ ہیں۔

[1] حکومتِ انگلستان Government of England جلد اول ۱۹۰۸ء ص ۵۰۴۔

اس طرح قرار دی گئی تھی کہ وہ استحفاظی اتحاد کی حکومت کے بہ نسبت زیادہ
عمومی ہو۔ اس میں خاص صاحب اقتدار ایک کونسل تھی جو مقامی انجمنوں
کے مندوبوں پر مشتمل ایک نیابتی جمعیت تھی، یہ قائم مقام استحفاظی کانفرنس
کی طرح ہر انجمن کی جانب سے دو دو نہیں تھے بلکہ بلحاظ آبادی پانچ سے
بیس تک تھے۔ اپنے سالانہ جلسوں کے مواقع پر یہ جماعت ایک صدر،
ایک نائب صدر، ایک خازن، اور ایک اعزازی معتمد کا انتخاب کرتی
تھی، اور یہ عہدہ دار ہر ایک مقامی انجمن کے (دو سے پانچ تک) منتخب
کردہ مندوبوں اور خود اپنے پچیس نامزد کردہ اشخاص کے ساتھ مل کر
ذیلی مجلسِ عام بن جاتے تھے۔ کونسل "لبرل پارلیمنٹ" تھی جس میں مسائل
زیرِ بحث اور حکمت عملیوں کی چھان بین ہوتی تھی۔ مجلسِ ذیلی جس نے
اپنا صدر مقام برمنگھم میں قائم کیا تھا، عاملانہ کارپرداز بن گئی تھی جس کا
کام زیادہ تر یہ تھا کہ وہ مقامی انجمنوں کی تنظیم کرے اور اپنے فریق کی
اخلاقی حالت کو قائم رکھے۔

استحفاظی اتحاد کے مانند، لبرل وفاقیہ نے بھی آہستہ آہستہ ترقی کی۔
پہلے سال میں سو سے زائد مقامی انجمنوں نے اس میں شرکت نہیں کی اور سنہ ۱۸۸۶
تک یہ تعداد دو سو پچیس سے آگے نہیں بڑھی۔ اس موقع پر پہنچ کر گلیڈسٹن کے
پہلے سودہ خود حکومتی کی بنا پر اس فریق میں جو تنقیض پیدا ہوئے اس سے
کامل تباہی کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔ لیکن آخر الامر یہ طوفان چھنٹ گیا بلکہ
درحقیقت اس سے کچھ فائدے ہی ہوئے، دستور میں اس طرح ترمیم کر دی
گئی جس سے کونسل کی نمائندگی تناسب آبادی سے قریب تر ہوگئی۔ دفاتر
برمنگھم سے لندن کو منتقل کر دیئے گئے، اور گلیڈسٹن اور پارلیمنٹ کے دوسرے
فریقانہ سرگروہوں سے زیادہ قریبی تعلقات قائم ہوگئے۔ اس فریق کے
اتحاد جدید کا ثبوت اس سے ملا کہ دو برس کے اندر پانچسو انجمنیں شامل ہوگئیں۔[1]

[1] واٹسن، "قومی لبرل متفقت" Watson, National liberal Federation صفحات ۵۲-۸۲

۱۸۸۱ء میں کونسل نے لائحۂ عمل کے بنانے میں دخل دینے اور ہاتھ لگانے کی کوشش شروع کر دی تھی، اور آئندہ کے دس برس میں اس فرض پر برابر عمل ہوتا رہا۔ اگرچہ دراصل ہوا یہ کہ اس جماعت سے علی العموم محض یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ خود حکمت عملی کے بیانات مرتب کرنے کے بجائے ان قرار دادوں کی تصدیق کر دے جنھیں مجالسِ ذیلی نے پہلے سے تیار کر دیا ہو۔

جو فریق ذی اقتدار نہیں ہوتا وہ عادتاً آزادی کے ساتھ ایسے امور کا ذکر کرتا رہتا ہے جنھیں اسے برسرِ اقتدار ہو جانے کی صورت میں انجام دینے کا ارادہ ہے (یہ حالت) خصوصیت کے ساتھ (اس وقت اور بھی زیادہ ہوتی ہے) جب اسے جلد از حصول اقتدار کی توقع نہ ہو؛ ۱۸۸۶-۹۲ء میں لبرلوں کی حالت یہی تھی۔ اور کونسل کی قرار دادیں سال بسال اس فریق کو وسیع اور وسیع تر لائحۂ عمل کا پابند بنائی جا رہی تھیں۔ تاآنکہ ۱۸۹۱ء میں نیوکاسل کے مشہور لائحۂ عمل[۱] میں انتہائی حد پر پہنچ گئیں۔ ۱۸۹۲-۹۵ء کی گلیڈسٹن اور روز بری کی حکومتیں جدید توقعات کے پورا کرنے کی عدم قابلیت سے زیچ ہو گئیں اور فریقانہ سرگروہوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ کونسل اپنے متواتر جلسوں میں جیسے لائحۂ عمل بناتی ہے وہ قطعاً ناقابل عمل ہیں۔ پس استبصالیوں کی مخالفت کے باوجود کونسل کا یہ فرض آیندہ زیادہ روک تھام کے ساتھ استعمال ہونے لگا، اور ۱۸۹۶ء سے مجلس عام اور کونسل کے کاموں کی تیاری ایک ایسی ذیلی مجلسِ عاملہ کے سپرد کر دی گئی جس میں اگرچہ پارلیمنٹ کا کوئی رکن شامل نہیں تھا مگر پھر بھی یہ توقع تھی کہ

---

۱ - ملاحظہ ہو باب سابق۔

۲ - یہ مجلس ایک دوسری مجلس کے بجائے وجود میں آئی تھی جس کا نام "مجلسِ مقاصد عامہ" تھا اور جو چند سال قبل قائم ہوئی تھی اور جس میں وفاقیہ کے عہدہ دار اور مجلس عام کے معین کردہ بیس اشخاص تک شامل تھے۔

وہ ایسے اشخاص کی ایک چھوٹی جماعت ہوگی جن پر یہ اعتماد کیا جا سکتا ہو کہ وہ پارلیمنٹی سرگروہوں کے لئے دشواری نہ پیدا کریں گے۔ بس اب کونسل کا کام یہ رہ گیا ہے کہ یہ فریقانہ مندوبوں کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے تاکہ مجلس عام جو اعلانات و تجاویز پیش کرے انھیں سن لیں اور منظور کریں، اور اس مجلس عام کے فیصلے اپنی جگہ پر درحقیقت چھوٹی ذیلی مجلس عاملہ کے فیصلے ہوتے ہیں۔ پس اس طرح اختیارات وسیع نیابتی مجلس کے ہاتھ سے نکل کر معدودے چند چیدہ اشخاص کے ہاتھ میں آ گئے ہیں، اور پارلیمنٹ کے فریقانہ سرگروہ وارکان کے پاس یہ تجاویز بہت محدود حالت میں بھیجی جاتی ہیں۔ یہی حال نسبتاً کم حوصلہ استحفاظی اتحاد کا ہے۔ لبرل وفاقیہ ایک وسیع وعمومی فریقانہ مجلس مقننہ بنانے میں ناکام رہ چکی ہے۔ اپنے ٹوری ہم مثل کے مانند یہ بھی فریقانہ کتب رسائل وغیرہ کے شایع کرنے، مقامی فریقانہ تنظیم کو ترقی دینے اور فریقانہ کل کے انتظام کرنے میں بہت ہی مستعد ثابت ہوئی ہے مگر فریقانہ حکمتِ عملی اور پارلیمنٹ کے اندر کے فریقانہ نمائندوں کے افعال پر عمومی نگرانی رکھنے کے اعتبار سے یہ بھی محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں فریقوں میں سے کسی میں بھی کوئی عمومی غیر سرکاری تنظیم اس راسخ اصول پر غالب نہیں آئی کہ حکومت کے کابینی نظم میں پارلیمنٹی سرگروہوں کے لئے فریقی سرگروہ ہونا بھی لازمی ہے۔[1]

---

[1] لوئل، "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول باب ۲۹۔ اوسٹروگورسکی، "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم" Ostrogorski, Democracy and the Organization of Political Parties, جلد اول، صفحات ۲۸۷-۳۲۸ لبرل وفاقیہ کے حالات میں خاص کتاب واٹسن کی "قومی لبرل متفقیت" Waston, National Liberal Federation ہے، جس میں اس بحث پر ۱۹۰۶ء تک کے حالات موجود ہیں۔ واٹسن ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۲ء تک اس وفاقیہ کا صدر رہا ہے۔ لیکن توقع کے برخلاف یہ کتاب اس تنظیم کے کاموں کا بلاواسطہ حال بیان کرنے میں ناکام رہی ہے۔

باب شانزدہم

چھوٹے چھوٹے سیاسی فریق سیاسیات میں مزدوریت کا دخل اور آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری

سیاسیات میں مزدوریت کا دخل۔ اتحاد مزدوران و اشتراکیت

سنہ ۱۹۱۴ کے قبل کے دو چھوٹے فریقوں میں سے پارلیمنٹ کے اندر جو فریق نسبتاً قلیل التعداد مگر دوسرے اعتبارات سے زیادہ اہم تھا، وہ زیادہ تر منتظم مزدور جماعت کا بنایا ہوا تھا۔ وسیع طور پر یوں کہنا چاہیے کہ مزدوری فریق اتحادات تجارتی اور اشتراکیت دو توام قوتوں کا پیدا کردہ ہے، ان دونوں قوتوں میں سے ایک کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے زیادہ تر تنظیم و سرمایہ مہیا کیا اور دوسرے نے قوت و جوش پیدا کیا۔ اتحادات تجارتی خاص خاص پیشوں میں کام کرنے والوں کے تنظیمات ہیں، جن کا مقصود یہ ہے کہ وہ مجموعی طور پر اجروں کے ساتھ مزدوری کا تعین کریں اور مزدوروں کے مفاد سے متعلق دوسری کارروائیاں کریں۔ انگلستان میں ان کا ظہور حرفی انقلاب کے اولین مدارج ہی میں شروع ہو گیا تھا، اور انیسویں صدی میں ان اتحادات نے اہم حرفتوں

پر اقتدار حاصل کر لیا۔ ان کی قانونی حیثیت کی بابت مدتوں تک اختلافات
برپا ہوتا رہا۔ اتحادات تجارتی پر ابتدائی زمانہ کے قانونی قیود زیادہ تر ۱۸۷۱-۷۶ء
میں منسوخ ہوئے مگر ۱۹۰۱ء میں ایک فیصلہ کی وجہ سے نئی بددلی پیدا ہوگئی
ہوا یہ کہ ٹیف ویل کے مقدمہ میں دارالامرا کے فیصلہ میں یہ تسلیم کر لیا گیا کہ
ہڑتالوں کی وجہ سے جو نقصانات واقع ہوں ان کا تاوان آجرا تحادات
تجارتی سے لے سکتے ہیں[51]۔ ۱۹۰۶ء میں لبرلوں نے مزدوری عناصر کی تائید
کے صلے میں قانون اتحادات و مناقشات تجارتی منظور کر لیا جن کے
بموجب عملاً یہ اتحادات قانونی کارروائی سے مستثنیٰ ہو گئے[52]۔ اس کے بعد
پھر ۱۹۰۹ء کے فیصلۂ آزبرن میں دارالامرا نے اپنے اس حکم سے اتحادوں
پر دباؤ ڈالا، کہ وہ دارالعوام کے اندر مزدوری ارکین کے اخراجات کے
واسطے جبری چندے نہیں وصول کر سکتے۔ اس مرتبہ پھر لبرلوں نے اپنے
حلیفوں کو بچا لیا، اول تو انھوں نے ۱۹۱۱ء میں پارلیمنٹ کے ایوانِ
عمومی کے کل ارکان کی تنخواہ مقرر کر دی اور اس کے بعد ۱۹۱۳ء میں
ایک نیا قانون اتحادات تجارتی منظور کر دیا جس سے یہ اجازت ہوگئی کہ
اتحادات تجارتی کا سرمایہ اس حد تک سیاسی اغراض کے کام میں لایا
جا سکتا جس حد تک وہ انھیں اغراض کے لئے رضاکارانہ چندے سے
حاصل ہوا ہو۔ موتمر اتحادات تجارتی جو سیاسی و حرفی مسائل پر غور
کرنے کے لئے اپنے سالانہ جلسے منعقد کرتی ہے، وہ اس وقت کم و بیش
تیس لاکھ اتحادیوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ۱۸۹۹ء سے اتحادات تجارتی
کی ایک عام و خانفیہ بھی قائم ہے۔ اس کے فرائض زیادہ تر مالی ہیں، اور

---

[51] ۔ اوگ، "جدید یورپ کا اقتصادی ارتقا" Ogg: Economic Development of Modern Europ
صفحات ۴۳۲-۴۳۳۔

[52] ۔ ایضاً، صفحات ۴۳۳-۴۳۴۔

اس کی رکنیت کی تعداد دس لاکھ سے کچھ زائد ہے، اس میں کچھ حصہ ان لوگوں کا بھی ہے جو موتمر کے ارکان ہیں۔[1]

چالیس برس پہلے لوگ آزادی کے ساتھ پیشین گوئی کرتے تھے کہ انگریزوں میں اصول اشتراکیت کبھی مستحکم نہ ہوگا مگر واقعہ یہ ہے کہ ادھر حال کے زمانہ میں انگلستان جرمنی و فرانس کے بہ نسبت اشتراکی شورانگیزی سے کچھ کم متحرک نہیں ہوا ہے۔ اور اشتراکیت کی روح اور اس کے خیالات پارلیمنٹی مباحث کے اندر بلکہ قومی و مقامی قانون سازی میں بالکل اسی وسعت کے ساتھ حلول کر گئے ہیں جس طرح اکثر براعظمی ممالک میں حلول کئے ہوئے ہیں۔ منتظم اشتراکیوں کی تعداد اس ملک میں کبھی بھی زیادہ نہیں رہی ہے، آج بھی ان کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ نہیں ہے مگر بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں ہیں جو بالکلیہ اشتراکی ہیں گروہ کسی اشتراکی فریق یا مجلس کے رکن نہیں ہیں۔ ان کے سوا بے شمار اشخاص ایسے بھی ہیں جن کے ذہن اشتراکی خیالات سے لبریز ہیں گروہ اپنے کو اس نام سے نہیں پکارتے۔ قدیم ترین اشتراکی تنظیم جو کچھ اہمیت رکھتی ہو، وہ برطانی اشتراکی فریق ہے، جس کی بنا سنہ ۱۸۸۱ء میں اشتراکی عمومی وفاقیہ کے نام سے رکھی گئی تھی اور اس نے سنہ ۱۹۱۶ء تک اپنی کامل آزادی کو قائم رکھا جب وہ صرف دس ہزار کی تعدادی قوت کے ساتھ مزدوری فریق سے مربوط ہو گئی۔ سب سے زیادہ مشہور اشتراکی تنظیم "انجمن فیبین" ہے جو سنہ ۱۸۸۲ء میں قایم

---

[1] برطانی اتحادات تجارتی پر مستند کتاب، اس۔ اور۔ بی۔ وب کی کتاب "تاریخ اتحاد مزدوراں" S. & B. Webb, History of Trade Unionism. (طبع جدید مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۲۰ء) ہے۔ اس سے کچھ زیادہ جدید کتاب جی۔ ڈی۔ ایچ۔ کول کی کتاب ہے "دنیائے مزدوراں، اتحادات تجارتی کی موجودہ و آئندہ حالت کی بحث" Cole, The World of Labour : A Discussion of the Present and Futureof Trade Unionism. طبع دوم مطبوعہ لندن، سنہ ۱۹۱۵ء۔

ہوئی اس وقت اس کے ارکان کی تعداد تین ہزار سے کم ہے مگر اس میں بہت سے علما، مصنفین، پادری اور دوسرے لائق و با اثر اشخاص شامل ہیں[1] اشتراکی تنظیمات میں سیاسی اعتبار سے سب سے زیادہ نمایاں تنظیم "آزاد مزدوری فریق" ہے جس کی تنظیم ۱۸۹۳ء میں ہوئی تھی اور یہ نتیجہ تھا اس پہلی اہم کوشش کا کہ اشتراکیت اورمزدوریت کی قوتوں کو متحد کر دیا جائے۔ اس فریق نے (جس کے ارکان کی تعداد اب تقریباً تیس ہزار کے قریب ہے) آخرالامر کسی حد تک کامیابی حاصل کر لی ۱۹۰۶ء کے انتخابات میں جب کہ استیصالیت کی موج بہت بلند ہو رہی تھی، اس فریق کے سات امیدوار اور سولہ ارکان دارالعوام کے لئے منتخب ہو گئے لیکن اسے اشتراکیت میں اس درجہ غلو رہا ہے کہ عام مزدور اسکی جانب راغب نہیں ہوتے۔ ۱۸۹۴ء تک بیں پارلیمنٹ کے چند ارکان بہ حیثیت افراد مزدوری منتخب ہو چکے تھے اور انیسویں صدی کے ختم

مزدوری فریق، ترکیب و نوعیت

---

[1] مجلس "فیبین" کے اصول و مقاصد کا سرکاری بیان اور تھ کی کتاب۔ ذیل میں ملیگا یورپ میں اشتراکیت وعمومیت Orth, Socialism and Democraey in Europe صفحات ۳۲۰-۳۳۰-بہترین عام بیان ای۔ آر۔ پیس کی کتاب میں ہے :- مجلس فیبین" کی تاریخ" E. R. Pease, History of the Fabian Society مطبوعۂ لندن ۱۹۱۶ء۔ فیبین کے اصولوں کی حمایت کے لئے ۱۹۱۴ء میں ایک ہفتہ وار اخبار "نیو اسٹیٹسمین" قائم کیا گیا تھا۔ انگلستان کی اشتراکیت کی تاریخ بہت صحت کے ساتھ کتب ذیل میں ملے گی۔ بی ویلیرز "انگلستان میں اشتراکی تحریک"

B. Villiers, The Socialist Movement in England.

طبع دوم مطبوعۂ لندن، ۱۹۱۰ء۔ ایم۔ بیر "تاریخ اشتراکیت۔ ملک انگلستان"

M. Beer, Geschichte des Sozialismus in England

مطبوعۂ اشٹٹگارٹ ۱۹۱۳ء۔ آخرالذکر کتاب کا ایک انگریزی ترجمہ "برطانی اشتراکیت کی تاریخ" History of British Socialism کے نام سے ہے، مطبوعۂ لندن ۱۹۱۹ء

ہوتے ہوتے مزدوی حلقوں میں قومی مطالبہ اس امر کا پیدا ہو گیا کہ جس طرح موتمر اتحادات تجارتی اور اس کی شاخیں مالی و حرفی نوعیت کی سرگرمیوں کو جاری رکھتی ہیں، بالکل اسی طرح سیاسی سرگرمیوں کے جاری رکھنے کے لئے ایک وسیع البناء فریق ہونا چاہئے۔ اسی ضرورت کو موجودہ مزدوی فریق کی تنظیم سے رفع کیا گیا۔ سنہ ۱۸۹۹ء میں موتمر اتحادات تجارتی کا اجلاس پلی موتھ میں منعقد ہوا اور اس نے امداد باہمی، اتحادات تجارتی اشتراکیت اور جماعت کارکنان کی ان تمام تنظیموں کے نمائندوں کا ایک گروہ قائم کیا جو پارلیمنٹ کے اندر مزدوروں کے نمائندوں کے اضافہ کی کوشش میں شرکت کرنا چاہتے تھے۔ اس جماعت نے جس میں ایک سو انیس مندوب تھے، اپنا پہلا اجلاس فروری سنہ ۱۹۰۰ء میں لندن میں منعقد کیا، اور ایک تنظیم ایسی قائم کی گئی جس کی حکمراں قوتیں وہ اتحادات تجارتی تھے جو سیاسی جانب مائل مگر غیر اشتراکی تھے۔ اس الحاق کا مقصود یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ "پارلیمنٹ کے اندر ایک ممیز مزدوی گروہ قائم کیا جائے، جس کے خود اپنے وہپ ہوں اور وہ خود اپنی حکمت عملی پر اتفاق کرے اور جو ہر اس فریق کے ساتھ اتحاد عمل کرنے پر آمادہ رہے جو بروقت مزدوروں کے براہ راست مفاد کی قانون سازی کی ترقی میں مشغول ہو، اور جو کارروائیاں مخالف جانب مائل ہوں انکی مخالفت کرنے میں ہر ایک فریق کے ساتھ متفق ہو جائے۔ [لہ]

جدید تنظیم نے بہت سرعت کے ساتھ ترقی کی سنہ ۱۹۰٦ء کے انتخابات میں پچاس امیدوار کھڑے کئے گئے اور انتیس منتخب ہو گئے جن میں صرف چار ایسے تھے جن کو پارلیمنٹ کا سابقہ تجربہ تھا، دارالعوام میں جتنے مزدوی گروہ اب تک آئے تھے یہ ان سب میں بڑا گروہ تھا۔ لبرلوں کو اب اتنی کافی کثرت حاصل ہو گئی تھی کہ وہ بالکلیہ آزاد رہ سکتے تھے مگر

لہ "مزدوی سالنامہ" Labour Year Book سنہ ۱۹۱٦ء صفحہ ۳۰٦۔

گزشتہ تائید اور گزشتہ اقراروں کی وجہ سے وہ مزدوی عناصر کے زیر بار احسان تھے۔ مزید براں ان میں سے زیادہ ایسے تھے جو نسبتاً معتدل مزدوی مطالبات کے مخالف بھی نہیں تھے۔ پس سنہ ۱۹۰۶ کا "انقلاب" مزدوی قانون سازی اور مزدوی امداد کے ایک نئے دور کا آغاز بن گیا، اور جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے اس دور کا اولین اہم کارنامہ سنہ ۱۹۰۶ کے قانون اتحادات و مناقشات تجارتی کا منظور کیا جانا تھا۔

اپنی اس عظیم الشان فتح کے بعد "مزدوی نمایندگی کی مجلس" نے پارلیمنٹ کے اندر مزدوروں کی ممیز نمایندگی قائم کرنے کا مقصود اولین حاصل کر کے، اپنا ناموزوں نام ساقط کر دیا اور "فریق مزدوی" کا نام اختیار کر لیا۔ اس تنظیم کا دستور نئے سر سے مرتب کیا گیا، اور حکمراں جماعت کو سالانہ موتمر بنا دیا گیا، جو ایسے مندوبوں پر مشتمل تھی جو تعداد رکنیت کے تناسب سے ملحق مجلسوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ فریقانہ جماعتِ عاملہ، سولہ ارکان کی قومی مجلس پر مشتمل ہے، جو خاص خاص ملحق جماعتوں میں حصہ رسدی منقسم ہیں اور ان کا انتخاب سالانہ موتمر کے موقع پر مندوبوں کی وہ جماعتیں کرتی ہیں جو اپنی اپنی مجلسوں کی نمائندہ ہوتی ہیں۔ یہ مجلس عاملہ خود اپنا صدر منتخب کرتی ہے (جو اس انتخاب کی وجہ سے اس فریق کا صدر ہو جاتا ہے) یہی مجلس عاملہ امیدواروں کو پسند کرتی اور امیدواریوں کی منظوری دیتی ہے، فریقانہ کتب و رسائل وغیرہ شایع کرتی ہے، اور دارالعوام سے باہر عام حیثیت میں اس فریق کے کاموں کی ہدایت کرتی ہے۔ ہر میقات کے تشریعی لائحۂ عمل پر غور کرنے میں وہ اپنے پارلیمنٹی گروہ کے ساتھ اتحادِ عمل کرتی ہے اور حکمت عملی کے اہم مسائل کے متعلق دونوں جماعتوں کے مشترکہ اجلاسوں کا انتظام (پارلیمنٹی) کیا جاتا ہے نشستوں کے امیدواروں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس فریق کے ان فیصلوں کی رہبری میں چلنے کا وعدہ کریںگے، جو سالانہ کانفرنسوں میں طے ہوتے ہوں، یا کم از کم یہ کہ یہ فریق جن مقاصد کے لئے قائم ہے

اُن سے متعلق معاملات میں ضرور ایسا ہی کرینگے[1] اس کے لئے روپیہ انجمن ہائے محقہ پر سالانہ ایک پنس فی رکن کے حساب سے چندہ عاید کر کے جمع کیا جاتا ہے ۱۹۱۴ء میں معاملات خارجہ، کے اصلاح انتخابات بیکاری، مالیات، سرکاری کاموں پر مزدوری کرنے والوں کے حالات، اور دوسرے مسائل کے متعلق اس فریق کے مجالس ذیلی جماعتیں قائم تھیں۔ پارلیمنٹی مجموعہ، جو پارلیمنٹی فریق کے نام سے موسوم ہے، مستحکم طور پر منتظم تھا جس میں صدر، معتمد اور نقیب سب تھے، لیکن پارلیمنٹ سے باہر یہ فریق اتحادات تجارتی، مجالس تجارتی، مقامی مزدوری فریقوں، اشتراکی مجلسوں اور امداد باہمی کی مجلسوں کا ایک ڈھیلا سا وفاقیہ تھا۔ ۱۹۱۵ء میں اس فریق کے ارکان کی مجموعی تعداد بیس لاکھ سے کچھ زائد تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تنظیم کی یہی ڈھیل وہ خاص وجہ ہے جس کے باعث یہ فریق اس ملک کے اندر مزدوروں کے تمام دوسرے اتحادوں کی بہ نسبت زیادہ سرسبز ہوا۔ اس قسم کی ڈھیل کا ایک اتفاقی مگر نہایت درجہ اہم نتیجہ یہ ہے کہ تمام معاشری طبقات اور تمام حرفی وسائل کے لوگ اس فریق سے تعلق رکھتے ہیں، علماء، مصنفین، فسانہ نگار، مصور، قانون پیشہ، معلمین، اطبا، پادری بلکہ مزدوروں کے آجر، یہ سب کارخانوں، دکانوں اور کھیتوں کے مزدوروں کی طرح اس فریق سے تعلق رکھتے ہیں۔

فریق مزدوری اشتراکیت اور اتحادات تجارتی کو ایک کڑی میں ملانے کا ایک دوسرا ذریعہ کارثابت نہیں ہوا۔ ۱۹۰۷ء تک یہ فریق اشتراکی اصولوں کو بالکلیہ قبول کرنے سے انکار کرتا رہا۔ اور

---

[1] اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مزدوری تنظیم لبرل یا استحفاظی تنظیم کی بہ نسبت زیادہ متحد ہے، پارلیمنٹ کے لبرل اور استحفاظی ارکان کسی نہج سے اپنی فریقانہ کانفرنس کے کسی کارروائی کے پابند نہیں ہیں۔

جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے اس فریق کی ابتدائی قوت زیادہ تر اسی حکمت عملی کی ممنون ہے۔ لیکن اس سنہ میں فریقانہ مؤتمر نے ایک قرار داد قبول کی۔ "پیداوار، تقسیم اور تبادلہ کے ذرائع اشتراکی کر دیئے جائیں، اور تمام قوم کے مفاد کے لئے وہ عمومی نگرانی میں رکھے جائیں، مزدور سرمایہ دار اور زمیندار کے تسلط سے کلیتہً آزاد کر دیئے جائیں اور دونوں جنسوں (یعنی مردوں اور عورتوں) میں معاشرتی و معاشی مساوات قائم کی جائے۔" یہ قرار داد ضرور ایک اشتراکی اعلان ہے مگر اس میں کسی قسم کی طبقاتی جنگ یا انقلاب کا کوئی اشارہ نہیں ہے اس کا عام اثر یہ ہوا کہ اس فریق کی قوت گھٹنے کے بجائے اور بڑھ گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ جے۔ رمیزے میکڈانلڈ، فلپ سنوڈن اور (اس فریق کے) پارلیمنٹی گروہ کے نصف سے زاید ارکان اشتراکیت پسند ہیں۔ ۱۹۰۰ء کی قرار داد کے قبول کئے جانے سے مزدوری فریق اور "آزاد مزدوری فریق" کے مابین زیادہ قریبی اتفاق قائم ہو گیا، اور اس کے بعد سے ویسٹ منسٹر میں مزدوری قوتیں معقول حد تک ایک فرد واحد کی طرح سے کام کرنے لگیں۔ ۱۹۰۵ء کے دوران میں مزدوری ارکان نے مدرسے کے لڑکوں کے طبی معائنہ، مدرسوں کے محتاج بچوں کے لئے لازماً کھانا مہیا کئے جانے، شدید المحن حرفتوں کے لئے مجالس اجرت کے تقرر، حکومتی معاہدات کی معقول اجرتوں کی دفعات میں زیادہ فیاضانہ شرائط، بیکاری کے بیمہ اور مزدوری دفاتر مبادلہ کے قیام پر زور دیا اور نیز اس امر کو پیش کیا کہ اجرائے محصول میں یہ مد نظر ہونا چاہیئے کہ تمام غیر اکتسابی اضافۂ دولت قوم کے نفع کے لئے حاصل کر لیا جائے اور "کثیر دولت کو شخصی ہاتھوں میں رہنے سے روکا جائے"۔ اس فریق نے وظائف معمرین اور مزدوروں کے لئے آٹھ گھنٹے کے قوانین کے وضع کرنے میں مدد دی، اور اصلاح محاصل درآمد و برآمد اور خاص کر اشیاء خوردنی پر محصول لگانے کی سخت مخالفت کی۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ دارالعوام کے ارکان

کو تنخواہیں دیجائیں اور رائے گیرندہ عہدہ داروں کے اخراجات سرکاری خزانہ پر ڈالے جائیں اور ایک مشہور قرار داد میں جو ۱۹۰۷ء میں پیش ہوی تھی اس نے یہ مطالبہ کیا کہ دارالامرا منسوخ کر دیا جائے کیونکہ وہ "قومی ترقی کے لئے ایک رکاوٹ ہے"۔[1]

جنوری اور دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات میں بعض نشستیں نکل گئیں، تاہم ۱۹۱۰ء سے آغاز جنگ تک دارالعوام کے اندر مزدوروں کے نمائندے بیالیس اور ینتالیس کے اندر اندر رہے جس میں نصف کے قریب خاص فریق مزدی کے ہم خیال تھے اور بقیہ آزاد فریق مزدی یا لبرل مزدی عنصر کے ساتھ تھے جو حرفی معاملات میں اپنی خاص حکمت عملی کی پیروی کرتے تھے مگر دوسرے اعتبارات سے لبرل فریق کا محض ایک جزو بنے ہوئے تھے ۱۹۱۰ء کے بعد مزدی گروہ کو اقتدار کی ایک ایسی حیثیت حاصل ہو گئی تھی جو اس کی تعدادی قوت سے بالکل ہی غیر تناسب تھی کیونکہ لبرل حکومت کی وہ عظیم الشان پارلیمنٹی کثرت زائل ہو گئی تھی جو اسے ۱۹۰۶ء میں حاصل ہوئی تھی، اور اب اس کا انحصار اپنے حلفا یعنی (آیرستانی) قوم پرست و مزدی ارکان کی تائید پر تھا۔ اس طرح جو فوائد حاصل ہوئے ان سے بالطبع حرفی و معاشرتی توضیع قوانین کی ترقی دینے کا کام لیا گیا۔ دارالامرا کے منسوخ کر دینے کی تجویز کی تائید کی گئی مگر فریق مزدی نے آخر الامر ایوانِ بالائی کی اصلاح کی حکومتی تجویز کی تائید کی جس کا انجام ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ پر ہوا۔ اسی طرح، قومی بیمہ کا قانون اور ارکان کو معاوضہ دینے کا قانون دونوں ۱۹۱۱ء میں مزدی ارکان کی مدد سے منظور ہوے۔ اور یہی مزدی ارکان ایک بڑی حد تک ۱۹۱۲ء کے "قانون اقل اجرت" اور ۱۹۱۳ء کے قانون اتحادات تجارتی کے بانی تھے۔ ۱۹۱۳ء میں اس فریق نے معاون و فلزات کو

---

[1] Labour Year Book. ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۲۳۔

ملک قومی بنالینے کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کیا۔

پس اس طرح قانون سازی پر مزدوی قوتوں کا اثر بہت معقول تھا، تاہم عمل پسند مزدوی سرگروہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایک غیر معمولی حالت ہے اور مرور ایام سے مزدوروں کو سیاسی قوت صرف دو طریقوں سے حاصل ہوگی یا تو وہ کسی مستقل تجویز کے تحت میں قدیم فریقوں کی صفوں میں شامل ہوکر اپنی رائے کو کام میں لائیں، یا ایک تیسرا فریق اتنی کافی قوت کا پیدا کریں جو اپنے حریفوں سے کم وبیش برابری کے ساتھ مقابلہ کرسکے۔ اس میں سے دوسری شق سے اگرچہ بالکل ناامیدی تو نہیں تھی مگر اس میں بڑے مشکلات نظر آتے تھے۔ جن عناصر سے ایک جلیل القدر متحد العمل مزدوی فریق بنایا جاسکتا ہے وہ اساساً ہم آہنگ نہیں تھے اور اس تصادم کا خاص سبب اصول اشتراکیت تھا۔ معلوم ہوتا تھا اگر اندرونی انشقاق کے میلانات پر غلبہ حاصل بھی کرلیا جائے تو بھی یہ امر واقعہ باقی رہ جائے گا کہ انگریزی قوم میں دو فریق تنظیم مستحکم طور پر قایم ہوگیا ہے اور کوئی تیسرا فریق کبھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ وہ اپنے ارکان کے "حکومت" اور "فریق مخالف" کی صفوں میں مسلسل جذب ہوتے جانے کی وجہ سے اپنی قوت کے زوال کو روک سکے۔[1]

---

[1] ۔ ۱۹۱۴ء کے بعد سے فریق مزدوی کے نشیب و فراز کے متعلق باب ہیژدہم دیکھنا چاہیئے۔ سلطنت متحدہ کے اندر مزدوروں کی سیاسی تنظیم کے متعلق عشرۂ سابق تک کے حالات کافی طور پر لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم باب ۳۲ میں بیان ہوے ہیں، اور زیادہ وسعت کے ساتھ کتب ذیل میں ہیں سی نوئل "فریق مزدوی کیا ہے اور کیا جانتا ہے" C: Noel, The Labour Party, What it is, and What it Wants. مطبوعہ لندن۔ اے۔ ڈبلیو۔ ہمفرے۔ "مزدوی نمائندگی کی تاریخ" A. W. Humphrey, History of Labour Representation

آئرلینڈ کے قوم پرست۔ آئرلینڈ کا مسئلہ ۱۹۰۵ء تک

جنگ سے قبل کے دور میں دوسرا چھوٹا فریق آیرستان کے قوم پرستوں کی تنظیم تھی، یہ تنظیم تمام دوسری تنظیموں سے اس اعتبار سے مختلف تھی کہ اس کا قیام و انتظام خالصۃً فرقہ وارانہ، نسلی و مذہبی بنیاد پر تھا۔ ادھر حال کے عشرات میں شدید ترین فریقانہ مناقشہ کا مرکز بھی آیرستانی مسئلہ رہا ہے۔ مزید برآں، بارھویں صدی سے جب سے انگریزوں نے آیرستان کو فتح کیا ہے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ آیرستان کا کوئی نہ کوئی معقول اہمیت کا مسئلہ پیش نہ رہا ہو۔ ۱۸۵۰ء تک اس مسئلہ کی تین خاص ہیئتیں پیش نظر تھیں۔ پہلی ہیئت مذہبی تھی۔ اسکاٹلینڈ اور انگلستان کے آبادکاروں کے اخلاف جو زیادہ تر صوبہ السٹر کے پانچ شمالی اور مشرقی اضلاع میں آباد تھے، وہ پروٹسٹنٹ (خواہ اسقفی خواہ پرسبیٹرین) تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ مضامین ذیل بھی دیکھنا چاہیے۔ ای۔ پوریٹ "برطانی اشتراکی مزدوی فریق" E. Porritt, "The British Socialist Labour Party." مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹری" ستمبر ۱۹۰۸ء "سنہ ۱۹۱۰ء میں برطانی مزدوی فریق" The British Labour Party in 1910 | ایضاً جون ۱۹۱۰ء۔ ایم۔ الفاسا "مزدوی فریق پارلیمنٹ انگلستان میں" M. Alfassa, Le parti ouvrier au parlement anglais جریدۂ اخبار علم سیاسیات Ann des Sci. Polit. ۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ ہارول "پارلیمنٹ میں مزدوی نمائندوں کو ادائی معاوضہ" H.W. Horwill, The Payment of Labou representatives in Parliament مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹری" جون ۱۹۱۰ء۔ جے۔ کے۔ ہارڈی "تحریک مزدوی" J. K. Hardie, "The Labour Movement." مطبوعہ "نائنٹینتھ سنچری" دسمبر ۱۹۰۶ء۔ ایم۔ ہیولٹ "آئندہ کا فریق مزدوی" مطبوعہ "فورٹنیٹلی ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ M. Hewlett, "The Labour Party of the Future,"

بقیہ آبادی (جو تقریباً چار خمس کے برابر تھی) وہ متحکم کیتھولک تھی لیکن پروٹسٹنٹ "کلیسائے انگلستان و آئرستان" تمام جزیرے کا سرکاری کلیسا تھا جس کی مالی کارفرمائی کے لئے تمام باشندوں کو روپیہ دینا پڑتا تھا۔ اس مسئلہ کی دوسری ہیئت زرعی تھی۔ فتوحات اور ضبطیوں کے طولانی سلسلہ نے تقریباً تمام اراضی ملک کو انگریز مالکوں کے قبضہ میں دیدیا تھا، اور اہل باشندگان ملک جو کسی وقت آزاد و خوش حال تھے، وہ فلاکت زدہ کسانوں کی سطح پر آگئے تھے اور بڑے بڑے علاقوں کے مستاجرین کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے چنانچہ طاقتور زمینداروں کے مقابلہ میں انھیں کچھ بھی حقوق حاصل نہ تھے۔ تیسری شکل سیاسی تھی، اور یہ مشکل اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ اٹھارھویں صدی میں اس جزیرے کو سواراج کے جو خفیف سے حقوق حاصل تھے وہ بھی زائل ہوگئے تھے، اور اب اس پر لندن سے بالکل ایک شاہی نوآبادی کی طرح حکومت ہوتی تھی۔

۱۸۶۹ء میں کلیسائے انگلستان و آئرستان کی منسوخی ملکہ ایک حدتک اس کے اوقاف کے اخراج کا ایک قانون منظور ہوگیا۔[1] اس طرح مذہبی شکایت ایک حدتک رفع کردی گئی۔ اور کاشتکاروں کی حالت میں تدریج وضع قوانین کے ذریعہ سے بہتری کی صورت پیدا ہوگئی جس کا آغاز ۱۸۷۰ء میں ہوا ۱۹۱۴ء تک لبرل اور کنسرویٹو دونوں اس میں معاونت کرتے رہے چنانچہ ۱۹۱۲ء میں یہ مسئلہ ایک بڑی حدتک طے ہوگیا[2] لیکن حکومت کا مسئلہ زیادہ حیران کن ثابت ہوا۔ جیساکہ بیان ہوچکا ہے، ۱۸۰۰ء تک آئرستان کی ایک جداگانہ

---

[1] ۔ ٹرنر، "آئرلینڈ و انگلستان" Turner. Ireland and England صفحات ۱۸۰ - ۱۸۷ -

[2] ۔ ایضاً صفحات ۱۸۸ - ۲۲۵ -

پارلیمنٹ تھی مگر اسی سال میں اس پارلیمنٹ کا خاتمہ ان قوانین کے ذریعہ
سے ہو گیا جو ایک ساتھ ایرستان اور برطانیہ کی پارلیمنٹوں میں منظور ہوئے
اور اس چھوٹے ملک کو سلطنت متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرستان کے نام سے
انگلستان، ویلز اور اسکاٹلینڈ کے ساتھ ملا دیا گیا۔ یہ نام نہاد ایرستانی
پارلیمنٹ درحقیقت انگریزوں اور انگریزوں کے ہمدردوں کی ایک جماعت تھی،
علاوہ ازیں اس قانون اتحاد کے لئے کثرت رائے بے دریغ رشوت
کے ذریعہ سے حاصل کی گئی تھی اور آئرستان کے لوگوں کو اس فیصلہ
پر اثر ڈالنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہ لوگ ابتدا ہی سے اس نئے انتظام
کے سخت مخالف تھے، اور انھوں نے اپنے تعرض کو ۱۸۰۳ء کی بغاوت
ایمیٹ اور آئندہ عشرات کے متواتر افسوسناک واقعات سے ثابت
کر دیا۔ ۱۸۲۹ء کے کیتھولکوں کے رفع قیود کے قانون سے کچھ اشک شوئی
ہو گئی جس کے بموجب کیتھولک پارلیمنٹ کی رکنیت اور بیشتر سرکاری
عہدوں کے تقرر کے اہل قرار دیئے گئے مگر اصولی شکایت پر اس کا
کچھ اثر نہیں پڑا۔ ڈینیل اوکانل کی سرگروہی میں جسے "قانون کے اندر
شورانگیزی" کے اصول پر اعتقاد تھا، ۱۸۴۲ء میں باامن "سواراج" کی ایک
تحریک اس غرض سے قائم کی گئی کہ قانون اتحاد کی کامل تنسیخ عمل میں
آئے۔ حکام نے ۱۸۴۳ء میں اس شورانگیزی کو دبا دیا، اس کے بعد متعدد
غدارانہ کوششیں کی گئیں مگر کامیابی کسی میں نہیں ہوئی ۱۸۵۸ء میں
ممالک متحدہ امریکہ کے آیرستانی پناہ گیروں نے ایک "فینین برادری"
کی تنظیم کی اور بہت جلد انگلستان و آئرستان دونوں ایک انقلابی
تحریک کی گرفت میں آ گئے جس کا مقصد اس سے کچھ کم نہ تھا کہ ہول و
تخویف کی حکمتِ عملی کے ذریعہ سے ایک خودمختار آئرستانی جمہوریہ
قائم کر دی جائے (فینین کا نام "فیانا ایرین" سے لیا گیا تھا جو ایک قدیم
قومی محافظ ملک فوج تھی) تیس برس تک فینین زیادتیاں کرتے رہے
(جس میں ۱۸۸۲ء میں باغ فی نکس واقع ڈبلن کے قتل خاص طور پر نمایاں تھے)

اور حکومت ان زیادتیوں کے فرو کرنے کے لیئے شدید قوانین منظور کرتی رہی۔ لیکن ان تمام کارروائیوں کا حاصل یہ ہوا کہ دونوں ملکوں کے درمیان غلط فہمیاں بڑھگئیں [1]۔

فینین طریقوں کو آیرستان کے ان کثیر التعداد اشخاص نے ناپسند کیا جو اوکانل کے مانند، باامن، قانونی ہیجان کے اصول پر اعتماد رکھتے تھے اور ۱۸۷۰ء میں ڈبلن میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں اسحاق بٹ ایک نوجوان قانون پیشہ شخص کی سرگروہی میں ایک انجمن حکومت خانگی اس غرض سے ترتیب دی گئی کہ آیرستانی معاملہ کو اس طریقہ پر چلائے جس سے اس معاملہ پر انگریزوں کے لحاظ مناسب کی بہتر توقع ہو۔ اس نئی انجمن کا مقصد ڈبلن کی کانگریس کی قراردادوں میں طے ہوا تھا، اور وہ یہ تھا کہ آیرستانی انتظامات کے لیئے خود اس کی اپنی پارلیمنٹ ہو اور ایک وفاقی انتظام کے تحت اس پارلیمنٹ کے لئے یہ حق حاصل کیا جائے کہ وہ آئرلینڈ کے اندرونی معاملات سے متعلق قوانین وضع کرے اور ان سے متعلق جملہ امور کا انتظام کرے، آئرلینڈ کے وسائل آمد و خرچ کو اپنے قبضہ میں رکھے "لیکن ساتھ ہی شہنشاہی اخراجات میں ہمارا جو صحیح تناسب ہو وہ بھی ادا کیا جائے"۔ بٹ نے اس امر پر زور دیا کہ "سواراجی قوموں کی بنیاد پر شہنشاہی کی ایک وفاقیہ قائم کی جائے اور یہ وہی روش تھی جسے انتقال اختیارات کے حامیوں نے بہت مدت کے بعد تجویز کی [2]۔ ڈبلن کے اس اصول کے مطابق اس انجمن نے (جس کا نام ۱۸۷۳ء میں "آیرستانی سواراج کی لیگ" رکھ دیا گیا تھا)

---

[1] - لیکن گلیڈسٹن کے قول پر بھی نظر رکھنا چاہیئے کہ "فینین سرگرمیوں نے انگریزوں میں توجہ و آمادگی کی کیفیت پیدا کر دی جس سے وہ اپنی روایتی عادات کے برعکس ایرستان کے اخلاقی مسائل کی وسیع اہمیت کو سمجھنے کے اہل ہو گئے"۔

[2] - دیکھو اوپر، باب ۱۱۔

درمیانی انتخابات میں متعدد فتوحات حاصل کیں، اور ۱۸۷۴ء کے انتخابات عام کے موقع پر اس کے ساٹھ ارکان منتخب ہو گئے۔ پارلیمنٹ میں بٹ اور اس کے رفقا کی تقریروں کو جس بے پروائی سے سنا گیا اس کی وجہ سے اس لیگ نے پہلے سے زیادہ استیصالی انداز اختیار کیا۔ بٹ کے خیالات میں جیسی سلامت روی تھی ویسی قابلیت سرگروہی اس میں نہ تھی اور اسی ۱۸۸۰ء میں اس کے بجائے عملاً وہ شخص سرگروہ بن گیا تھا جو اپنے وقت کا ایک نہایت ہی ممتاز فصیح البیان اور ماہر رموز پارلیمنٹ تھا، یہ شخص چارلس اسٹوئرٹ پارنل تھا، اگرچہ اس کی عمر ابھی پورے تیس برس کی بھی نہیں تھی اور وہ خود ایک پروٹسٹنٹ اور زمیندار تھا تاہم اس نے ایک بے ترتیب گروہ کو بہت سرعت کے ساتھ ایک مربوط اور جارحانہ فریق بنا دیا۔ مائکل ڈے وٹ کے فتنہ انگیز ارضی لیگ کے محالفہ سے مستحکم ہو کر اور مزاحمانہ و شاطرانہ طریقوں کے استعمال سے دارالعوام کے سر پر گرز آہنی تان کر، اس نئے سرگروہ نے، آئرستان کے مسئلہ کو سیاسی تماشہ گاہ کے عین مرکز پر پہنچا دیا۔

بظاہر اس تحریک کی کامیابی انگلستان کے دو بڑے فریقوں میں سے کسی ایک نہ ایک کی تائید پر مشروط تھی۔ ایک زمانے تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس پشت پناہی کی تمنا تھی وہ استحفاظیوں کی جانب سے حاصل ہو گی خاص کر جب کہ ۱۸۸۵ء میں سالسبری نے ایک ایسے شخص کو آئرستان کا نائب السلطنت بنایا جو وفاقی خیال کا ایک سربرآوردہ حامی تھا، سالِ مذکور کے انتخابات میں اگرچہ قوم پرستوں نے خود اپنی مہم کو ترک نہیں کیا مگر استحفاظی امیدواروں کی کامیابی کے لیے علانیہ کام کیا، گر درحقیقت اس معاملہ کے متعلق استحفاظیوں کی رائے میں کوئی حقیقی فریق نہیں ہوا تھا، اور اس بات کے معلوم ہو جانے سے یہ محالفہ بہت جلد شکست ہو گیا اور سالسبری کی وزارت کو جو اکثریت حاصل تھی وہ اب نہیں رہی اب یہ واضح ہوا کہ بہت دنوں کے

رہنے کے بعد مسٹر گلیڈ اسٹن آخرالامر آئرستان کا جانب دار ہو گیا ہے
درحقیقت، جنوری ۱۸۸۶ء میں وزیراعظم ہونے کے بعد، اس بڑے
مرد میدان نے (جیسا کہ دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے) ایک مسودہ قانون
اس غرض سے پیش کیا کہ ڈبلن میں ایک جداگانہ پارلیمنٹ قائم کیجائے
اور وسٹ منسٹر کے دارالعوام سے آئرلینڈ کی نمائندگی مطلقاً خارج کر دی
جائے۔[۱] بہت سے آزاد خیال ارکان نے اس تجویز کی تائید کرنے
سے انکار کر دیا اور یہ تجویز ایوانِ زیریں میں بھی منظور نہ ہو سکی۔
مزید براں جیسا کہ ظاہر ہو چکا ہے، اس مسودہ قانون نے آزاد خیالوں
کی صفوں میں ہمیشہ کے لئے تفرقہ ڈال دیا۔ اس فریق کے حصۂ غالب
نے جو گلیڈ اسٹن کی سرگروہی میں رہا اب آئرستانی حکومت خود اختیاری
کو اپنے اہم عقاید میں سے ایک عقیدہ بنا لیا، اور جب ۱۸۹۳ء میں گلیڈ اسٹن
کی آخری وزارت نے اس مسئلہ پر ایک دوسرا مسودہ قانون پیش کیا
تو اس کوشش میں صرف اس درجہ ناکامی ہوئی کہ دارالامرا کی اتحادی
کثرت نے اس کے خلاف رائے دی۔ عشرہ آئندہ (۱۸۹۵-۱۹۰۵) کی
اتحادی حکمرانی کے دور میں یہ مسئلہ طاق نسیان میں پڑا رہا۔ آئرستان
کے متعلق بہت سے عمدہ قوانین منظور ہوئے مگر یہ فریق خود اختیاری کی
مخالفت میں ثابت قدم رہا۔ اس مسئلہ پر کسی قسم کا اختلاف بیکار
سمجھ لیا گیا۔[۲]

[۱]۔ ملاحظہ ہو باب ۱۴۔
[۲]۔ آئرلینڈ کے مسئلہ پر کتب و رسائل وغیرہ کی تعداد نہایت کثیر ہے اور ان
حواشی میں صرف مفید کتب و مضامین کا ذکر ہو سکتا ہے سوا راج کی تحریک کا
جو خاکہ یہاں دیا گیا ہے اس سے زیادہ وسیع خاکہ مے د ہالینڈ کی کتاب "انگلستان
کی دستوری تاریخ" May and Holland. Constitutional History of England.
جلد سوم باب سوم میں ملے گا۔ آئرستان کی تاریخ کا بہترین مختصر تبصرہ پی۔ ڈبلیو

مسئلہ بالا کا تجزیہ۔ آئرلینڈ کی حکومت	جب لبرلوں کو دوبارہ اقتدار حاصل ہوا تو یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ جلد یا بدیر ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء کی کوششوں کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جوائس کی کتاب ہے "آئرلینڈ کی مختصر تاریخ نہایت قدیمی عہد سے ۱۹۰۸ء تک"
P. W. Joyce, Concise History of Ireland from the Earliest Times to 1908 طبع ہفتم، ڈبلن ۱۹۱۴ء۔ اٹھارھویں صدی کے آئرستانی معاملات کا بہترین بیان ڈبلیو۔ ای۔ ایچ۔ لیکی کی کتاب ذیل میں ہے:۔ "اٹھارھویں صدی کی انگلستان کی تاریخ"
W. E. H. Lecky, History of England in the Fighteenth Century مطبوعہ نیویارک ۹۰-۱۸۷۸ء جلد ہفتم و ہشتم۔ حال کی تاریخ کا عمدہ خلاصہ ای۔ بارکر کی کتاب میں ہے:۔ "آئرلینڈ گزشتہ پچاس برس میں"
F. Barker, Ireland in the Last fifty years مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۷ء پارنل کی بہترین تاریخ۔ آر بی۔ اوبرین کی لکھی ہوئی ہے سوانح چارلس اسٹوارٹ پارنل R. B. O'Brien.
Life of the Charles Stewart Parnell. ۲ جلد مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۸ء۔ قوم پرست فریق کی مستند تاریخ ایف۔ ایچ۔ اوڈانل کی لکھی ہوئی ہے:۔ "آئرلینڈ کی پارلیمنٹی فریق کی تاریخ"
F. H. O'Donnell History of the Irish Parliamentry Party
۲ جلد مطبوعہ لندن، ۱۹۱۰ء۔ ماہرین مضمون کے مطالعات کا ایک عمدہ مجموعہ آر۔ بی۔ اوبرین کی مرتب کردہ کتاب ہے:۔ "آئرلینڈ کی تاریخ کی دو صدیاں ۱۶۹۱ - ۱۸۷۰"
R. B. O'Brien, Two centuries & Irish History 1691-1870 طبع دوم مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء۔ برطانی اقتدار کے تعلق سے آئرلینڈ کی تاریخ اور آئرستان کے ذہنی و سیاسی حیثیت کے جملہ مسائل کے بہترین منصفانہ تبصرے کتب ذیل میں ہیں:۔ ایل۔ پول ڈیو بوا "ہمعصر آئرلینڈ اور آئرلینڈ کا مسئلہ"
L. Paul-Dubois, Irelande contemporaine et la question Irelandaise مطبوعہ پیرس ۱۹۰۷ء۔ اس کا ترجمہ ٹی۔ ایم کٹل نے "ہمعصر آئرلینڈ"
M, Kettle, contemporary Ireland E. R Turner

تجدید کریں گے۔ چند برس تک ان کا ایسا نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس فریق سرگروہ اپنے فریق کی حیثیت کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے اور دارالعوام میں انھیں اتنی وسیع کثرت حاصل تھی کہ قوم پرستوں کی مدد سے ان کا فریق بے نیاز ہوگیا تھا، اور برسر اقتدار ہونے کے وقت انھوں نے غیر رسمی وعدے کرلئے تھے کہ ۱۹۰۶ء کی منتخب شدہ پارلیمنٹ میں آئرلینڈ کی حکومتِ خود اختیاری کا مسئلہ نہیں پیش ہوگا[۱]۔ لیکن بمرورایام یہ حالت بالکلیہ بدل گئی۔ ۱۹۱۰ء کے پارلیمنٹی انتخابات نے ایسکوئتھ کی وزارت کو وسیع کثرت سے محروم کردیا، اور اسے قوم پرست و مزدوی گروہوں کی رائے کا محتاج بنادیا۔ مزدیوں کی طرح قوم پرست بھی اپنی اس نئی اہمیت کو اچھی سمجھتے تھے اور انھوں نے لبرل سرگروہوں پر یہ اثر ڈالنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا کہ وہ صرف اس شکل میں حکومت کی تائید کرینگے کہ انھیں حکومتِ خود اختیاری دیجائے[۲]۔ مزید براں، پہلے اگرچہ یہ یقینی تھا کہ اس تجویز کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے نام سے کیا ہے، مطبوعہ لندن ۱۹۰۱ء۔ دوسری کتاب ای۔ آر ٹرنر کی "آئرلینڈ و انگلستان" مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء Ireland and England.

[۱]۔ قانون مجلس آئرستانی جو ۱۹۰۷ء میں پیش ہوا تھا اس میں یہ تجویز کی گئی کہ آئرستان کی خاص خاص آٹھ مجلسیں ایک مرکزی نمائندہ کونسل کی نگرانی میں دیدیجائیں۔ اس کونسل میں ۲۴ ارکان (پہلی مرتبہ کے بعد) نائب السلطنت کی طرف سے مقرر ہوں اور ۸۲ ارکان مقامی حکومت کے رائے دہندوں کے ذریعہ سے منتخب کئے جائیں۔ اس کا مقصد محض انتقال اختیارات انتظامی تھا اور اسے قانون سازی کا مطلق کوئی اختیار نہیں تھا۔ آئرستان کے خیالات اس کے موافق نہ تھے اور یہ مسودہ قانون پہلی خواندگی کے بعد ساقط کردیا گیا۔

[۲]۔ ایک امریکی مجمع کے سامنے ایک تقریر میں قوم پرستوں کے سرگروہ جان ریڈمنڈ نے بالاعلان یہ کہا کہ "مجھے یہ یقین ہے کہ آزاد خیال صدقِ دل سے حکومتِ خود اختیاری کے دوست ہیں مگر وہ صدقِ دل سے ویسے ہوں یا نہ ہوں، قوت ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہم انھیں اسی خط پر چلنے کے لئے مجبور کردینگے"۔

دارالامرا میں شکست ہو جائے گی مگر اب ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ نے ایک راستہ کھول دیا کہ انتخابی مخالفت سے بے پرواہ ہو کر اسے قانون بنایا جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو وزیر اعظم نے آئرستانی سوراج کا ایک وسیع مسودہ قانون پیش کیا۔ یہ اپنے قسم کی تیسری جلیل القدر کارروائی تھی جس کی اس فریق نے تحریک کی تھی۔

اس تجویز کی نوعیت اور اس کے حشر پر غور کرنے کے قبل یہ مناسب ہو گا کہ اس تجویز کے واضعین نے جس قسم کا حکومتی نظام قائم کرنا چاہا تھا اسے ذرا زیادہ قریب سے دیکھا جائے اور اس تاریخی اختلاف آرا میں فریقوں نے جو دلائل خاص طور پر استعمال کیے ان کا خلاصہ کیا جائے۔ آئرلینڈ کا برائے نام سرکردہ حکومت ایک عہدہ دار ہوتا ہے جسے نائب السلطنت کہتے ہیں جو کناڈا یا آسٹریلیا کے گورنر جنرل کی طرح بادشاہ کا راست نمائندہ سمجھا جاتا ہے مگر برطانیہ عظمی میں کابینی نظم کی ترقی کے ساتھ خود بادشاہ کی طرح یہ عہدہ دار بھی ایک اعزاز بے شغل کی حالت میں آگیا اور معاملات کی نگرانی ایک وزیر کے ہاتھ میں چلی گئی جس کا رتبہ رسماً اس سے پست سمجھا جاتا ہے یعنی آئرلینڈ کا معتمد اعلیٰ۔ نائب السلطنت نیم شاہی انداز سے قصر ڈبلن میں رہتا ہے مگر اب اس سے صرف ایک منفعت ہے وہ یہ کہ برطانی اقتدار کی ایک علامت ہے۔ "اعلیٰ درجہ کے چار چار گھوڑوں کی نصف درجن وکٹوریا گاڑیاں، سواران جلو، چاؤشان زریں کمر، انگریزی فوجی باجوں کا شور 'خدا بادشاہ کو سلامت رکھے'۔ بس یہی نائب السلطنت ہے۔"[۱] حکومت کا صحیح مرکز معتمد اعلیٰ تھا، وہ سلطنت برطانیہ کی وزارت

---

[۱] بی ولیمز (مدیر) "مسائل حکومت خود اختیاری" Williams. Home Rule Problem. صفحہ ۳۷۔

کا ایک رکن تھا اور اس کا تقرر اسی طرح سے ہوتا تھا، جس طرح دوسرے وزرا کا تقرر ہوتا ہے وہ کابینہ کا رکن بھی بالضرور ہوتا تھا[1] اور ایک بڑی حد تک اس جماعت کی آئرستانی حکمت عملی کی رہبری وہی کرتا تھا۔ سال کے نو مہینے وہ لندن میں بسر کرتا تھا اور تین مہینے ڈبلن میں رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس چھوٹے جزیرے کے عاملانہ وانتظامی کام کی تمام شاخیں اسی کی تفویض میں ہوتی تھیں۔ ڈبلن کی وہ حکومت جس کا گویا سپہ دار اعظم یہ معتمد اعلیٰ ہوتا تھا، وہ ۱۹۱۴ء میں سات خاص محکموں پر مشتمل تھی مثلاً زراعت و فنی تعلیم مقامی حکومت، تعلیمات وغیرہ، اور اس کی تنظیم ایسی شرح و بسط سے کی گئی تھی کہ اس میں ۴۵ سے کم ذیلی مجلسیں نہ تھیں اور ان کے سوا کم و بیش دوسری ممیز شقیں بھی تھیں۔ عملاً تمام تقررات نائب السلطنت کے نام سے معتمد اعلیٰ کیا کرتا تھا جس میں پولیس اور اضلاعی و اعلیٰ عدالتوں کے جج بھی شامل تھے۔ معتمد اعلیٰ کو خزانہ کے وسیع اقتدارات بھی حاصل تھے اور گرفتاری و قید کا تقریباً غیر محدود اختیار حاصل تھا۔

حکومت کی عاملانہ شاخ اگرچہ انگلستان کے عاملانہ ملازمین سے اس طرح جدا تھی مگر وہ زیادہ تر انگریزوں ہی کے قبضے میں تھی۔ البتہ انیسویں صدی کے اختتام کے قریب بعض محکموں میں اہل آئرلینڈ کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ علاوہ ازیں، معتمد اعلیٰ اور اس کے ماتحت کسی آئرلینڈی پارلیمنٹ یا کسی منتظم آئرلینڈی ذی اقتدار کے روبرو ذمہ دار نہ تھے۔ وہ صرف وسٹ منسٹر کی عام پارلیمنٹ کے روبرو ذمہ دار تھے۔ آخری امر یہ ہے کہ ملک کے لئے قانون سازی بھی اسی عام پارلیمنٹ کے ذریعہ سے عمل میں آتی تھی، خواہ یہ قوانین سلطنت متحدہ

[1] بشرطیکہ نائب السلطنت کابینہ کا رکن نہ ہو؛ سابق اکثر یہی ہوتا تھا مگر اب ایسا نہیں ہوتا۔

کے لیے عام ہوں یا ایسی کارروائیاں ہوں جو صرف آئرلینڈ پر عائد ہوتی ہوں ۔ پس قوانین ایک ایسی جماعت کے ذریعہ سے وضع ہوتے تھے جس میں زیادہ تر انگریز' اہلِ ویلز اور اہلِ اسکاٹلینڈ شامل تھے ۔ تاہم یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس جماعت میں آیرستان کی نہ صرف نمائندگی ہوتی تھی بلکہ وسط صدی کے ترک وطن کے دورِ عظیم کے بعد سے' یہ نمائندگی نسبتۃً بہت زیادہ تھی' اور اس لیے آئرلینڈ کو انگلستان' ویلز اور اسکاٹلینڈ سے متعلق قوانین کے بنانے میں شرکت اور غیر متناسب شرکت حاصل تھی۔[1]

فی الجملہ' یہ نظم نہ اتنا برا تھا جتنا عام طور پر اہلِ آئرلینڈ ظاہر کرتے تھے' اور نہ ایسا تھا جیسا انگریز عادتاً خیال کرتے تھے ۔ عہدوں کے اہلِ ملک کے لیے کھل جانے' قابلیت کے اصول کے رائج ہو جانے اور ۱۸۹۸ء کے قانونِ مجالس صوبہ جات کے ذریعہ سے مقامی حکومت میں عمومیت پیدا ہو جانے کے بعد فی الحقیقت یہ نظم بذاتہ مطلق برا نہیں رہا تھا۔[2] اس میں صرف بعض جزوی تغیرات کی ضرورت تھی جنھیں جزرسی و خوبی کار کے ساتھ کر سکتے تھے ۔ پھر بھی' یہ آیرستانی حکومت نہیں تھی ۔ یہ ایسی حکومت بھی نہیں تھی جو اہلِ آئرلینڈ کی رائے کے سامنے براہِ راست ذمہ دار ہو ۔ پس یہ توقع غالباً بے سود تھی کہ اس سے آئرلینڈی قوم کے کسی معقول حصہ کے سیاسی خیالات اور ان کی خواہشیں مطمئن ہو جائیں گے ۔

---

[1] ملاحظہ ہو باب ۸ ۔

[2] مقامی حکومت کی اصلاح کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیے ۔ ولیمز "مسائل حکومتِ خود اختیاری" Williams, Heme Rule Problem باب پنجم ۔ جے کلینسی' "آئرلینڈ میں حکومتِ مقامی" J. Clancy, Local Government in Ireland مطبوعۂ ڈبلن' ۱۸۹۹ء ۔

حکومتِ خود اختیاری کے موافق دلائل

وسعت گنجائش کے اعتبار سے اتنا ہی ممکن ہے کہ ہمیں ان دلائل کا خلاصہ معلوم ہو جائے جو سوا راج کے کشمکش میں ۱۹۱۴ء تک دونوں جانب سے پیش ہوتے رہے ہیں، لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ کوئی ایک شخص یا ایک گروہ ان تمام دلائل پر جو کسی جانب سے پیش ہوتے ہوں یکساں قوت کے ساتھ زور نہیں دیگا، نہ لازماً ان سب کی تائید کرے گا۔ باہمی تنفر وجوش کی وجہ سے جو زود کارانہ وغیرہ ذمہ دارانہ الزامات لگائے جاتے ہیں انھیں نظر انداز کرکے، حکومتِ خود اختیاری کی حمایت وجوہِ ذیل پر کی گئی ہے:- (۱) ۱۸۰۰ء کا قانونِ اتحاد اہلِ آئرلینڈ کو ۱۷۹۸ء کی بغاوت کی سزا دینے کے لئے منظور ہوا تھا، یہ ایک جنگی کارروائی تھی، جو اہلِ ملک پر ایک غیر نیابتی روش کی پارلیمنٹ کے ذریعہ سے عاید کردی گئی اس لئے اس میں اخلاقی صحت وجواز کی ہمیشہ کمی رہی (۲) اہلِ آئرلینڈ نے حتماً وقطعاً یہ ظاہر کردیا ہے کہ وہ سوا راج کے خواہاں ہیں ۱۸۸۵ء کے بعد سے (جب کہ عامتہ الناس کو سب سے پہلے پارلیمنٹی رائے دہی کے حقوق عطا ہوئے) ۱۹۱۴ء تک جن ایک سو ایک حلقوں میں عمومی رائے سے ارکان کا انتخاب ہوا ہے ان میں سے اسّی حلقے دارالعوام میں برابر قوم پرست (یعنی حامی حکومتِ خود اختیاری) نمایندے بھیجتے رہے ہیں۔ صرف السٹر میں پر زور مخالفت ہوئی ہے اور وہاں بھی یہ مخالفین قلیل التعداد ہی رہے ہیں۔[۱]

(۳) حکومتِ خود اختیاری سلطنت برطانیہ کا شیرازہ بکھیر دینے کے بجائے اس کے روابط کے تقویت کا باعث ہوگی۔ اہلِ آئرلینڈ کو خود مختاری کی تمنا نہیں ہے، وہ صرف اس قسم کی ملکی پارلیمنٹ چاہتے ہیں جیسی سلطنت برطانیہ کے اٹھائیس مختلف حصص میں بھی موجود ہیں، اس مطالبہ میں انھیں حکومتِ خود اختیاری رکھنے والی نوآبادیاں اور بالعموم ماورائے بحر کی

---

[۱] ملاحظہ ہو باب ہذا، اختتام۔

انگریزی بولنے دنیا کی اخلاقی تائید حاصل ہے، (۴) موجودہ نظم کثیر الصرف اور مسرفانہ، آئرستان میں نظم و نسق کا جو خرچ فی کس پڑتا تھا وہ سلطنت متحدہ کے دیگر حصص کے مقابلہ میں معقول حد تک زائد تھا، اور اس سے ایک مفلس ملک سے بہت بڑی رقم نکلی چلی جا رہی تھی۔ (۵) یہ موجودہ نظم ذمہ دار کابینی حکومت نہیں تھا، جو برطانی دستور کی شان ہے بلکہ اس میں محض عمیلوں کے ذریعہ سے حکمرانی کی جاتی تھی جن پر آئرلینڈ کی رائے کا کوئی قطعی اثر نہیں تھا، یعنی وسٹ منسٹر میں ایک پارلیمنٹ تھی جس کی زیادہ اہم شاخ میں آئرلینڈ کے نمائندے پانچ میں ایک سے بھی کم تھے ایک جماعت عاملانہ و انتظامی ملازموں کی تھی ور اصل غیر ملکی حکمراں طبقہ پر مشتمل تھی۔ (۶)، موجودہ طریق حکومت کے تحت ہی جداگانہ قانون سازی کی ایک کثیر مقدار کی ضرورت رہتی ہے، اور یہ بہتر ہوگا کہ قانون سازی کا وہ تمام کام جو خالصتہً آئرلینڈ ہی معاملات سے تعلق رکھتا ہو، وہ ایک مقامی پارلیمنٹ کے قبضے میں ہو، جو آئرلینڈ کے واقف حال اشخاص سے مرکب ہو (۷) وسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ پر کاموں کا ناقابل برداشت بار پڑ رہا ہے اور کسی نہ کسی طرح کے انتقال اختیارات سے اس کے بوجھ کو ہلکا کرنا ضروری ہوتا جا رہا ہے، اور آئرلینڈ کے لئے ایک جداگانہ پارلیمنٹ کے قیام سے اس کا آغاز ہو جائیگا۔ صرف اسی قسم کی پارلیمنٹ میں آئرلینڈ کے ان مسائل پر جو مدت سے نذر تغافل ہو رہے ہیں (مثلاً تعلیمات، انتظام سکونت، امداد غربا، ریلوے وغیرہ پر) مناسب توجہ ہو سکے گی۔ (۸) مقامی حکومت کے حدود میں (جہاں ۱۸۹۸ء میں اقتدار زمینداروں کے ہاتھوں سے نکال کر عامۃ الناس کو دیدیا گیا ہے) نتائج بہت اچھے نکلے ہیں اور اہل آئرلینڈ نے اپنی تشریعی و انتظامی قابلیت کو اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ (۹) آئرستان کی آبادی کا کثیر حصہ اس وقت تک نہ تو شورانگیزی سے باز رہے گا اور نہ سچا

وفادار بنے گا جب تک کہ اسے حکومتِ خود اختیاری نہ مل جائے گی۔ اس کا دوسرا بدل صرف تہدید ہے اور اس طرزِ عمل سے جو ناپسندیدہ نتائج نکلتے ہیں وہ اس کے تبع میں ہیں۔

اسی طرح مختصراً، حکومتِ خود اختیاری کے مخالفوں کے خاص خاص دلائل حسب ذیل ہیں:۔ (۱) آئرستان میں حکومت خود اختیاری کا مسئلہ ہرگز اس وقت تک ہر دلعزیز نہیں ہوا جب تک کہ اسے زرعی شورانگیزی کے ساتھ مخلوط نہ کر دیا گیا۔ اور اس وقت بھی یہ ہر دلعزیز صرف اس وجہ سے ہوا کہ لوگوں کو یہ یقین دلا دیا گیا کہ جب تک حکومت خود اختیاری نہ حاصل ہو گی انھیں زمین نہیں ملسکتی۔ زمین کے مسئلہ کے عملاً طے ہو جانے کے بعد، فی نفسہ حکومتِ خود اختیاری کے لئے جوش بہت ہی کم باقی رہا جیساکہ اس امر واقعہ سے ظاہر ہے کہ قوم پرست فریق کو امریکہ میں رہنے والے اہل آئرلینڈ کے چندوں سے زیادہ تر بڑی مدد ملتی رہی۔ یہ تحریک جوش دلانے والے شورشیوں کی وجہ سے قائم ہے اور ان مدبّروں کی وجہ سے جنھیں یہ امید ہے کہ قانونِ حکومتِ خود اختیاری کے منظور ہو جانے کے بعد وہ ملک پر حکومت کرینگے۔ (۲) قومیت کا قرین عقل مقصود خود مختاری ہے اور جب کہ قوم پرست سرگروہ اس سے انکار کرتے ہیں کہ وہ تفریق چاہتے ہوں، تو قانونِ حکومت خود اختیاری اسی تفریق کی جانب ایک قدم ہے اور اس لئے سلطنت برطانیہ کے انتشار کا آغاز سمجھا جائے گا۔ (۳) آئرلینڈ اور مستعمرات میں صحیح مشابہت نہیں ہے۔ آخر الذکر کو جداگانہ حکومتی نظم جغرافی وجوہ سے دیا گیا تھا جو آئرلینڈ پر عاید نہیں ہوتے۔ ان کی نمائندگی شہنشاہی پارلیمنٹ میں نہیں ہوتی، حالانکہ آئرلینڈ کی نمائندگی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں، وہ اپنے مالیات اور اپنے نظمِ مدافعت میں اس ناقابلِ انفکاک طور پر مربوط نہیں ہیں جس طرح آئرستان مربوط ہے، (۴) اگر آئرلینڈ خود اپنے پر حکمرانی نہیں کرتا تو ویلز، اسکاٹلینڈ اور انگلستان

بھی تو خود اپنے پر حکمرانی نہیں کرتے۔ ویسٹ منسٹر کی آئرلینڈی رایوں کی مدد سے ان اقطاع ملک میں کسی قطعہ پر بھی قابل اعتراض قوانین عائد کیٔے جاسکتے ہیں۔ (۵) آئرلینڈ کے کسانوں کی معاشی اصلاح بہت کچھ موجودہ نظم ہی کے تحت عمل ہوی ہے خاص کر اس طرح پر کہ کاشتکاروں کے لئے خریداری زمین کے واسطے بہت بڑی رقمیں منظور ہوئی تھیں اور انھیں کم شرح سود پر طویل مدتوں کے لئے قرضے دیئے گئے تھے' آئرلینڈ کا نظم ونسق اگر نامناسب حد تک کثیر الصرف معلوم ہوتا ہے تو اس وجہ سے کہ شہنشاہی پارلیمنٹ نے آئرستان کی معاشی حالتوں کو ترقی دینے پر بہت توجہ کی ہے۔ (۶) یہ مسئلہ کبھی بھی (کم از کم ۱۸۹۲ء کے بعد سے) سلطنت متحدہ کے لوگوں کے سامنے کسی عام موقع پر صاف صاف پیش نہیں کیا گیا' اور یہ فرض کرلینے کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ کثرت تعداد کو اس مجوزہ قانون سے ہمدردی ہے۔ (۷) حامیانِ حکومتِ خود اختیاری کے لئے یہ ہمیشہ ناممکن رہا ہے کہ وہ کوئی ایسی تجویز قرار دیں جس پر کسی نہ کسی جانب سے شدید مسلمہ اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ (۸) ایک ناقابلِ حل مشکل خود آئرلینڈ کے اندر تفریق احساس سے پیدا ہوتی ہے' یہ مشکل نہ صرف کاروباری اور پیشہ ور لوگوں کی کثیر تعداد کی مخالفت سے پیدا ہوتی ہے بلکہ خاص کر شمال ومشرق السٹر کی وسیع پروٹسٹنٹ' اتحاد پسند اور حرفی عنصر کی عملی مخالفت سے رونما ہوتی ہے' اس عنصر کو یقین ہے کہ کیسے ہی تحفظات کیوں نہ قائم کیٔے جائیں' اسے ایسی پارلیمنٹ کی اقتصادی و مذہبی تفریق سے برابر نقصان پہنچتا رہے گا جس میں کیتھولکی وزرعی عنصر کا غلبہ کثیر ہو۔ (۹) گزشتہ زمانہ کی بڑی بڑی بحری جنگوں میں دشمنوں نے ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ آئرلینڈ ایک ایسا قائدۃ الجیش مہیا کرتا ہے جہاں سے انگلستان پر بغلی حملہ ہوسکتا ہے۔ جب آئرلینڈ خود مختار ہوگا یا اسے اپنے معاملات پر ایسا اقتدار حاصل ہوگا جیسا حکومتِ خود اختیاری میں مقصود ہے تو برطانیہ کی بحری مدافعت کے مشکلات ومصارف بے انتہا بڑھ جائینگے۔ جنگی اغراض کے لئے جزائر برطانیہ ایک ناقابلِ تقسیم مجموعہ ہے' اور جب تک

کہ بین الاقوامی رقابتیں اور جنگیں قائم ہیں اس وقت تک دستوری تعلقات کی کوئی ترتیب جدید ایسی نہیں ہو سکتی جس کا آغاز اسی اصولی واقعہ سے نہ ہوتا ہو۔ لہ

لہ۔ حکومتِ خود اختیاری کے موافق دلائل پُر زور و موثر طور پر کتب ذیل میں بیان ہوئے ہیں:۔ جے۔ میک کارتھی "حکومتِ خود اختیاری کا مسئلہ"
J. Mc Carthy, The Case for Home Rule ۱۸۸۷ء
ایس گوین، "حکومتِ خود اختیاری کا مسئلہ" S. Gwynn. The Case for Home Rule
مطبوعہ ڈبلن ۱۹۱۱ء۔ بی۔ ولیمز، (مدیر) "مسائل حکومتِ خود اختیاری" مطبوعہ
لندن ۱۹۱۱ء۔ B. Williams, Home Rule Problems
ایس۔ جی۔ ہابسن، "آئرلینڈ کی حکومتِ خود اختیاری" S. G. Hobson,
Irish Home Rule مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ حال کے بیانات جو
ادبی حیثیت سے نہایت دلفریب ہیں، اگر معاملات کی ناقدانہ بحث کے بجائے
زیادہ تر آئرستانی قوم کے جوش سے مملو ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:۔ اے۔ ایس گرین
"آئرلینڈ کی قومیت" A S. Green, Irish Nationality
مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ ایف۔ ہیکٹ، "آئرلینڈ" "قومیت کا مطالعہ"
F. Hackett, Ireland Study in Nationalism.
مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۸ء۔ "حکومتِ خود اختیاری کے خلاف مستند و عالمانہ دلائل"
کتب ذیل میں ملیں گے۔ اے۔ وی۔ ڈایسی، "حکومت خود اختیاری کے خلاف انگلستان
کا مسئلہ" A. V. Dicey, England's Case agaiust Home Rule.
مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء۔ "اندھیرے میں زقند" A. Leap in the Dark.
مطبوعہ لندن ۱۸۹۳ء، طبع جدید ۱۹۱۱ء۔ مخالفت کے عام دلائل کتب ذیل میں
ملیں گے:۔ پی۔ کرسمائلی "حکومتِ خود اختیاری کا خطرہ" P. Kerr-Smiley.
The Peril of Home Rule مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ ایس، روزنباؤم
(مدیر) "حکومتِ خود اختیاری کے خلاف اتحاد کا مسئلہ" S, Rosenbaum
Agal st Home Rule: the Case for the Uuion. مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء

۱۹۱۲ء کا قانون حکومت خود اختیاری

جس طرح ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء کے ناکام مسودات قانون میں انتظام کیا گیا، ویسا ہی اب مسٹر اسکوئتھ کے پیش کردہ قانونِ سوا راج کے بموجب آئرلینڈ کی ایک پارلیمنٹ ہوتی جس کے دو ایوان ہوتے، اس کا اجلاس سال میں کم از کم ایک مرتبہ ہوتا، اور خالص آئرلینڈی معاملات سے متعلق جتنے قوانین ہوتے سب اسی میں وضع ہوتے اور یہی پارلیمنٹ آئرلینڈ کے نظم ونسق پر عام نگرانی رکھتی۔ دارالعوام میں ۱۶۴ ارکان ہوتے جو زیادہ سے زیادہ پانچ برس کے لئے اس طریق پر منتخب کئے جاتے جس طریق پر تمام سلطنت متحدہ میں ایوانِ زیریں کے ارکان منتخب ہوتے ہیں البتہ تین برس کے بعد آئرستان کی پارلیمنٹ حق رائے دہی اور طریق انتخاب کو بدل سکتی اور حلقوں کی تقسیم از سر نو کر سکتی مگر مجموعی تعداد میں تغیر نہیں کر سکتی۔ ایوانِ بالائی یا سینا ت چالیس ارکان پر مشتمل ہوتا جن کی میعاد آٹھ برس کی ہوتی۔ ابتدائی خیال یہ تھا کہ آئرلینڈ کی پریوی کونسل کی جماعت عاملہ کی صلاح سے نائب السلطنت سیناٹیوں کا تقرر کرے مگر پھر مسودے میں یہ ترمیم کر دی گئی کہ تناسبی نمائندگی کے اصول پر صوبوں کی طرف سے عام انتخاب ہو۔ نائب السلطنت بادشاہ کے نمائندہ کے طور پر بدستورِ اعلیٰ حاکمِ عاملانہ رہتا مگر وہ صرف مجلسِ عاملہ کی صلاح کے مطابق کام کرتا۔ یہ مجلس آئرلینڈ کے محکموں کے سرگروہوں پر مشتمل ہوتی جو انفراداً و مجموعۃً آئرلینڈ کے دارالعوام کے روبرو ذمہ دار ہوتے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ اب پہلی مرتبہ آئرلینڈ کو ایک حقیقی کابینی نظم حاصل ہوتا۔ ۱۸۸۶ء کے مسودۂ قانون کے خلاف اور ۱۸۹۳ء کے مسودۂ قانون کے موافق ویسٹ منسٹر کے دارالعوام میں آئرلینڈ کی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اے۔ ڈبلیو سیموئیلز "حکومتِ خود اختیاری کے مالیات" مطبوعۂ ڈبلن ۱۹۱۲ء A. W. Samuels, Home Rule Finance.

نمایندگی باقی رہتی لیکن اس کے نمایندوں کو ۱۰۳ سے گھٹا کر ۴۲ کر دیا جاتا اور ان نمائندوں کے حلقے اس طرح بنائے جاتے کہ برو اور صوبوں کو ملا دیا جاتا اور دار العلوموں کا انتخاب سلب کر لیا جاتا۔

یہ شرط خاص طور پر رکھی گئی تھی کہ "تمام اشخاص، معاملات، اور امور پر سلطنت متحدہ کی پارلیمنٹ کا اعلیٰ اختیار و اقتدار غیر موثر اور بے کم و کاست باقی رہے گا" علاوہ ازیں آئرلینڈ کے امن، انتظام اور حکومت کے قانون سازی سے متعلق "آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کا اختیار قیود ذیل سے محدود کر دیا گیا تھا (۱) بجز ان معاملات کے جن کا تعلق خالصتہً آئرلینڈ یا اس کے کسی حصہ سے ہو" اور کسی طرح کے قوانین بنانے کا اختیار اس جماعت کو نہ ہوگا۔ (۲) یہ جماعت معاملات ذیل اور دوسرے متعدد "محفوظ" مسائل کے متعلق مطلق کسی قسم کا قانون وضع نہ کرے گی۔ جنگ یا صلح، فوج، بیڑہ، اخراج مجرمین، غداری، توطین، جہاز رانی، تجارت خارجہ، سکہ، وزن و پیمانہ، نشانات تجارتی، حقوق تصنیف، سند ایجاد، تحصیل محاصل، پولیس اور قوانین وظیفہ معمرین، تمام مسودات قوانین شاہی حق امحا کے زیر اثر ہوتے جس کا نفاذ نائب السلطنت کے ذریعہ سے ہوتا[1] اس تجویز کی ایک دفعہ جسے بہت اہمیت دی گئی اس میں آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کے لئے یہ ممنوع قرار دیا گیا تھا کہ "وہ کوئی ایسا قانون بنائے جس سے بالواسطہ یا بلا واسطہ کوئی مذہب (سرکاری طور پر) قائم ہوتا ہو یا کسی مذہب کو کوئی وقف

[1] سنہ ۱۹۰۹-۱۱ کے دستوری اختلاف آرا کا اثر اس شرط میں ظاہر ہو گیا کہ سینیٹ کسی ایسے مسودۂ قانون کو مسترد نہ کرے جس کا تعلق صرف محصول عاید کرنے یا آئرلینڈ کی حکومت کے ملازمین کے لئے مداخل یا زر قوم کے تعین سے ہو" نیز یہ کہ اگر دار العوام کسی مسودۂ قانون کو دو متواتر میقاتوں میں منظور کرے اور سینیٹ اسے دو مرتبہ مسترد کر دے تو نائب السلطنت دونوں ایوانوں کا ایک مشترک اجلاس اس غرض سے کریگا کہ کثرت رائے سے اس معاملہ کا تصفیہ ہو جائے۔

عطا ہوتا ہو، یا کسی مذہب کے آزادانہ عمل پر کوئی رکاوٹ عائد کی جاتی ہو یا مذہبی اعتقاد، یا مذہبی کلیسائی حیثیت کی بنا پر کوئی ترجیح، امتیاز، فائدہ حاصل ہوتا ہو، یا کسی قسم کی بندش یا مضرت عاید ہوتی ہو" اس مسودۂ قوانین کے طولانی و پیچیدہ دفعات میں دونوں ملکوں کے درمیان نئے مالی انتظامات کی تعریف و تحدید کی گئی تھی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ آئرلینڈ خود اپنے اوپر محصول لگاتا مگر ہر حال میں کچھ زمانے کے لئے شہنشاہی خزانہ ان محصولوں کو جمع کرتا اور انھیں شہنشاہی خزانہ میں داخل کرتا۔

لبرلوں نے اس تجویز کی تائید کی، فریق مزدی کو فی نفسہ حکومتِ خود اختیاری سے کچھ ایسی دلچسپی نہ تھی مگر اس نے بھی اس وجہ سے تائید کی کہ اس مسئلہ کے طے ہو جانے سے معاشری و حرفی مسائل پر پھر باقاعدہ توجہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ قوم پرستوں کے حصۂ کثیر نے مسٹر رڈمنڈ کی سرکردگی میں اس کی تائید کی مگر آزاد قوم پرستوں کے ایک چھوٹے گروہ نے مسٹر ولیم اوبرائن کی سرکردگی میں اس مسودے کے بعض شرائط اور خاص کر مالیات سے متعلق شرائط کے باعث اس کی مخالفت کی۔ اتحادیوں کی مخالفت ایسی ہی سخت تھی جیسی ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء میں تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس مخالفت کی خاص بنا وہی تھی کہ اس تجویز سے آئرلینڈ کی پروٹسٹنٹ جماعت قلیل کو نقصانات پہنچیں گے اور شہنشاہی نظم میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ سب سے زیادہ مستحکم و قابلِ دید مقاومت پر پروٹسٹنٹوں یعنی صوبۂ السٹر کے اتحادی حصص کی جانب سے ہوئی۔

مسودۂ قانون حکومت خود اختیاری پارلیمنٹ اور ملک کے سامنے السٹر کا احتجاج

سترھویں صدی کے اوائل میں جب اہلِ آئرلینڈ کی زمینوں کی وسیع ضبطیوں، اور انگلستان و اسکاٹلینڈ کے متصلہ مقامات سے تارکانِ وطن کی ایک قوی جماعت کو وہاں لاکر آباد کر دینے سے شمال پر پوری طرح سے غلبہ حاصل ہو گیا۔ اس وقت السٹر کثیرالتعداد پروٹسٹنٹ آبادی کا مرکز بن گیا۔ اس وقت سے

(جیسا کہ ایک مصنف نے لکھا ہے' اس جزیرے میں دو مختلف ہستیاں بلکہ دو مختلف قومیں ہو گئی ہیں' "ایک قوم بیشتر کلٹی' کیتھولکی' سیاسی طور پر پست' معاشی حیثیت سے درماندہ' جاہل' غریب' غیر ملکیوں کے زیر استحصال' آئندہ کی نسبت مایوس اور اپنے تباہ کنوں سے سخت متنفر تھی' دوسری قوم اینگلو سیکسن' پروٹسٹنٹ استقفی' پرسبٹیرین منحرفین کی تھی' جو زیادہ تر صاحبِ املاک' یا خوشحال صناع و کاشتکار تھے' برطانی اقتدار کے تحت وہ حکمرانی کرتے یا حکمراں طبقہ سے متحد تھے' ہمیشہ مغرور اور بسا اوقات مرفہ الحال اور کامیاب رہتے تھے"۔[1] انیسویں صدی میں انگریزی حکومت کی آزادانہ روش سے ملک کے دونوں حصص میں معقول حد تک ترقی ہوئی مگر السٹر (جو بلفاسٹ کے گرد اگرد اعلیٰ حصص پر مشتمل تھا)' وہ اپنے معاشی و نسلی مقاصد کے لحاظ سے انگلستان سے زیادہ قریبی تعلقات رکھتا تھا' اس کے برخلاف بقیہ صوبے مخالف جانب کو حرکت کرتے جاتے تھے اور مذہبی و ذہنی فرقوں میں کسی اعتبار سے خوش آیندگی نہیں پیدا ہوتی تھی۔

حکومتِ خود اختیاری کے اولیں ذکر کے وقت سے السٹر کے پروٹسٹنٹ اندیشناک اور معاند تھے انھوں نے ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء کے مسودۂ قانون کی مخالفت کی' انھوں نے اپنے اجتماعات میں یہ قرار دیا کہ اگر کبھی آئرلینڈ کی کوئی پارلیمنٹ قایم کی گئی تو اس کے اقتدار کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے۔ پس جب ۱۹۱۱ء میں ایسکوئتھ کی حکومت نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اس مسئلہ پر ایک نیا مسودۂ قانون پیش کرے گی تو اہلِ السٹر فوراً ہی سر اڈورڈ کارسن کی سرکردگی میں مخالفت کا انتظام کرنے لگے اور یہ ظاہر کر دیا کہ کسی کیتھولک پارلیمنٹ کی اطاعت سے بچنے کے لئے

---

[1] ٹرنر "آئرلینڈ و انگلستان" صفحہ ۲۹۴۔ Turner Ireland and England

اگر ضرورت پڑی تو وہ انتہائی حد تک جانے کے لئے آمادہ ہیں، تا آنکہ وہ ایک جداگانہ عارضی حکومت قائم کر لینے کے لئے تیار ہیں۔ حکومت خود اختیاری کے حامیوں نے یہ ظاہر کرنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی کہ اس صوبے کے نو اضلاع میں سے چار بلکہ ممکن ہے کہ پانچ صوبوں میں حامیانِ حکومت خود اختیاری کی کثرت ہے[1] اور ۱۹۱۱ء کی مردم شماری سے یہ ظاہر تھا کہ بہ حیثیت مجموعی اس صوبہ میں تمام عقائد و خیالات کے پروٹسٹنٹ کیتھولکوں سے بقدر دو لاکھ بھی زائد نہیں ہیں،[2] اور انھوں نے اس پر زور دیا کہ السٹر کے لوگوں کا یہ خوف مجوزہ قانون کے منصفانہ مطالعہ سے نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ قدیم تعصب کا نتیجہ ہے مگر مخالفین ایسے ہی زور کے ساتھ اس امر پر مصر رہے کہ آئرلینڈ کی علیحدہ حکومت کی ہر ایک تجویز کے تحت میں انھیں معاشی مغلوبیت اور مذہبی ظلم و ستم کا خطرہ لاحق ہے۔ انگلستان کے اتحادیوں کے اشارہ بلکہ علانیہ ہمت افزائی سے ان لوگوں نے پر جوش جلسہ ہائے عام کئے، ایسے معاہدات پر دستخط کئے کہ وہ کبھی کسی پارلیمنٹ کی اطاعت نہ کرینگے، عارضی حکومت کے خاکے تیار کیئے اور جنگ مقاومت کے لئے سرگرم تیاریاں کیں (انگلستان کے اتحادیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ کوئی معمولی سیاسی مسئلہ نہیں ہے جسے محض وسٹ منسٹر میں رائے لیکر طے کر لیا جائے)۔

حکومت کے مسودۂ قانون کے پہلی مرتبہ پیش ہونے کے بعد، تمام

---

[1] ۔ السٹر، آرماہ، اینٹرم اور ڈاؤن کے صوبے بغلبۂ تمام اتحادی ہیں۔ کیون اور ڈونیگال بغلبۂ تمام قوم پرست ہیں، ڈیری، فرماناہ، موناہن اور ٹائرون زیادہ تر برابر برابر منقسم ہیں۔

[2] ۔ پروٹسٹنٹ تقریباً نو لاکھ ہیں، کیتھولک سات لاکھ۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات عام کے بعد دارالعوام میں السٹر کے اکتیس نمائندوں میں سے سولہ اتحادی، تیرہ قوم پرست، ایک آزاد قوم پرست اور ایک لبرل تھا۔

فریقوں کے محبِ وطن اشخاص میں جیسا اضطراب برپا ہوا اس کا نقشہ کھینچنا اور جو افسانہ دار واقعات پیش کرے ان کا بیان کرنا غیر ممکن ہے۔ اپنی روش کی راست بازی پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے، تمام تہدیدوں اور مسلح تیاریوں کے باوجود حکومت نے اپنے مقصد سے پھرتا روا نہ رکھا تا آنکہ جب اتحادی سرگروہ بونر لا نے سنجیدگی کے ساتھ یہ اعلان کر دیا کہ اگر انتخاب کنندگاں سے مزید استصواب کے بغیر قانونِ پارلیمنٹ کے تحت قوم پرستوں کی رائے کے زور سے (جنھیں اتحادی ہمیشہ شہنشاہی نظم سے برگشتہ سمجھتے رہے ہیں)، کوئی تجویز منظور ہوی اور اہلِ السٹر اس کی علانیہ مخالفت پر مجبور ہوئے تو اس صورت میں اہلِ السٹر پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کے معنی خانہ جنگی کے ہونگے اور یہ جنگ ایسی ہوگی کہ آئرستان ہی تک محدود نہ ہوگی۔ سنہ ۱۹۱۳ء کے ابتدائی مہینوں میں دارالعوام نے دومرتبہ مسودۂ قانون کو منظور کیا اور دارالامرا نے دونوں مرتبہ فوراً ہی بہت بڑی کثرت رائے کے ساتھ اسے مسترد کر دیا۔[1] اتحادیوں نے بار بار حکومت کو یہ صلائے جنگ دی کہ وہ اس مسئلہ کو عام انتخاب میں قوم کے سامنے پیش کریں یا اس کے بجائے صرف اس ایک مسئلہ پر مرافعہ کریں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ مسئلہ پہلے ہی پیش ہو چکا ہے۔ دونوں بڑے فریقوں کے نمایندوں کے درمیان مستشارات ہوئے مگر ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ قوم پرستوں نے بار بار اس عزم کی تکرار کی وہ کسی مفاہمت کے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں اور ۵ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء

---

[1] دارالعوام میں ۱۶ جنوری کو، ۲۵۷ کے مقابلہ میں ۳۶۷ رایوں سے منظور ہوا اور ۳۰ جنوری کو دارالامرا میں دوسری خواندگی کے وقت ۶۹ کے مقابلہ میں ۳۶۹ رایوں سے مسترد ہو گیا۔ ایوانِ زیریں نے اسے دوبارہ ۷ جولائی کو ۲۴۳ رایوں کے مقابلہ میں ۳۵۲ رایوں سے منظور کیا ۱۵ جولائی کو ایوانِ بالائی میں ۶۴ رایوں کے مقابلہ میں ۳۰۲ رایوں سے مسترد ہو گیا۔

کو یہ مسودۂ قانون تیسری مرتبہ پیش ہوا لیکن تین روز بعد مسٹر ایسکوئتھ نے ایک مفاہمت کی شکل پیش کی، جو اس مفاہمت کے مشابہ تھا جسے مسٹر چیمبرلین نے ۱۸۸۶ء میں تجویز کیا تھا۔ تجویز یہ تھی کہ السٹر کے جو صوبے بذریعہ مراجعہ اس کا مطالعہ کریں انھیں قانونِ سوارج کے عملدرآمد سے چھ برس کے لئے مستثنیٰ کر دیا جائے اس کے بعد وہ از خود اس قانون کے شرائط کے تحت آجائیں۔ اتحادی اور اہلِ السٹر اس تجویز کو اس کے سخت قید زمانی کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے مگر اتحادیوں کی مخالفت لبرلوں کے اس ایما سے کسی حد تک نرم ہو گئی تھی کہ چھ برس کے زمانہ کے ختم ہونے کے قبل ہی تمام ملوکیت برطانیہ کے لئے وفاقی حکومت کی کوئی تجویز ایسی نکالی جائے گی جس سے السٹر کو مستقل تقرر حاصل ہو جائے۔ دوسری طرف قوم پرست ملک کی کسی قسم کی تقسیم کے سرا سر مخالف تھے اور خاص کر اس تقسیم کے جس سے وہ صوبے علٰحدہ ہو جائیں جن میں محصول کے ادا کرنے کی سب سے زیادہ قابلیت ہے۔

۱۲ مئی کو وزیر اعظم نے یہ اعلان کیا کہ حکومت کا ارادہ ایک قانون ترمیم پیش کرنے کا ہے جو اصل تجویز کے عمل میں آنے سے قبل اس میں کسی حد تک تعدیل کر دے گا۔ اس سے چار روز بعد دارالعوام میں حکومتِ خود اختیاری کی تیسری خواندگی ۲۷۴ رایوں کے مقابلہ میں ۳۵۱ رایوں سے منظور ہو گئی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسودہ ایوان بالائی کی منظوری کے بغیر اور اس کی مرضی کے خلاف قانون بن جائے گا۔ مسودہ ترمیم جو دارالامرا میں ۲۳ جون کو پیش ہوا وہ وزیر اعظم کی ۹ مارچ والی تجاویز پر محتوی تھا، اور اب یہ مسئلہ اخراج السٹر کے اصول و جزیات کا مسئلہ بن گیا۔ جب کہ ایک طرف السٹر کے تیس ہزار رضاکار رات دن قواعد کر رہے تھے اور دوسری طرف قوم پرست رضاکار اس سے بھی زیادہ تعداد میں صوبجات السٹر کی علیحدگی کی مقاومت کے لئے میدان میں آ رہے تھے، بادشاہ نے ۱۲ جولائی کو ایک خلاف معمول قدم اٹھایا اور آزاد خیال، اتحادی

اور قوم پرست سرگروہوں کو مشورت کے لئے محل بکنگھم میں طلب کیا۔ بادشاہ کو امید یہ تھی کہ اس طرح اتفاق باہمی کی کوئی صورت نکل آئے گی مگر یہ جلسہ لا حاصل ثابت ہوا۔ اس دوران میں دارالامرائے نے مسودۂ ترمیم کو اس صورت میں منظور کر دیا تھا کہ کل السٹر غیر معین زمانہ کے لئے قانون حکومتِ خود اختیاری کے اثر سے نکل جائے۔ یہ تبدیل شدہ تجویز دارالعوام میں بھیجی گئی اور وہاں ابھی زیر غور تھی کہ دفعتہً جنگ عظیم کے شروع ہو جانے سے سیاسی منظر بالکلیہ بدل گیا۔ سیاسی بغض و عناد تہ خاک دفن کر دیئے گئے اور پارلیمنٹ نے اپنی توجہ ان قوانین کے وضع کرنے کی طرف منعطف کی جن کی فوری ضرورت تھی، اور مسئلہ مذکورہ کے آخری فیصلہ کو کسی مناسب موقع کے لئے چھوڑ دیا۔ آئرلینڈ کا مسودہ ترمیم ساقط کر دیا گیا اور حکومت نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ کبھی بھی السٹر پر جبراً سواراج عائد نہیں کرے گی، اور یہ وعدہ کیا کہ قانونِ سواراج ایک برس (یا اختتامِ جنگ تک) نافذ نہ ہوگا، اور یہ بھی اقرار کیا کہ اس دوران میں حکومت کوئی نہ کوئی ترمیمی تجویز منظور کرا دے گی۔ یہ لائحہ عمل افسانہ دارانداز سے دونوں ایوانوں میں مقبول ہو گیا اور ۱۸ ستمبر کو حکومت آئرلینڈ کے اس قانون کو جس کا مدت سے انتظار تھا شاہی منظوری حاصل ہو گئی؎۱

؎۱ ۱۹۱۴ء کے بعد سے آئرلینڈ کے مسئلہ کے لئے باب ہیزدہم میں دیکھنا چاہئے ۱۹۱۲ء کے مسئلہ حکومتِ خود اختیاری پر مضامین و کتب ذیل میں بحث کی گئی ہے۔ ڈبلیو۔ ٹی لاپراڈ "مسئلہ حکومتِ خود اختیاری کی موجودہ حیثیت"

W. T. Laprade Present Status of the Home Rule Question

مطبوعہ "امریکن پولیٹکل سائنس ریویو" نومبر ۱۹۱۲ء۔ ایچ۔ اسپنڈر "حکومت خود اختیاری"

H Spender, Hom Rule مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ السٹر کی حالت کا بیان ٹرنر کی کتاب "آئرلینڈ و انگلستان"

Turner, Ireland and England.

صفحات ۲۹۳-۳۱۱ میں ہوا ہے۔ اتحادی تشریح کے مقابلہ نہ بیان کے لئے کتاب ذیل

باب ہفتدہم

متفرق فریقانہ مباحث

دستوری مسائل

تعلقات خارجہ اور قوم کی مسلح قوتوں سے متعلقہ مسائل سے قطع نظر کر کے (جو غیر فریقانہ بنیاد پر تصفیہ پاتے ہیں) تین خاص مجموعہائے مباحث ہیں جو جنگ سے قبل کے عشرے میں بڑے بڑے فریقوں کے اختلاف آرا کی آگ میں ایندھن کا کام دے رہے تھے۔ پہلے مبحث کا تعلق دستوری مسائل سے تھا، دوسرا مبحث معاشی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیکھنا چاہیے ای۔ ڈبلیو ہملٹن "السٹر کی روح" E. W. Hamiltan The Soul of Illst مطبوعۂ نیویارک سنہ ۱۹۱۷ء۔ کار آمد مضامین میں مضامینِ ذیل داخل ہیں ای۔ چلڈرس "حکومتِ خود اختیاری پارلیمنٹ میں" E. Childers Homrule in Parliament مطبوعۂ کانٹمبریری ریویو دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء اے۔ جی۔ پارٹ "آئرلینڈ کا مسودۂ حکومتِ خود اختیاری" A. G. Parritt, The Irish Home Rule Bill. مطبوعۂ پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی جون سنہ ۱۹۱۳ء۔

مسائل سے تعلق رکھتا تھا، اور تیسرا وسیع معاشری مسائل سے متعلق تھا۔ ان عنوانوں کے تحت میں جن مسائل کا ذکر ہوگا ان میں سے بہت ہی کم مباحث طے ہوئے ہیں۔ یا یوں کہو کہ کوئی بھی طے نہیں ہوا ہے۔ بعض مباحث کو ہجوم جنگ نے عام توجہ سے ہٹا دیا اور ان کے بجائے دوسرے مسائل کی ضرورت بڑھ گئی۔ یہ سب مباحث کسی وقت سر اٹھائیں گے اور اب شاید نئے بھیس میں جلوہ گر ہوں۔ مگر خود جنگ کے پیدا کردہ بیسیوں پیچیدہ معاملات کے ساتھ ساتھ ان کا اقتضا بھی یہ ہوگا کہ تمام فریقانہ جماعتوں کے سرگروہ ارکان ان پر غور و فکر کے ساتھ بحث کریں۔

دستوری مسائل میں سے تین خاص مسائل پر کافی و وافی بحث ہو چکی ہے۔ یعنی اصلاح دارالامرا[1] انتخابی نظم کی ترتیب جدید[2] اور آئرستان کی حکومت خود اختیاری[3] اول الذکر اولاً و اقدماً ایک فریقانہ مسئلہ رہا ہے۔ اس تحریک اصلاح میں آزاد خیالوں کی اس خواہش سے جوش پیدا ہوا کہ ایوانِ بالائی میں اتحادیوں کے دائمی غلبہ کی وجہ سے ان کے لئے جو ناقابلِ برداشت حالت پیدا ہو جاتی ہے ان کا خاتمہ کریں۔ اتحادیوں نے خود یہ دیکھ کر کہ تغیرات کا ہونا لابدی ہے عمومی بنیاد پر اس ایوان کی ترتیب جدید کی مختلف تجویزیں پیش کیں مگر آزاد خیالوں نے اسے ترجیح دی کہ ایوانِ زیریں میں جو قانون منظور ہو جائے اس میں رکاوٹ ڈالنے کے متعلق دارالامرا کے اختیارات کو محدود کر کے اس دقت کی اصلی جڑ کو کاٹ دیا جائے۔ یہ کام انھوں نے ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے ذریعہ سے انجام دیا۔ ۱۹۱۱ء کے بعد سے پھر حالات کبھی ایسے موافق نہ ہوئے کہ ایوان بالائی

[1] - باب ۹
[2] - باب ۸
[3] - باب ۱۶

کو عمومی بنانے کے خیال سے اس قانون میں جس مزید کارروائی کا وعدہ کیا گیا تھا اسے عمل میں لایا جائے مگر یہ سوال بدستور باقی ہے، اور باوجودیکہ عام مقاصد کے متعلق فریقوں میں اتفاق ہو چکا ہے مگر جب کبھی اس مسئلہ میں ہاتھ لگایا جائے گا شدید اختلافات اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اس تمام عشرے میں انتخابی اصلاح کے مسئلہ پر توجہ برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ بالکلیہ فریقانہ سوال نہیں تھا، مثلاً عورتوں کو حق رائے دہی دینے کے بارے میں کسی فریق نے بھی صاف وصریح روش اختیار نہیں کی مگر آزاد خیالوں کو زیادہ دلچسپی ہر بالغ شخص کو حق رائے دہی عطا کرنے اور تکثیری رائے دہی کو منسوخ کر دینے سے تھی اور ان کے مخالفین نشستوں کی تقسیم جدید پر زیادہ زور دیتے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، جنگ کے دباؤ نے غیر متوقع طور پر انتخابی نظم کو بالکلیہ نئے سر سے ڈھالنے پر مجبور کر دیا۔ ایک حد تک یہ کام غیر فریقانہ طریقوں پر عمل میں آیا لیکن بعض معاملات پر خاص تناسبی نمایندگی کے اصول کے رائج کرنے کے متعلق فریقانہ بحث کی روش ایسی ہو گئی کہ اس سے کل مقصود ہی خطرے میں پڑ گیا اغلب یہ ہے کہ تناسبی نمایندگی کی تجویز جس سے دارالامرا کی اتحادی کثرت کو گہرا تعلق تھا فریقوں کے درمیان ایک ممتاز مبحث بن جائے گی خود رائے دہی کا مسئلہ کبھی طے نہیں ہوا ہے۔ "عورتوں کی رائے دہی کے "قومی اتحاد" نے اپنے اس ارادے کا باضابطہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ پارلیمنٹی انتخابات کے لئے رائے دینے والی عورتوں کی عمر تیس سے اکیس کیئے جانے کی سعی کرے گی تاکہ اس طرح عورتوں اور مردوں میں پوری مساوات قائم ہو جائے۔ چونکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام ملک کے اندر رائے دہندہ عورتوں کی کثرت بیس لاکھ کے قریب ہو جائے اس لئے اس کی قطعی مخالفت ہوگی، ہو سکتا ہے کہ یہ سوال فریقانہ ہیئت اختیار کرے یا نہ اختیار کرے۔

سیاسی مبحث کے طور پر مراجعہ کا بھی اتفاقیہ ذکر آتا رہا ہے۔

دونوں فریقوں میں یہ خیال بتدریج ترقی کرتا رہا ہے کہ حکومتی نظم میں پارلیمنٹ کو شدید تغیرات سے اس وقت تک باز رہنا چاہیئے جب تک کہ اسے اس قسم کے تغیرات کے لئے قوم سے حکم نہ مل جائے۔ ۱۹۱۰ء کے نازک مواقع کے وقت مسٹر بالفور نے فریق مخالف کے سرگروہ کی حیثیت سے پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر جو تجویز پیش کی تھی اس تجویز میں اور اس خیال میں صرف ایک قدم کا فرق ہے کہ تمام اہم مسائل لامحالہ انتخاب کنندگاں کے روبرو معینہ طریق کے ذریعہ سے پیش کئے جایا کریں۔ اتحادی فریق نے بہ حیثیت مجموعی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ مراجعہ معمولی وضع قوانین پر عاید کیا جائے مگر اہم مسائل پر اس کے اطلاق کے متعلق اس نے اپنے کو مستحکم طور پر پابند بنا لیا ہے۔ لبرلوں میں فرداً فرداً لوگ اس تجویز کو اچھا خیال کرتے ہیں مگر کل فریق بہ حیثیت مجموعی ادھر مائل نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر دونوں فریقوں کے درمیان اُصول کے بہ نسبت سوال زیادہ تر رفتار ترقی کا ہے[1]

محصول درآمد و برآمد و اجرائے محصول

جنگ سے قبل کے عشرے میں جو معاشی مسائل فریقانہ مسائل بن گئے تھے ان میں سے تین مسئلے خاص طور پر اہم تھے۔ اصلاح محصول درآمد و برآمد بشمول ترجیح مستعمراتی، اجرائے محصول، اور اصلاح اراضی، درآمد و برآمد کے محصول کا مسئلہ اس رجعت قہقری سے پیدا ہوا جو آزاد تجارت کے رائج الوقت نظام کے خلاف چوتھائی صدی قبل اتحادیوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے انگلستان میں تامینی محاصل ان مسلسل کارروائیوں کے ذریعہ سے منسوخ ہوئے جن کی تاریخ ۱۸۴۲-۴۹ء ہے۔ قوانین غلہ کی تنسیخ

---

[1] ایچ۔ ڈبلیو۔ ہارول، "برطانیہ عظمیٰ میں مراجعہ"

H. W. Horwill, The Referendum in Great Britain

مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی" ستمبر ۱۹۱۱ء۔

سے شروع ہوتی ہے اور یہ کارروائیاں زیادہ تر آزاد خیال فریق کی تھیں[۱]۔ بعض اغراض و مقاصد کے لوگ جو سب سے آخر تک تحفظی اُصول پر قائم رہے ان کے اُصول حقیقتاً کسی وقت بھی بدلے نہیں، اور آخری صدی کے اختتام کے قریب پیداوار زرعی کی قیمتوں اور حرفی منافع میں انحطاط اور اس کے ساتھ آزاد تجارت کی حمایت کی وجہ سے برطانیہ عظمیٰ کے یکہ و تنہا حالت کی وجہ سے بہت لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ آزاد تجارت کے طریقے کو ترک کر دینا چاہیئے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے "استحفاظی قومی اتحاد" نے اپنے سالانہ متشارات میں کئی مرتبہ تامین محاصل درآمد و برآمد کے نظم کے موافق قرارداد منظور کیں مگر ان کا کوئی بدیہی نتیجہ نہیں نکلا[۲]۔ ۱۹۰۳ء میں اتحادی کابینہ کا ایک ممتاز رکن جوزف چمبرلین محصول درآمد و برآمد کے نظم کا حامی بن کر سامنے آیا۔ اس نظم کی دو خاص ہیئتیں تھیں (۱) باہر سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر محصول لگایا جائے اور اس کی ترتیب ایسی رکھی جائے جس سے غیر ممالک کے مقابلہ میں برطانی نوآبادیوں کو شرح کے اعتبار سے فائدہ رہے، (۲) باہر کی غیر ملکی حرفتوں کے ناواجب مقابلہ سے برطانی حرفتوں کو محفوظ رکھنے کے لئے باہر سے آئے ہوئے مصنوعات پر محصول لگایا جائے۔ زور یہ دیا جاتا تھا کہ اس تجویز کے تحت آمدنی کے اضافہ کی وجہ سے براہ راست محصولوں میں جس تخفیف کا امکان پیدا ہو جائے گا دولتمندوں کو اس سے نفع پہنچے گا اور بالواسطہ محصول کے ذریعہ سے اگر بالفرض غرباکو سلطنت کے بار میں زیادہ حصّہ لینا پڑے (لیکن یقین یہ دلایا جاتا تھا کہ ایسا نہیں ہوگا) تو اس کی تلافی اس سے زیادہ ان فوائد سے ہو جائے گی جو استقلال کار، گرانیٔ اُجرت، اور پیرانہ سالی کے قوانین اور ان دوسرے معاشری قوانین کے ذریعہ سے حاصل ہونگے،

---

۱ - ملاحظہ ہو باب ۱۴

۲ - ملاحظہ ہو باب ۱۵

جن کا امکان زیادتی محاصل کی وجہ سے پیدا ہو جائے گا۔ اس کے سوا یہ بھی دلیل پیش کی جاتی تھی کہ برطانیہ کی زراعت جو مدتوں سے پست ہو گئی تھی، اسے تائین سے نفع پہنچے گا اور مستعمرات اور ملک مادری کے درمیان جو سیاسی روابط اس وقت قائم تھے ان میں معاشی نوعیت کے دو سیرے پرزور روابط کے اضافہ سے سلطنت برطانیہ کے تحفظ و دوام کا مزید تیقن پیدا ہو جائے گا۔

اس تجویز کی طرف بہت سے لوگوں کی توجہ مبذول ہو گئی۔ اتحادی فریق کے نوعمر مدبرین اور اصحاب صحافت میں بہت سے ممتاز اشخاص نے اس کی موافقت کا اعلان کر دیا اور اول درجہ کے متعدد ماہرین معاشیات نے بھی ایسا ہی کیا۔ ۱۹۰۳ء کے وسط گرما میں ایک "معاقدہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد" نے ملک میں رسالوں کا سیلاب رواں کر دیا اور سال کے آخری حصہ میں چیمبرلین صرف اس لئے سرکاری زندگی سے کنارہ کش ہو گیا کہ جس مہم کا وہ موئید تھا اسے زیادہ موثر طریقہ سے عمل میں لا سکے۔ ارکانِ کابینہ کے چار حامیانِ تجارت آزاد کے نکل جانے کے بعد بھی کابینہ منقسم رہا۔ وزیراعظم مسٹر بالفور نے یہ چاہا کہ اپنے کو "معقول پسند حامی تجارت آزاد" ظاہر کر کے درمیانی راستہ اختیار کرے اور اس کے فریق میں جس انشقاق کے برپا ہونے کا خطرہ تھا اس کے روکنے کی اس نے سخت کوشش کی۔ اس کے ساتھیوں نے اکتوبر ۱۹۰۳ء سے جنوری ۱۹۰۴ء تک اپنی تجویز کی حمایت میں غیر معمولی زور شور کے ساتھ تقریروں کی مہم جاری رکھی، اور ملک کے تمام حصص میں اپنے سامعین کی ایک بہت بڑی تعداد کو مطمئن کر دیا۔ ۱۹۰۴ء کے آغاز میں "معاقدہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد" نے ایک غیر کاری "مامور یہ محصول درآمد و برآمد" قایم کیا اور اسے یہ ہدایت کی گئی کہ وہ اس عام مسئلہ سے متعلق تمام مسائل و حالات کا وسیع مطالعہ کرے۔ پانچ برس سے زیادہ کام کرنے کے بعد اس ماموریہ نے تفصیلی یادداشتوں کا ایک سلسلہ پیش کیا، اور اگرچہ یہ تمام مہم اس

مسئلہ کے جانبداروں ہی نے سر کی تھی پھر بھی عام طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جو مواد جمع کیا گیا ہے قابلِ اطمینان ہے خواہ نتائج ما حصلہ قابلِ اطمینان نہ ہوں اس ماموریہ کے فیصلوں نے مصلحین کے دلائل کی تصدیق کی اور اس کی سفارشیں اور چمبرلین کے تجاویز بالعموم ہم آہنگ تھیں۔

اس مسئلہ کے سیاسیات میں داخل کر دینے کی وجہ سے اس دوران میں اہم نتائج پیدا ہو گئے۔ اتحادی گروہ پارلیمنٹ کے اندر اور نیز باہر اس مسئلہ کے متعلق شدت کے ساتھ منقسم تھا جس کی وجہ سے بالفور کی حکومت کبھی اس مسئلہ کو اپنے سرکاری لائحہ عمل میں جگہ نہیں دے سکی۔ اس صورتِ حال میں لبرلوں کو موقع ہاتھ آگیا۔ وہ قریب قریب کلیتہً اس مجوزہ روشِ جدید کے خلاف تھے پس انھوں نے انگلستان کے "مقدس اصول تجارت آزاد" کے حامیوں کی حیثیت اختیار کر لی اور مزدور طبقے پر سستی روٹی کے حوالہ سے بر زور اثر ڈال دیا۔ محصول درآمد و برآمد کی اصلاح چاہنے والوں نے اس سے انکار کیا کہ ان کی تجویز کا منشا یہ تھا کہ مالیاتی حکمت عملی بالکلیہ بدل دی جائے مگر اکثر لوگوں کی نظروں میں آزاد تجارت اور تامین کے اصول ایک دوسرے کے قطعاً منافی تھے۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں بالفور کی وزارت کنارہ کش ہو گئی اور اس کے بعد ہی جو عام انتخاب ہوا سمین کیمبل بینرمین کی آزاد خیال حکومت کو بہت ہی عظیم الشان کثرت سے فتح حاصل ہوئی۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۵ء تک آزاد خیال اور ان کے آئرستانی قوم پرست اور مزدوری حلفا مسلسل برسر اقتدار رہے اور کسی تامینی کارروائی کے سرکاری حلقوں کے اندر مقبول ہونے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ لیکن اصلاح محاصل درآمد و برآمد کی تبلیغ تمام ملک میں جاری رہی اور اگرچہ چمبرلین کی صحت ۱۹۰۶ء سے خراب ہو گئی تھی مگر ۱۹۱۴ء میں اپنے انتقال کے وقت تک وہی اس کا خاص روح رواں اور مشیر کار رہا اس تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ ہیروان اتحادیت کے اکثر مؤیدین بتدریج اس جانب آ گئے اور یہ تجاویز اس فریق کے لائحہ عمل میں ایک کالانتاں کی گئیں[1]

[1] ۱۹۱۱ء میں بالفور کے بجائے بونر لا اتحادی فریق کا سرگروہ بن گیا تھا، اس نے

سنہ ۱۹۰۹ء کے مالی مسودہ میں لبرلوں نے محصول میں جو تغیر و تبدل کئے ان کی
بہ نسبت ایک معقول حد تک یہ سمجھا گیا کہ یہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد کے
بدل ہیں اور ایک حد تک۔ اسی وجہ سے حامیان تحفظ نے تقریباً یک زبان
ہو کر اس تغیر و تبدل کی مخالفت کی۔ سنہ ۱۱-۱۹۰۹ء کے تمام اختلافات کے
دوران میں لبرل گروہ نے آزاد تجارت کی برقراری کے ساتھ ساتھ مالیات
پر دارالعوام کی نگرانی کے اصول کی پرزور حمایت کرنی شروع کر دی تھی۔
مگر اتحادی گروہ تابین اور مستعمراتی ترجیح کی حمایت پر معتد بہ اتفاق کلی کے
ساتھ جما رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں برابر یہ سمجھا جاتا رہا کہ اگر اتحادی پھر برسر اقتدار
ہو گئے تو وہ اپنا پہلا موازنہ اس نئے (یا زیادہ صحیح طور پر اپنے تجدید شدہ)
اصول کے مطابق بنائیں گے۔ بہر نوع، یہ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اپنے
یورپی ہمسایوں کو آزاد تجارت کا معتقد بنانے کی کوشش میں ناکامی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کی ایک تقریر میں بمقام اڈنبرا بالاعلان یہ کہا کہ
اب اس فریق کے ارکان اس طرح متفق اللفظ ہو کر اصلاح محصول درآمد و برآمد کی حکمت عملی
کی تائید کر رہے ہیں کہ اس سے قبل کبھی یہ حالت نہیں تھی۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ غریب تر
جمہوری طبقات کی مخالفت کے قوت سے اس فریق کا ایک بڑا حصہ اشیاء خوردنی کے
محصولوں کے مسئلہ کی بابت سست ہو گیا تھا اور اس بحث پر اس فریق کے ممتاز
ارکان کے پیش کردہ محضر پر لحاظ کر کے بونر لا نے اس موقع پر یہ وعدہ کیا کہ اگر
اتحادی برسر اقتدار آجائیں تو اشیاء خوردنی پر اس وقت تک محصول نہیں عاید
کیا جائے گا جب تک کہ قوم سے کسی عام انتخاب کے موقع پر مشورہ نہ کر لیا جائے گا۔
"معاقدہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد" نے یہ اصرار کیا کہ اتحادی فریق اشیاء خوردنی
کے محصول کو ملتوی کر سکتا ہے مگر اسے بالکلیہ ترک نہ کرنا چاہئے۔ اس مسئلہ کی ترقی پر
ایل سی۔ جی۔ منی کے مضمون ذیل میں تبصرہ کیا گیا ہے: "اصلاح محاصل درآمد و برآمد دس
برس بعد" L. C. G. Money. "Tariff Reform, Ten years after
مطبوعہ "کانٹیمپوریری ریویو" مارچ سنہ ۱۹۱۳ء۔

صورت میں خود انگریزوں ہی میں اس حکمت عملی کی خوبیوں کے نسبت اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔

ایک سربرآوردہ صاحب قلم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اپنے ممتاز رقیب کے مقابلہ میں اتحادی فریق کا امتیاز خاص غالباً یہی ہے کہ وہ بعض بڑے بڑے صاحب غرض گروہوں کے ساتھ وہ خاص خاص مراعات جائز رکھتی ہے جن میں سے ایک طبقہ بڑے زمینداروں کا بھی ہے[1]۔ فوج کی تنظیم جدید، بحری تعمیرات، وظائف پیرانہ سالی، تعلیمات عامہ اور دوسرے بڑے بڑے معاملات کی وجہ سے مداخل میں کثیر زیادتی کی ضرورت مدت سے لاحق ہو چکی ہے۔ اس عام امر واقعہ کو دونوں فریق تسلیم کرتے تھے، مگر مزید رقم حاصل کرلے کے طریقہ کے متعلق ان میں شدید اختلاف تھا۔ (جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے) اتحادیوں کا خیال یہ تھا کہ درآمد پر محصول لگایا جائے تاکہ آمدنی بھی ہو اور انگلستان کی زراعت وحرفت کا تحفظ بھی ہو۔ لبرلوں کا خیال زیادہ تر یہ تھا کہ آمدنی پر محصول لگایا جائے جس کی شرح آمدنی کی ترقی کے ساتھ بڑھتی جائے، زمین کی قیمت کا از سر نو اندازہ کیا جائے اور انھیں قیمتوں کے موافق (خاص کر غیر اکتسابی اضافوں پر) اور وراثتوں، نیز موٹر، جوہر شراب اور اسباب تعیش پر شدید بار ڈالا جائے، مختصراً یہ کہ دولتمندوں اور خاص کر زمینداروں پر اس سے بدرجہا زیادہ بوجھ رکھ دیا جائے جتنا اب تک ان پر عاید ہوتا تھا۔ سنہ ۱۹۰۹ء سے سنہ ۱۹۱۴ء تک کے مسلسل موازنوں میں لبرلوں کے خیالات وسعت کے ساتھ عمل میں آتے رہے، البتہ کامل طور پر عمل میں نہیں آئے، اور جو کچھ ہوا تھا اس کے قرین انصاف وسودمند ہونے کے نسبت جنگ کی ابتدا پر دونوں فریق اتنا ہی ایک دوسرے سے بعید تھے۔

---

[1] لوول "حکومت انگلستان" (Lowell, Government of England) جلد دوم صفحہ ۱۲۰۔

اتحادی اب بھی یہی سمجھتے تھے کہ محصول درآمد و برآمد آمدنی کا بہترین ذریعہ ہے۔[1]

اصلاح اراضی

اسی سے گہرا تعلق رکھنے والا مسئلہ جو ایک اہم فریقانہ مبحث بننے والا تھا اور جسے جنگ نے عارضی طور پر گمنامی میں ڈال دیا، وہ اصلاح اراضی کا مسئلہ تھا۔ او بہرحال کے عشرات میں اراضی کی صورت حال میں متعدد ناقابل اطمینان کیفیات پیدا ہو گئی تھیں :۔ جنگ سے تھوڑا زمانہ قبل قابل کاشت اراضی سے صرف بارہ فیصدی پر خود مالکوں کی کاشت تھی۔ بقیہ حصہ کا بیشتر جزو اور اس کے ساتھ غیر مزروعہ اراضی کی بہت وسیع مقدار دولتمند زمینداروں کے قبضے میں تھی جو اکثر پورے پورے گاؤں کے مالک ہوتے تھے۔ بالغ زرعی مزدوروں میں ساٹھ فیصدی ایسے

---

[1] محصول درآمد و برآمد کے مسئلہ کے متعلق ملاحظہ ہوں کتب ذیل :۔ جیسیں :
"جوزف چمبرلین" (Joseph Chamberlain) باب ۱۹۔ سی۔ ڈبلیو
بنا یڈ (مدیر) "چمبرلین کی تقریریں" (Chamberlain's Speeches)
طبع بوسٹن ۱۹۱۴ء۔ جلد دوم۔ ای۔ سی۔ پگو: "تحفظی و ترجیحی محاصل درآمد"
(Protective and pre ferential import duties) طبع لندن ۱۹۰۶ء۔
ڈبلیو۔ جے۔ ایشلی "مسئلہ محصول درآمد و برآمد" (The Tariff problem)
طبع دوم، مطبوعہ لندن، ۱۹۱۰ء۔ اس۔ والٹر "اصلاح محصول درآمد و برآمد کے معنی" (The meaning of Tariff reform) مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء
چمبرلین کی سابق تر تقریریں "شہنشاہی اتحاد اور اصلاح محصول درآمد و برآمد" (Imperial Union and Tariff reform) نامی کتاب میں ایک جا
کی گئی ہیں، مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء۔ مقابلہ کیجیے۔ سی۔ ڈی۔ ایلن: "برطانی شہنشاہی کے اندر ترجیحی تجارت کی وفاقی ہیئتیں" مطبوعہ امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو، اگست ۱۹۱۵ء۔

تھے جنھیں اٹھارہ شلنگ (بعہ) ہفتہ وار سے کم مزدوری ملتی تھی۔
نصف صدی کے اندر اندر دیہاتی آبادی میں پانچ لاکھ سے زیادہ کمی ہوگئی
تھی۔ پہلے اگرچہ یہ ملک خودکفیل ملک تھا مگر اب جس قدر گیہوں اس کے
حدود کے اندر خرچ ہوتا تھا اس کے نویں حصہ سے زیادہ خود ملک
میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس صورت حال سے جو مسائل پیدا ہوتے
تھے ان پر ماہرین سیاست اور دوسرے ارباب فکر کی توجہ مدت سے
مائل تھی، اور اس کے بہت سے علاج تجویز کیے گئے تھے، از انجملہ یہ کہ
مالکانِ اراضی یا حکام مقامی کی طرف سے اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں
کو زمین کے چھوٹے چھوٹے رقبات کے "ٹکڑے" دئے جانے کی سرکاری
طور پر ہمت افزائی کی جائے، "چھوٹے چھوٹے مقبوضات" کا انتظام
کیا جائے، اور قابضین باقساط قیمت ادا کر دیں، دیہاتیوں کے قرض
لینے کی سہولتوں میں وسعت دیجائے، زرعی تعلیم کو ترقی دیجائے،
امداد باہمی کی کوشش کو وسعت دی جائے زرعی مزدوروں کے اتحادات
قایم کیے جائیں۔ لیکن بعض دوسرے مسائل اس سے زیادہ مختلف فیہ تھے جس
میں خاص خاص مسائل یہ ہیں:۔ (۱) زمین کو قومی ملک بنا لیا جائے۔ (۲) باہر
سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر تحفظی محصول لگائے جائیں اور زمین کی قیمت
قرار دینے میں شرح محصول زیادہ سخت کر دیا جائے۔ ان میں سے پہلی تجویز
کہ زمین کی ذاتی ملکیت کے قاعدے کو بالکلیہ منسوخ کر دیا جائے کبھی بھی ایک
علمی مسئلہ سے آگے نہیں بڑھی اگرچہ اس کے جزاً یا کلاً اختیار کیے جانے کی تائید
نہ صرف مسلمہ اشتراکیوں نے بلکہ دوسرے استیصالیوں نے بھی علانیہ اور خانگی
طور پر کی[1] زمین کی قیمتیں قرار دینے کی تجویز کا منشا بالخصوص یہ تھا کہ غیر
مزروعہ زمین پر اس طرح محصول لگایا جائے کہ ان زمینوں کے مالکوں کو

[1] اس تجویز کی پرزور حمایت ایم۔ فارڈہم کی کتاب "مادرِ گیتی" Fordham: Mother Earth
مطبوعہ لندن ۱۹۰۸ء میں کی گئی ہے۔

ترغیب دے کر یا انھیں مجبور کر کے یہ زمینیں فروخت کے لئے پیش کر دی جائیں اور اس طرح چھوٹی چھوٹی اراضی داریوں کے قایم ہونے کا موقع بڑھ جائے۔

عام طور پر اتحادیوں کا خیال یہ تھا کہ باہر سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر تامینی محصول لگا کر زراعت میں تحریک ترقی پیدا کی جائے اور زرعی مزدوری بڑھا دی جائے دوسری طرف لبرلوں کی تجویز یہ تھی کہ ملکیت اراضی اور زرعی کاموں کی کیفیات میں براہ راست تغیر کر کے ان مقاصد کو حاصل کیا جائے۔ جنگ سے قبل کی دس برس کی لبرل حکمرانی کے اوائل حصص میں حکومت نے اس مسئلہ پر روزافزوں توجہ کی ۱۹۰۸ء کے "چھوٹی اراضی داری اور قطعات" کے قانون سے بعض جزورس اشخاص کو یہ موقع مل گیا کہ وہ زمین کے بعض چھوٹے چھوٹے ٹکڑے حاصل کرلیں اور بتدریج اس کی قیمت ادا کرتے رہیں۔ بعدازاں ۱۹۱۰ء کے متنازعہ فیہ مالیاتی قانون نے شرح محصول کی جدید استیصالی تجویزیں رائج کیں۔ ۱۹۱۰ء کے بعد یہ مسئلہ ازسرنو پیش ہوا خاص کر وزیر خزانہ مسٹر لائڈ جارج کے ہاتھوں ۱۹۱۲ء میں ایک نیم سرکاری "مجلس تحقیقات اراضی" کو یہ کام سپرد ہوا کہ وہ اجرت، وقت کار، سکونت، قوانین شتکار، قطعات اور مزید قبضہ اراضی کے حالات کی تحقیقات کرے[1] اور اس "آکلینڈ کمیٹی" نے ایک مدلل روداد اکتوبر ۱۹۰۳ء میں پیش کی۔ اس طرح پر جو حالات روشنی میں آئے، انھیں بنیاد قرار دے کر اصلاح کا ایک لائحہ عمل مرتب کیا گیا جس کے دو خاص مقاصد تھے (۱) دیہی آبادی کی بودوباش کی بہتری۔ (۲) زرعی پیداوار کی ترقی۔ قرار پایا کہ اول الذکر کا حصول راست و فوری کارروائی کے ذریعہ سے ہو اور ثانی الذکر غالباً بیشتر اور

---

[1] "مجلس تحقیقات اراضی کی روداد" (Report of the Land Enquiry Committee) جلد اول، دیہی، مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء، جلد دوم، شہری، مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء۔

زیادہ آہستگی کے ساتھ زرعی مزدوروں کی درستی حالت کے نتیجہ کے طور پر حاصل ہو۔ سب سے پہلے یہ تجویز کی گئی کہ ایک نئی وزارت "اراضیات" کے نام سے قائم کی جائے جس کے حدود اختیار ان تمام معاملات پر وسیع ہوں جن کا تعلق دیہی یا شہری زمینوں سے ہو[1]۔ وزیر اراضی کے تحت میں مقامی ماموریات مقرر کیے جائیں جنھیں خود اپنی مقررہ قیمتوں پر زمینیں خرید کرنے کا اختیار ہو جن کی ضرورت چھوٹے اراضی داریوں، باز یافتوں اور جنگل لگانے کے لیے ہو اور انھیں یہ بھی اختیار ہو کہ بید خلیوں کی تحقیقات کریں، ترقی حیثیت کے معاوضہ پر مجبور کریں اور بعض حالتوں میں لگان کا بھی تعین کر دیں۔ دوسری یہ تجویز ہوئی کہ آکلینڈ والی مجلس کی سفارشوں کے بموجب زرعی مزدوروں کو قانون کے ذریعے سے کمتر ین اجرت کا تحفظ حاصل ہو۔ اور یہی ماموریے مختلف مقامات کے لیے کمترین اجرت کا تعین کریں۔ اس کے علاوہ ان ماموریوں کو یہ بھی اختیار تھا کہ مزدوروں کے اوقات کار کا انضباط کریں۔ آخری امر یہ تھا کہ سکونت کے حالات کے لیے قومی تحقیقات کا انتظام کیا جائے، اور سلطنت بیمہ کے محفوظ سرمایوں سے کام لیکر تقریباً سوا لاکھ مکانوں کے بنانے کا انتظام کرے اور یہ مکانات مع باغ کے ٹکڑوں کے "معاشی کرایہ" پر مزدوروں کو دے دئے جائیں۔

ان حکمت عملیوں کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کابینہ کے مدتوں کے غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ کہ وہ عام وزارتی لائحہ عمل کے جزو کے طور پر شائع ہوئی تھیں۔ اسی حیثیت سے اتحادیوں نے ان پر اعتراضات کیے مگر یہ مخالفت اصول کے بجائے زیادہ تر جزئیات کے متعلق تھی اور اس پر بھی بے دلی کے ساتھ تھی۔ جنگ کی وجہ سے

---

[1] یہ بھی قرار پایا کہ مجلس زراعت اور متعدد دوسرے موجودہ صیغے اس نئے وزارت کی جانب منتقل ہو جانے چاہئیں۔

مناقشات بند ہو گئے مگر اس سے قبل ہی اتنا ہو گیا تھا کہ زرعی اصلاح کی وہ حریفانہ تجویزیں صاف عیاں ہو گئی تھیں، اتحادیوں کی تجویز یہ تھی کہ باہر سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر محصول لگا کر زراعت کو ترقی دیجائے لبرلوں کی تجویز یہ تھی کہ اس مقصد کو ملکیت اراضی اور زرعی مزدوروں کی کیفیات کی ترتیب جدید سے حاصل کیا جائے۔ انگلستان کو آئندہ برسوں میں جن مسائل سے سابقہ پڑنے والا ہے، ان میں سے یہ بھی ایک اہم ترین مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور جب کبھی پھر اس مسئلہ میں ہاتھ لگایا جائے گا تو اغلب یہی ہے کہ یہ ایک سیاسی مسلک بن جائے گا۔ کیونکہ زمیندارانہ اغراض و مقاصد کا اتحادی فریق سے بہت گہرا تعلق ہے[1]

[1] مسئلہ اراضی کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیئے:۔ پی۔ ایلڈن "عمومی انگلستان" P. Alden : Democratic England مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۲ء صفحات ۲۳۸۔ ۲۶۴۔ جی۔ پارکر "زمین، قوم اور سلطنت" G. Parker, The land the people and the state) مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ اے۔ ایچ۔ ایچ۔ میتھوز "زرعی سیاسیات کے پچاس برس" H.H. Mathews Fifty Years of Agricultural Politics) مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔ سی۔ ٹرنر "زمین اور شہنشاہی" C. Turnor, The land and the Empire مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء۔ جے۔ کالنگس "اصلاح اراضی" (J. Collings. Land Reform) مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ آر۔ کرٹلر "انگلستان کی زراعت کی مختصر تاریخ" W. R. Cutler: Short History of English Agriculture مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۹ء۔ ڈبلیو۔ آر۔ ڈی۔ ایڈکنس "طریق لبرل اور زمین" W. R. D. Adkins: Liberalism and the Land," مطبوعہ کانٹیمپوریری ریویو، اپریل ۱۹۱۳ء۔ بی۔ ایس۔ راؤنٹری "اصلاح اراضی زرعی" B.S. Rowntree; Rural Land Reform ایضاً نومبر ۱۹۱۳ء۔

معاشرتی مسائل
سرکاری کلیسا کی حیثیت

زمانہ جدید کی آزاد خیالی کا ایک ممتاز عقیدہ کلیسا اور مملکت کو علیحدہ کرنے کا ہے گر یہ اصول مکمل طور پر صرف چند ہی ملکوں میں عمل میں آیا ہے اور برطانیہ عظمیٰ انھیں ممالک میں سے ہے [لہ] لیکن یہ ضرور ہے کہ زمانہ حال کی برطانیہ میں کلیسا اور مملکت کا تعلق اتنا گہرا نہیں ہے جتنا سابق کی صدیوں میں تھا۔ پھر بھی یہ تعلق مختلف اعتبارات سے قوم کے معاملات پر اثر رکھتا ہے اور اس کے جاری رہنے کا معاملہ نہایت دلچسپی واہمیت کا سیاسی مسئلہ بن گیا ہے۔

کلیسائے انگلستان اس اعتبار سے قائم شدہ (سرکاری) کلیسا ہے کہ مملکت اسے تسلیم کرتی اور اس کے ساتھ قوم انگلشیہ کے تاریخی قومی کلیسا کی حیثیت سے برتاؤ کرتی اور اسے دستورِ مملکت کا ایک ضروری جزو سمجھتی ہے۔ اس کلیسہ کا عقیدہ جو انتالیس دفعات پر مشتمل ہے اسے ایک کلیسائی جماعت نے جو "اجتماع" مذہبی کے نام سے مشہور ہے وضع کیا تھا مگر اسے آخری سند ۱۵۷۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے رو سے حاصل ہوئی اسی طرح "کتاب ادعیہ" جو رسوم مذہبی پر شامل ہے وہ ۱۶۶۲ء کے قانون یکرنگی کے رو سے منظور ہوئی تھی۔ الغرض بغیر پارلیمنٹ کے تحریری قانون کے عقیدے یا رسوم میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ نیز تنظیم کا تعین یا توثیق بھی سلطنت کی طرف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ قبل ازیں پارلیمنٹ کے قانون سے یہ متعین ہو گیا تھا کہ انگلستان اور ویلز کنٹربری اور یارک کے دو صوبوں میں تقسیم کر دئے جائیں اور ہر ایک کا صدر ایک اسقف اعظم ہو اور ایک میں انتالیس اسقفیاں ہوں اور دوسرے میں دس۔ پارلیمنٹ ہی کے قوانین (یعنی قوانین کلیسائے ویلز نے جن کا نفاذ ۳۱ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہوا)

لہ۔ یہ اشارہ کر دینا چاہیے کہ برطانی قلمرو کی حکومتِ خود اختیاری رکھنے والے ممالک میں سے اب کسی ملک میں سرکاری کلیسا نہیں رہا ہے۔

نے کنٹربری کے صوبہ سے ویلز اور منمتھ شائر کو نکال لیا اور اس طرح جنوبی صوبے میں صرف تیس اسقفیاں باقی رہیں[1]۔ مزید برآں پادریوں کا تقرر بالواسطہ یا بلا واسطہ حکومت کی طرف سے ہوتا ہے۔ ظاہرا طور پر اسقف اور اسقف اعظم کا انتخاب اب بھی اسقفی گرجے کے رئیس کنیسہ اور کنیسوں کی طرف سے ہوتا ہے مگر تاج کے جس فرمان سے انتخاب کا اختیار حاصل ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی ایک "خط نامزدگی" بھی ہوتا ہے جس میں یہ بتا دیا جاتا ہے کہ کس شخص کا انتخاب کیا جائے۔ تقرر درحقیقت وزیر اعظم کی طرف سے ہوتا ہے۔ روساء کنیسہ بھی بالعموم اسی طرح مقرر ہوتے ہیں اور کنیسوں کا تقرر بھی زیادہ تر یونہی ہوتا ہے۔ روسائے الشماسہ اور دیہاتی روسائے کنیسہ جو اسقف کی مدد کرتے ہیں' ان کا تقرر اسقف کرتا ہے۔ حلقۂ مذہبی کے خوری' اسقف ایرشیہ "نائب اسقف" اگرچہ قسیسیت کا درجہ سابقاً اسقف کے حکم سے حاصل کرتے ہیں مگر عہدے پر ان کا انتخاب علی العموم' تاج' لارڈ چانسلر' اسقف' جامعہ یا کسی ایسے ہی دوسرے مذہبی یا غیر مذہبی شخص یا جماعت کے رہین منت ہوتا ہے جس نے اس "جاگیر پر تقرر" کا حق حاصل کر لیا ہو۔

پس کلیسائی تنظیم کی ایک ایسی عجیب و غریب حالت ہے کہ وہ خود اپنے عقیدہ کا تعین نہیں کرتا' نہ خود اپنے مراسم کی ترتیب و نظرثانی کرتا ہے' نہ خود اپنی ہیئت اور صورت قرار دیتا ہے' تا آنکہ خود اپنے عہدہ داروں تک کا انتخاب نہیں کرتا۔ وہ کوئی جماعت مشخصہ بھی نہیں ہے اور اس لئے ایک تنظیم کی حیثیت سے وہ کوئی ملک بھی نہیں رکھ سکتا حالانکہ خود اس کے اندر بہت سی مشخصہ جماعتیں ہیں جنہیں قبضہ املاک کے پورے حقوق حاصل ہیں۔ کنٹربری اور یارک کے اجتماعات

---

[1] ۔ چونکہ ایک ایک اسقفی خود اسقف اعظم کی تفویض ہوتی ہے اس وجہ سے دونوں صوبوں میں اسقفوں کی تعداد علی الترتیب بائیس اور نو ہے۔

مذہبی کی صورت میں اس کے قبضے میں دو نیم تشریعی جماعتیں ہیں مگر یہ جماعتیں بادشاہ یا پارلیمنٹ یا دونوں کی منظوری کے بغیر کوئی اہم کام نہیں کر سکتیں[1] اساقفہ اور اساقفہ اعظم کی عدالتیں اب بھی موجود ہیں مگر عقد و وصیت کے مقدمات کے متعلق ان کے اختیارات مدت سے دنیاوی عدالتوں کے ہاتھوں میں جا چکے ہیں اور کلیسائی جرموں کے متعلق پادریوں یا عامانیوں کو قید کرنے کا اختیار درحقیقت کبھی عمل میں نہیں آتا۔

کلیسا کی مالی تائید تین خاص ذرائع سے ہوتی ہے: لگان عشر نذر و نیاز۔ کسی نہ کسی طرح سے مختلف کلیسائی عہدہ داروں اور جماعتوں کے قبضے میں بہت وسیع زمین آگئی ہے اور اس کی میعاد اکثر صورتوں میں دائمی، لگان اور دوسری آمدنیاں زیادہ تر اساقفہ کے مدو خرچ میں جاتی ہیں، پیرش کے پادری اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ عشر سے پاتے ہیں اور مدتوں کے مسلسل جھگڑوں سے اب عشر لگان کی صورت میں آگئے ہیں جو حصہ رسدی پیرش کی ان تمام زمینوں پر عاید کر دئے جاتے ہیں جو اس قابل ہوتی ہیں اور ان کا اندازہ اس فرق کے بموجب کیا جاتا ہے جو عشر کے عاید کرنے سے سات برس قبل گیہوں، جئے اور جو کی اوسط قیمت اور انھیں اشیا کی اس قیمت میں ہو جو ۱۸۳۶ء کے "قانون تبادلہ عشر" کے منظور ہونے کے وقت تھی لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ عشر کی تمام آمدنی پادریوں ہی کو نہیں مل جاتی اور غیر جانبدار مصنفین کی رائے کے بموجب خود عشر ہی کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مذہب کی امداد کے لئے سرکاری محصول ہے[2]

---

[1] ۔ ان اجتماعات کے اختیارات "قانون فرمانبرداری قسیس" کے بموجب منضبط ہیں، جو ۱۵۳۳ء میں منظور ہوا تھا، ہر جماعت میں دو ایوان ہیں، ایوان بالائی میں اسقف اعظم اور اساقفہ ہوتے ہیں، ایوان زیریں اسقافہ ایرشیہ اور ان کے ساتھ بعض دوسرے چھوٹے درجہ کے نمائندوں پر مشتمل ہے۔

[2] ۔ لوول، "حکومت انگلستان" Lowell : Government of England جلد دوم صفحہ ۳۷۵۔

کلیسا اب پارلیمنٹ سے قومی امداد نہیں پاتا ہے، یعنی عام الفاظ میں یہ کہنا چاہیئے کہ اسے کسی قسم کے سرکاری محصول سے متعلق کوئی مدد نہیں ملتی۔

کلیسا کی موقوفی کا سوال

کلیسا اور اس کے امتیازات کے متعلق گزشتہ صدیوں میں بہت کچھ بحث مباحثہ ہو چکا ہے اور اکثر کلیسا کی موقوفی کا مطالبہ کیا جا چکا ہے۔ ادھر حال کے زمانہ میں اس تغیر کی تائید خود کلیسا کے بعض ان اعلیٰ افراد نے کی جو کلیسا کو مملکت کی نگرانی سے نکالنا چاہتے ہیں۔ مگر اس تجویز پر زور دینے والے زیادہ تر جماعتی اصطباغی، پربسٹرین، میتھوڈسٹ اور منحرفین ہیں، یہ جماعتیں موجودہ صدی کے شروع ہونے سے کچھ ہی قبل ایک "آزاد کلیسائی وفاقیہ" میں مجتمع ہو گئی تھیں جس کا کام یہ تھا سرکاری کلیسا کے بالمقابل منحرفین کے اغراض و مقاصد کو برقرار رکھیں اور کلیسا کی منسوخی کی ایک عام تجویز کی تائید کریں۔ کلیسا کی موقوفی[1] کے دلائل کم و بیش حسب ذیل تھے:۔ (۱) سرکاری کلیسا کی باامتیاز حیثیت دوسری مذہبی جماعتوں کے لحاظ نامنصفانہ ہے۔ ان جماعتوں کے پیرو بھی کم و بیش اتنی ہی ہیں جتنے سرکاری کلیسا کے پیرو ہیں۔ (۲) سرکاری کلیسا کے اوقاف تاریخی حیثیت سے قومی ملک ہیں اور ان کی چھ لاکھ پاؤنڈ سالانہ آمدنی کو قومی اغراض کے لیئے آزاد ہونا چاہیئے۔ (۳) اساقفہ کا دارالامرا میں شمول اور کلیسائے انگلستان کے پادریوں کا سرکاری اعزازوں کا تنہا اجارہ دار بن جانا دوسرے فرقوں کے پادریوں کے لیئے نامنصفانہ ہے۔ (۴) سرکاری کلیسا ایک ایسے طبقہ کو برقرار رکھتا ہے جو خود صاحب امتیاز ہونے کی وجہ سے بالطبع امتیاز و اجارہ کا حلیف بنا ہوا ہے اور سیاسی و معاشری اصلاح میں حائل ہے۔ (۵) سرکاری کلیسا کی منسوخی سے

---

[1] نظریئے کے رو سے موقوفی کا مسئلہ انفکاک اوقاف کے مسئلہ سے علیحدہ ہے، لیکن ایک تغیر عمل میں آئے تو اس میں دوسرا تغیر بھی بالیقین داخل ہو جائے گا۔

وہ روک اٹھ جائے گی جو اخلاقی و معاشرتی ترقی کے اغراض میں مذہبی جماعتوں کے دوستانہ تعاون کی راہ میں حائل ہے۔ (۶) سرکاری نگرانی سے آزاد ہو جانے سے کلیسا میں نیا زور و جوش پیدا ہو جائے گا۔ دوسری طرف یہ زور دیا جاتا ہے کہ (۱) موقوفی کلیسا سے انفکاک اوقاف کا راستہ کھل جائیگا اور انفکاک اوقاف کے معنی خالص ضبطی کے ہیں کیونکہ کلیسا کی ملک قومی ملک نہیں ہے بلکہ وہ امانتی ملک ہے جو کلیسا کو خالص مذہبی اغراض کے لئے دی گئی ہے۔ (۲) انفکاک اوقاف کی وجہ سے کلیسا اپنی آمدنی کے ایک بہت بڑے حصہ سے محروم ہو جائے گا اور اس طرح اس کی سرگرمیاں محدود ہو جائیں گی جس سے قوم کے اخلاقی اور مذہبی زندگی کو نقصان پہنچے گا۔ (۳) موقوفی سے اہل کلیسا کے دلوں میں ایسا سخت عناد پیدا ہو جائے گا کہ اس سے مذہبی جماعتوں کے درمیان ہم آہنگی کو ترقی نہ ہوگی بلکہ اس سے برعکس ہوگا۔ (۴) دارالامرا میں اساقفہ کی موجودگی سرکاری کلیسا کے قیام کے لئے لازمی و ضروری نہیں ہے (۵) سرکاری کلیسا کے وجود سے مذہبی عدم مساوات لازم نہیں آتی کیونکہ کسی شخص کو اپنے مذہبی میلانات کی پیروی کی ممانعت نہیں ہے۔

ایک تنظیم کی حیثیت سے کلیسا سیاسیات میں بہت کم حصہ لیتا ہے اور لے سکتا ہے۔ حال کے ایک مصنف نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کسی قسم کے اجتماعی فعل کے لئے کلیسا کی قابلیت بہت ہی محدود ہے۔ لیکن پھر بھی اپنے شغل کے اعتبار سے اینگلیکی پادری سیاسیات میں تقریباً تمام کے تمام اتحادی گروہ کے اراکین ہیں، اور ان کا یقین یہ ہے کہ خود ان کے اغراض و مقاصد اور نیز اس کلیسا کے اغراض و مقاصد جس کی وہ خدمت کرتے ہیں، وہ سب قطعاً اتحادی فریق کی قسمتوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ دوسری طرف منحرف گروہ کے پادری اور بیشتر عام اشخاص لبرل طریق کے پیرو ہیں، اور

اور ملاحظہ ہو صفحہ (۳۱۰)

"آزاد کلیسائی و فاقیہ" پارلیمنٹ و مقامی انتخابی مہموں میں مستعدانہ حصہ لینے سے نہیں جھجکتی۔ فریقانہ صف بندی اور جلت پھرت کی مذہبی بنیاد ۱۹۰۲ء کے قانون تعلیمات اور اس کے نفاذ کے اختلافات آرا سے بہت کچھ مشتعل اور تیز ہوگئی۔

ویلز میں موقوفی کلیسا

۱۸۶۹ء میں آئرستان میں سرکاری کلیسا کی موقوفی اور جزوی انفکاک اوقاف کے قانون کے منظور ہو جانے کے بعد فریقانہ بحث بہ خصوصیت کے ساتھ ویلز کے کلیسا کی منسوخی پر زور دیا جاتا تھا۔ جنگ کے قبل کے لبرلوں کی نسبت یہ مسلم تھا کہ وہ اسکاٹلینڈ میں پرسبٹیرینی طریق کی منسوخی کے جانبدار ہیں اور ان کے مضبوط عناصر انگلستان میں اینگلیکی طریق کی منسوخی کا بھی مطالبہ کرتے تھے[۱] لیکن ویلز نے اس حملہ کا بہترین موقع مہیا کر دیا۔ "قومی لبرل و فاقیہ" کے لائحہ عمل کے اندر تقریباً اس تنظیم کے ۱۸۸۷ء میں آغاز ہونے کے وقت ہی سے کلیسائے ویلز کی موقوفی کا مسئلہ شامل تھا۔ ۱۸۹۵ء میں جب روزبری کی وزارت نے استعفا دیا ہے اس وقت اس مقصد کا ایک مسودۂ قانون دارالعوام کے روبرو پیش تھا، اور دوسرا مسودۂ قانون جو ۱۹۰۹ء میں پیش ہوا وہ لائڈ جارج کے موازنہ کے معرکہ آرائی کے زمانہ میں واپس لے لیا گیا۔ اس تغیر کے دلائل زیادہ تر حسب ذیل رہے ہیں:- (۱) منحرفوں کی تعداد کلیسائے انگلستان کے پیرؤں سے تین اور ایک کے تناسب سے زیادہ ہے (۲) "ویلز کا کلیسا ایک غیر ملکی کلیسا ہے جو قوم سے کچھ رابطہ نہیں رکھتا اور نہ اس کا کچھ اثر ہے" (۳) قوم کا بیشتر حصہ بزور طور پر موقوفی کا خواہاں ہے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ پارلیمنٹ

---

[۱] ۱۹۰۶ء کے مسودہ قانون تعلیمات کے دارالامرا میں مسترد ہو جانے کے باعث جوش میں آکر دارالعوام نے ۱۹۰۷ء میں ۹۰ کے مقابلہ میں ۱۹۸ رایوں سے ایک قرارداد یہ منظور کی کہ کلیسائے انگلستان و کلیسائے ویلز دونوں منسوخ کردئے جائیں۔

کے لئے وہاں سے برابر لبرل ارکان ہی بکثرت منتخب ہوتے ہیں۔ ان دعاوی کے متعلق اینگلیکی یا اتحادی جوابات زیادہ تر حسب ذیل ہیں:۔ (۱) ویلز[1] میں بھی کلیسا سب سے بڑی واحد مذہبی جماعت ہے۔ (۲) کلیسا ویلز میں اس سے زیادہ بیرونی نہیں ہے جتنا انگلستان میں ہے انگلستان اور ویلز کے درمیان موجودہ تعلقات کے قائم ہونے سے مدتوں پہلے سے وہاں کلیسا قائم ہے۔ (۳) ویلز کا کلیسا انگلستان کے عام کلیسا کا ایک لابدی جزو ہے اس تغیر سے کلیسائے انگلستان کی قوت میں فتور آجائے گا۔ (۴) منحرف گروہ خود اپنے ادارات میں انگلستان اور ویلز میں تفریق نہیں کرتے۔ (۵) اس برطرفی کے لئے ویلز کے جانب سے کسی پرزور عام مطالبہ کا ثبوت اس کے سوا نہیں ہے کہ اس کے پارلیمنٹی نمایندوں کا حصہ کثیر اس خیال کا جانبدار ہے، بس اس واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

سنہ ۱۹۱۱ء تک ہمیشہ یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ اتحادی دارالامرا کی مخالفت کی وجہ سے منسوخی کا ہر ایک مسودہ قانون ناکام رہے گا۔ لیکن قانون پارلیمنٹ نے اختلافی مسائل کو بلا رضامندی ایوان بالائی قانون بنا لینے کا راستہ کھول دیا، اور سنہ ۱۹۱۲ء میں حکومت نے کلیسائے ویلز کی منسوخی کا مسودۂ قانون پیش کر دیا جو سنہ ۱۸۹۴ء اور سنہ ۱۹۰۹ء کے تجاویز کے طریقوں پر مرتب ہوا تھا۔ امرا نے وہی روش اختیار کی جس کی توقع تھی۔ مگر یہ مسودہ قانون (جس میں ویلز کے ساتھ انگلستان کے ضلع منمتھ میں بھی کلیسا کی منسوخی کی تجویز کی گئی تھی)

[1] سنہ ۱۹۰۶ء میں اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ایک شاہی مامور یہ مقرر ہوا تھا اس کی روداد یہ ہے کہ سرکاری کلیسا کے پیروؤں کی تعداد ۱۹۳٬۰۸۱ ہے اس کے مقابلے میں ۱۷۵٬۱۴۷ جماعتی، ۱۷۰٬۶۱۷ کالوینی ضابطہ پسند اور ۱۲۳٬۰۰۰ اصطباغی ہیں۔ اس روداد میں جملہ منحرفوں کی مجموعی تعداد ۵۵۰٬۲۸۰ بتائی گئی۔

ایوانِ بالائی میں تین متواتر میقاتوں میں منظور ہوگیا۔ اور ۱۹۱۴ء میں وہ پہلی غیر مالیاتی تجویز تھی جو قانونِ پارلیمنٹ کے شرائط کے تحت کتاب قوانین پر ثبت ہوئی۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ میں کلیسا کی منسوخی کا مسئلہ بعد کے غور کے لئے ملتوی رہا۔ طولانی معرکہ آرائی کے بعد ویلز اور منمتھ شایر میں واقعی منسوخی جنگ کے بعد تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔ ۱۹۱۹ء کے "قانون مقبوضات دنیوی" کے بموجب کسی قدر ترمیم ہو کر "قانون منسوخی کلیسائے ویلز" ۳۱ مارچ ۱۹۲۰ء کو نافذ العمل ہوگیا[1]۔

---

[1] کلیسائے انگلستان کے تاریخی ارتقا کا خاکہ جنکس نے اپنی کتاب ذیل میں دیا ہے۔ "حکومتِ شہنشاہی برطانیہ" Jenks, Government of the British Empire باب ہیز دہم۔ کلیسا کی عام حیثیت و تنظیم کا بیان لوئل نے دیا ہے "حکومتِ انگلستان" Lowell: Government of England. جلد دوم ابواب ۵۱-۵۲۔ کلیسا کی ایک عمدہ مختصر تاریخ کلیسائے اعلیٰ کے ایک پیرو ایچ۔ او۔ ویکمن کی لکھی ہوئی ہے:۔ "تقریب تاریخ کلیسائے انگلستان" H.O. Wakeman, Introduction to the History of the Church of England مطبوعہ لندن ۱۸۹۶ء موتوفی کے خلاف مستند دلیل لارڈ سیلبورن کی کتاب ہے:۔ "انفساخ کے خلاف کلیسائے انگلستان کی حمایت" Lord Selborne, Defence of the Church of England against Disestablishment ای۔ اے فریمن نے بھی اس موضوع پر شاندار بحث کی ہے: "موقوفی کلیسا و انفکاک اوقاف" E. A. Freeman, Disestablishment and Disendowment, ویلز سے متعلق انفساخ کے معاملہ پر کتب ذیل میں دلائل دئے گئے ہیں:۔ پی۔ ڈبلیو۔ ولسن، "موقوفی کلیسائے ویلز" P. W. Wilson, Welsh Disestablishment مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ اے ڈل "ویلز کا کلیسا" A. Dell, The Church in Wales مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء اس کے علاوہ ڈرہم کے کا مضمون "انگلستان میں کلیسا و سلطنت"

مسئلۂ تعلیمات جنگ سے قبل کے عشرے میں جس مسئلہ نے فریقوں میں سخت تفریق پیدا کر دی اور جس نے خاص خاص مذہبی جماعتوں کو ہمیشہ سے زیادہ عمیق طور پر سیاسیات کے اندر کھینچ لیا وہ مسئلۂ تعلیمات عامہ کا مسئلہ تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس تعلیمی اختلاف آرا کو فی نفسہ تعلیم سے کچھ ایسا سروکار نہ تھا۔ اسے اس سے بحث نہ تھی کہ لڑکوں کو کس طرح تعلیم دیجائے، کونسے مضامین پڑھائے جائیں، تعلیم کب شروع ہو اور کب ختم ہو، اور خالص علمی نوعیت کے معاملات سے تو اسے اور بھی کم تعلق تھا۔ اس مسئلہ کی سیاسی اہمیت جو کچھ تھی اور اب بھی ہے وہ زیادہ تر ان کثیر التعداد ابتدائی و ثانوی مدارس کی حیثیت اور بالخصوص ان کی مالی مدد سے متعلق تھی جو سرکاری کلیسا کی اولوالعزمی سے جاری تھے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ سرکاری کلیسا اور انحراف کے تصادم کی یہ بھی ایک صورت تھی۔

دوسرے مقامات کی طرح انگلستان میں بھی ازمنۂ وسطیٰ میں اور نیز بہت دنوں تک ازمنہ جدیدہ کے اندر تعلیم کی سہولتوں کا مہیا کرنا کلیسائی اور شخصی فیاضی پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ درحقیقت مغربی یورپ کے سربرآوردہ ملکوں میں انگلستان آخری ملک تھا جس میں سلطنت نے اس ضمن میں اپنی ذمہ داری کو تسلیم و قبول کیا۔ ابتدائی تعلیم کی امداد میں پارلیمنٹی عطیوں کا آغاز صرف ۱۸۳۳ء سے ہوا ہے، اور ۱۸۷۰ء تک یہ کوشش نہیں کی گئی کہ مدرسوں کی تعداد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ "اڈنبرا ریویو" اکتوبر ۱۹۱۶ء بھی دیکھنا چاہئے۔ کلیسا اور حکومت کے عام مسئلہ پر تاریخانہ فلسفیانہ تبصرہ ان۔ جے فگس نے کیا ہے "سلطنت جدیدہ کے کلیسے" J. N. Figgis, Churches in the Modern State. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۳ء۔ انگلستان کی قدیم تر ہیئتوں کا بیان ایچ۔ ایم۔ گواٹکن کی کتاب میں ہوا ہے، "ملکہ این کے انتقال کے وقت انگلستان میں کلیسا و سلطنت" H. M. Gwatkin, Church and State in England to the Death of Queen Anne مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء۔

ان کے اوصاف اور ان کی تقسیم میں جو نمایاں خامیاں تھیں انھیں سلطنت کی امداد سے باقاعدہ درست کیا جائے۔' اس دوران میں مدرسوں کا انصرام زیادہ تر دو بڑے مذہبی اداراے کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا تھا' ایک "غربا میں سرکاری کلیسائی اصول کی تعلیم کو ترقی دینے کی قومی مجلس" تھی جو ۱۸۱۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اور دوسری اس کی رقیب "منحرفین کی برطانی و خارجی مجلس مدارس" جو ۱۸۱۴ء میں وقوع میں آئی تھی۔ فارسٹر کے ۱۸۷۰ء والے قانون تعلیمات کا منشا یہ تھا (جیسا کہ خود اس کے واضع نے دارالعوام میں بیان کیا تھا) کہ "رضاکارانہ نظم کو تکمیل کیا جائے اور خلاؤں کو پر کیا جائے۔" اس قانون نے ملک کو مدرسی اضلاع میں تقسیم کر دیا اور یہ قرار دیا کہ جس صوبے میں مدرسی سہولتیں ناکافی ہوں' اس میں محصول دہندگان ایک مدرسی مجلس کا انتخاب کریں جسے نئے مدرسوں کے قائم کرنے' ان کے قیام کے لئے محصول لگانے اور حاضری پر مجبور کرنے کے اختیارات ہوں آئندہ سالوں میں اس طرح پر کثیر التعداد مدرسی مجلسیں بن گئیں اور بہت سے "مجلسی" مدرسے قائم ہو گئے۔ بس اس طرح ۱۸۷۰ء کے بعد سے انگلستان میں دو خاص قسم کے مدرسے پیدا ہو گئے۔ (۱) ایک مجلسی مدرسے تھے جو پارلیمنٹ کے سالانہ عطیات میں سے حصہ پاتے تھے مگر ان کا خرچ زیادہ تر مقامی محصول اور معاوضۂ تعلیمی سے چلتا تھا' (۲) دوسرے "رضاکارانہ" مدرسے تھے' یہ بھی پارلیمنٹی عطیات میں شریک تھے مگر ان کا انحصار زیادہ تر شخصی فیاضی اور معاوضۂ تعلیمی پر تھا۔ مجلسی مدرسے سرکاری نگرانی میں تھے' رضاکارانہ مدارس فرقہ وارانہ اور زیادہ تر کلیسائے انگلستان کی نگرانی میں تھے' موخر الذکر کو مقامی محصول میں سے مدد پانے کا استحقاق نہیں تھا۔

۱۸۷۰ء کے قانون کے متعلق اگرچہ جان برائٹ نے علی رؤس الاشہاد یہ کہا تھا کہ "۱۸۳۲ء کے بعد سے لبرل حکومت نے جتنے قوانین منظور کئے ہیں ان سب میں یہ بدترین قانون ہے" مگر پھر بھی اس نے انگریزوں

کی تعلیم کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کر دیا تھا۔ ۱۸۸۰ء میں حاضری لازمی قرار دی گئی اور ۱۸۹۱ء میں ابتدائی تعلیم مفت کردی گئی، اور یہ دونوں اسی قانون ہی کا منطقی نتیجہ تھے۔ لیکن جس قدر زمانہ گزرتا گیا رضاکارانہ مدارس کے سرمایہ کے مشکلات زیادہ ہوتے گئے اور محصول سے امداد پانے والے مجلسی مدرسوں کے مقابلہ میں وہ خسارے میں آتے گئے۔ شخصی فیاضیاں کتنی ہی کچھ ہوں مگر غیر منضبط و غیر متیقن ہیں۔ اور "عطیہ بموجب نتائج" کے اصول کے تحت (جس کا اجرا ۱۸۶۱ء میں ہوا تھا) صدی کے اختتام کے قریب قومی تعلیمی امداد میں کلیسائی مدرسوں کا حصہ برابر کم ہوتا گیا۔ پارلیمنٹ سے امداد چاہی گئی اور ۱۸۹۷ء میں زیادہ عطیے دینے قرار پائے مگر اس سے صورت حال میں کچھ زیادہ ترقی نہیں ہوئی اور شورانگیزی جاری رہی تآنکہ ۱۹۰۲ء میں ایک عظیم قانون تعلیمات اس غرض سے منظور ہوا کہ دونوں قسم کے مدرسوں کے مالی وسائل کو برابر کر دیا جائے۔ اس کارروائی کو زور و تحرک زیادہ تر سرکاری کلیسا سے حاصل ہوا اور اسے کتاب قوانین پر مسٹر بالفور کی اتحادی حکومت کی سرکردگی میں ۱۹۰۰ء کی منتخب شدہ "خاکی پوشش" پارلیمنٹ نے ثبت کیا۔

۱۹۰۲ء کا قانون تمامتر مختلف فیہ نہیں تھا، جس دفعہ کی رو سے مدرسی مجلسیں منسوخ کی گئیں اور سرکاری امداد پانے والے مدرسوں کا انتظام صوبہ، برو اور ضلع کی کونسلوں کے سپرد کر دیا گیا، اس دفعہ کی شدید مخالفت نہیں کی گئی، مگر اس قانون کے خاص حصے یعنی ان دفعات نے جن کے بموجب رضاکارانہ مدرسوں کو مقامی محصول سے حصہ دلایا گیا تھا، انھوں نے ایسے فریقانہ جذبات مشتعل کر دیئے کہ اس عشرے کے اندر کسی قانون کے سلسلے میں ایسا نہیں ہوا تھا، مختصر یہ کہ اس قانون میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ کونسلیں مقامی محصول لگانے والی

اور خرچ کرنے والی جماعتوں کی حیثیت سے ان محصولوں سے تا حد ضرورت سابق کے مجلسی مدرسوں اور رضا کارانہ مدرسوں دونوں کو یکساں مدد دیں اور نیز یہ کہ دنیاوی مدرسوں کا انتظام کونسلوں کی مدرسی مجالس کے ہاتھ میں رہے مگر فرقہ داری مدرسوں کی نگرانی چھ ارکان کی مقامی مجالس کے ذریعہ سے ہو، ان میں سے دو رکن کونسل کی نمائندگی کریں اور چار مخصوص فرقہ کی کسی "امدادی" یا سابق کے مجلسی مدرسہ میں کسی قسم کی ایسی مذہبی تعلیم نہ دیجائے جو کسی خاص فرقہ کی ممیز تعلیم ہو اور محصولوں سے مدد پانے کے لئے فرقہ داری مدرسوں کو مذہبی تعلیم اس شرط کے ساتھ دینا چاہیے کہ وہ کامل اجازت اس امر کی دیدے کہ طلبا اس مذہبی تعلیم سے غیر حاضر ہو سکیں[1]

لبرل فریق کے حصہ کثیر کی پشت پناہی سے منحرفین نے اس تجویز سے پرزور مخالفت کی۔ اس میں سے بہت سے ایسے تھے جو انگلیکی مدرسوں کی مالی مشکلات پر اپنی مسرت کو پوشیدہ نہیں رکھتے تھے، انھیں امید یہ تھی کہ یہ مدرسے یا تو اپنے فرقہ داری تعلق کو بالکلیہ ترک کرنے پر مجبور ہو جائینگے ورنہ گھٹتے گھٹتے تعلیمی نظم سے بالکل غائب ہو جائینگے۔ اس قسم کے لوگوں کو یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا کہ ان مدرسوں کو نہ صرف زندگی کا نیا پٹہ مل گیا بلکہ گزشتہ پچاس برس کے اندر تعلیمی نظم میں ان کی جو حیثیت تھی اس سے زیادہ پرنفع اور مستحکم حیثیت انھیں حاصل ہوگئی۔ اس امر واقعہ سے کافی طور پر کام لیا گیا کہ اس قانون نے ایک طرف تو رضا کارانہ مدرسوں کا تقریباً کل خرچ محاصل عامہ پر عاید کر دیا ہے اور دوسری طرف ان مدرسوں کا واقعی انتظام (جس میں چند قیود کے ساتھ استادوں کا تقرر بھی

---

[1] قانون تعلیمات کے اہم حصص کے موزوں انتخاب کے لئے جے۔ سی۔ گرنیف کی کتاب دیکھنا چاہیئے:۔ برطانیۂ عظمیٰ ابتدائی مدرسوں کا ارتقا، C.C Greenough,
Evolution of Elementary Schools of Great Britain
مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۳ء صفحات ۱۹۲۔ ۲۳۷۔

شامل ہے)"اہل فرقہ کے ہاتھوں میں رہنے دیا ہے۔ اس قانون کو اس بنا پر مردود قرار دیا گیا کہ یہ سرکاری کلیسا کی طاقت کو بڑھانے کی ایک تدبیر ہے، اور اس کے خلاف یہ دلیل پیش کی گئی کہ جس پارلیمنٹ کا انتخاب جنگ جنوبی افریقہ کے مسئلہ پر ہوا ہو اسے کوئی اخلاقی حق اس امر کا نہیں حاصل ہے کہ وہ ایک ایسے موضوع ایک ایسا انقلابی قانون بنائے۔ کچھ زمانہ تک اس قانون کے نفاذ میں شدید دقت حائل کی گئی۔ عبادت عام سے اتفاق نہ کرنے والے ہزاروں اشخاص نے ان محصولوں کے ادا کرنے سے انکار کر دیا جن سے فرقہ داری مدرسوں کو مدد ملتی، نتیجہ یہ ہوا کہ محصول کے پورا کرنے کے لئے سرکاری عہدہ داروں نے ان کے مملوکات فروخت کر دئے۔ ستر ہزار سے زیادہ اشخاص عدالتوں میں طلب ہوئے اور بہت سے قید ہوئے۔ کچھ وقت گزرنے پر یہ جوش سرد پڑ گیا مگر سیاسیات میں اس مسئلہ کو سب سے بلند جگہ اس وقت تک حاصل رہی تاآنکہ مسٹر چیمبرلین کے محاصل درآمد و برآمد کی اصلاح کے تجاویز کی وجہ سے اس مسئلے کی اہمیت کم ہو گئی، اور ۱۹۰۶ء کے پارلیمنٹی انتخابات میں اتحادی فریق کو جو شدید شکست نصیب ہوئی اس کے خاص اسباب میں ایک سبب اس مسئلہ پر جذبات کا مشتعل ہو جانا بھی تھا۔

لبرل منحرفین کی جانبداری کے کاملاً پابند ہو کر برسر اقتدار ہوئے اور انھوں نے سب سے پہلے جو عظیم قوانین پارلیمنٹ میں منظور کرانا چاہے ان میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ عام ابتدائی تعلیم کو اگر بالکلیہ دنیاوی نہ بنا لیا جائے تو بھی اسے فرقہ داری نہ رکھا جائے۔ ۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو مجلس تعلیمات کے صدر مسٹر آگسٹین برل نے جو مسودۂ قانون پیش کیا تھا اس کے خاص شرائط حسب ذیل ہیں:- (۱) یکم جنوری ۱۹۰۸ء کے بعد سے صرف وہی مدرسے مدارس عامہ سمجھے جائیں اور انھیں مدرسوں کو سرمایۂ عامہ سے (خواہ قومی ہو یا مقامی) مدد ملنے کا حق ہوگا جو مقامی

ادارات کے قائم کردہ، امداد یافتہ اور زیر نگرانی ہونگے۔ (۲) تاریخ مذکورہ کے بعد سے مدارس عامہ میں استادوں کے لیے کسی قسم کے مذہبی آزمائش کی ضرورت نہ ہوگی (۳) جن فرقہ داری مدرسوں کو مقامی حکام نے اپنے قبضے میں لیلیا ہوگا ان میں ہفتہ میں دو روز صبح کو ایسے لوگوں کو جو اس کے خواہاں ہوں فرقہ داری مذہبی تعلیم دی جاسکے گی مگر یہ تعلیم ایسے لوگ دینگے جو باقاعدہ استاد نہ ہوں اور یہ تعلیم سرکاری خرچ سے بھی نہ ہوگی۔ بظاہر اس مسودہ قانون کے مقاصد یہ تھے کہ جن ابتدائی مدارس کو سرمایہ عامہ سے مدد ملتی ہو وہ سب کے سب انتظام عام کے تحت آجائیں، ہر لڑکے کی رسائی میں کسی نہ کسی غیر فرقہ داری مدرسے تک ہوجائے، استادوں کو مذہبی آزمائش سے آزاد کردیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی مفاہمت کے طور پر یہ اجازت دی جائے کہ جن مدرسوں میں ابتک فرقہ داری تعلیم ہوتی رہی ہے ان میں کسی حدتک یہ تعلیم جاری رہے۔

اینگلیکی اشخاص کی مخالفت کے باوجود، جو یہ کہتے تھے کہ اس تجویز کا مقصد یہ تھا کہ آخرالامر فرقہ داری مدرسے ضبط ہوجاویں، یہ مسودہ قانون جون ۱۹۰۶ء میں دارالعوام میں بہت بڑی کثرت سے منظور ہوگیا۔ دارالامرا میں مخالفت پورے زوروں پر تھی، اور اگرچہ یہ تجویز معقول کثرت رائے سے منظور ہوگئی مگر دراصل اساساً بدل دی گئی مثلاً یہ کہ مذہبی تعلیم (یعنی اینگلیکی کلیسا کی عقائد کی تعلیم) پر مجبور کیا جائے گا۔ ایوان ادنیٰ نے دارالامرا کے ترمیمات کو بہت بڑی کثرت رائے سے مسترد کردیا، حکومت نے یہ اعلان کرکے کہ مصالحت ناممکن ہے اس مسودۂ قانون کو واپس لے لیا۔ آخرالامر اس موضوع پر تین دوسری تجویزیں جنسے مجلس تعلیمات نے تیار کیا تھا بعد میں پیش کی گئیں مگر ان میں سے کوئی ایک تجویز بھی ذیلی مجلس کے مرحلہ سے آگے نہیں بڑھی اور ۱۹۰۲ء کا قانون بغیر کسی اہم ترمیم کے جنگ عظیم تک جاری رہا۔ ۱۹۰۹ء کے بعد یہ مسئلہ کسی قدر عقب میں

آگیا اور دوسرے مسائل آگے بڑھ گئے مثلاً اصلاح اجرائے محصول، آیرستانی سوارا ج رائے دہی اناث، ویلز میں کلیسا کی موقوفی، اور تجارت منشیات کا انضباط وغیرہ۔ بہر نوع یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے، اس کے اجزاو عناصر کی کیفیت پہلے ہی کی سی ہے، اور جب پھر موقع مناسب آئے گا تو اغلب یہی ہے کہ اس پر پھر شدید معرکہ آرائی شروع ہو گی۔ جنگ نے تعلیم کے طریقوں اور نتائج کے متعلق تحقیقات کی ضرورت پیدا کر دی اور ۱۹۱۸ء میں ایک نہایت ہی اہم قانون تعلیمات اس غرض سے منظور ہوا کہ تعلیمات کے تمام نظم کو تقویت پہنچائی جائے۔ مقامی عہدہ داران تعلیمات کے فرائض میں اور سرکاری عطیوں کی تقسیم میں بعض تغیرات کئے گئے۔ لیکن سرکاری اور فرقہ واری نگرانی تعلیم کی اصل بحث باقی رہی اور یہ مسئلہ اب بھی فریقانہ معرکہ آرائی کا داعی ہے۔[1]

---

[1] تعلیمی نظم اور اس سے متعلقہ اہم مسائل واضح طور پر لوئل کی کتاب میں بیان ہوئے ہیں "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England. جلد دوم ابواب ۴۶-۵۰۔ تاریخی کتابوں میں کتب ذیل داخل ہیں:- جی۔ بالفور "برطانیۂ عظمیٰ اور آیرستان کے تعلیمی نظم" G. Balfour, Educational System in Great Britain and Ireland مطبوعۂ آکسفورڈ ۱۸۹۰ء۔ ایچ۔ ہالمین "انگلستان کی قومی تعلیم" H. Holman, English National Education مطبوعۂ لندن ۱۸۹۸ء۔ جے۔ ای۔ جی۔ مانٹمورنسی "انگلستان میں تعلیم کی ترقی" J. E. G. Montmorency, The Progress of Education in England مطبوعۂ لندن ۱۹۰۴ء۔ مذہبی اختلاف آرا پر مے اور ہالینڈ کی کتاب میں تبصرہ کیا گیا ہے:- "تاریخ دستوری" May and Holland, Constitutional History جلد سوم باب ۴۔ زمانۂ جنگ کے قانون کا بیان اے۔ اے۔ ٹامس کی کتاب میں ہوا ہے:- "۱۹۱۸ء کا قانون تعلیمات" A. A. Thomas, The Education Act of 1918 مطبوعۂ لندن ۱۹۱۹ء، اور اس کا ایک خلاصہ "یونائٹڈ اسٹیٹس منتھلی لیبر ریویو" دسمبر ۱۹۱۸ء میں طبع ہوا ہے۔

باب سیزدہم

سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے فریقانہ سیاسیات

فرق سیاسیہ اور جنگ۔

جنگ سے عام طور پر سیاسی فریقوں میں اور سیاسی صف آرائیوں میں اہم تغیرات پیدا ہوجاتے ہیں، نئے یا خوابیدہ مسائل سب سے آگے آجاتے ہیں، لوگوں کو مجبور ہوکر غیر مساوی تعلقات میں داخل ہونا پڑتا ہے جن سے ان کے تخیل کے طریقے اور ان کے عمل کے عادات بدل جاتے ہیں اور (جیسا کہ بسا اوقات صحیح ہوتا ہے) ناگہانی بیرونی خطرے کے مقابلہ میں اگر عام احساس ایسا پیدا بھی ہوجاتا ہے جو فریقانہ مخاصمتوں کے کاملاً بند ہوجانے کا متقاضی ہوتا ہے یعنی ایک طرح کی عارضی فریقانہ صلح قایم ہوجاتی ہے، پھر بھی آخر میں یہی ہوتا ہے کہ فریقانہ روح اور فریقانہ سرگرمی گھٹنے کے بجائے اور بڑھ جاتی ہیں۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے برطانیہ عظمیٰ کا تجربہ انھیں عام روشوں کے تحت چلتا رہا ہے، اور اس باب کا مقصود یہ ہے کہ اس تجربہ کے اہم خصوصیات کو ظاہر کیا جائے اور التوائے جنگ کے اٹھارہ ماہ کے بعد جہاں تک تعین ہوسکتا ہو جنگ کے بعد کی فریقانہ حالت کو مختصراً بیان کیا جائے۔

جنگ کے شروع ہونے کے وقت کی فریقانہ حالت کہیں دوسری جگہ

بیان ہو چکی ہے، اور اس کے اصل واقعات چند ہی لفظوں میں دوبارہ بیان ہو سکتے ہیں۔ لبرل برسر اقتدار تھے اور ایسکوتھ وزیر اعظم تھا، لیکن اس فریق کے پیرو دارالعوام کے اندر اتحادیوں سے کچھ برائے نام ہی زیادہ تھے اور وزیر اعظم اپنے رفقا آیرستان کے قوم پرستوں اور مزدیول کی مدد سے وزارت کو سنبھالے ہوئے تھا۔ قریب تھا کہ قانونِ پارلیمنٹ کے دفعات کے تحت لبرل کتاب قوانین پر چند نہایت ہی متنازعہ فیہ قوانین ثبت کر دیں جن کے وہ مدتوں سے گرویدہ تھے، ان میں زیادہ نمایاں آیرستانی حکومتِ خود اختیاری، ویلز میں کلیسا کی بزجوانگی اور تکثیر رائے دہی کی منسوخی کے قوانین تھے۔ مزید براں، لبرلوں کی حکمت عملی ایسے وضع قوانین کی طرف مائل تھی جن سے معاشری بہبود حاصل ہو چنانچہ جس وقت جنگ شروع ہوئی ہے اس وقت زرعی مزدوروں کے لئے کمترین شرح اجرت کا ایک مسودہ حکومت کے زیر غور تھا۔ انتخاب عام کو صرف پندرہ مہینے باقی تھے اور درمیانی انتخاب کے نتائج سے (جن کی تصدیق دوسری کیفیات سے بھی ہوتی تھی) یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اتحادیوں نے ملک کا اعتماد اس حد تک حاصل کر لیا ہے کہ وہ اس فریقی جنگ میں کامیابی کی معقول توقع کے ساتھ در آئیں گے۔ قانون حکومت خود اختیاری کے دفعات کے متعلق آئرستان خانہ جنگی کے کنارے آلگا تھا۔ حق رائے دہی کی خواہاں عورتیں پھر علانیہ حکام کی مخالفت پر تلی ہوئی تھیں۔ منضبط مزدوروں میں غیر معمولی بےچینی پھیلی ہوئی تھی، تاآنکہ سرکاری مزدور بھی ہڑتال کر رہے تھے۔ مختصر یہ کہ سیاسیات میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا اور معاملاتِ عامہ کی صورت حال میں ایسا اضطراب برپا تھا کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ پس اس میں بہت کم تعجب ہو سکتا ہے کہ جرمانیہ کے ناخدایانِ جنگ جو براعظم پر بین الاقوامی آتش حرب کے بھڑکنے کے امکانات کا اندازہ کر چکے تھے، وہ اس اطمینان کن نتیجہ پر پہنچے ہوں کہ برطانیہ اگر چاہے بھی تو بھی اس کی اندرونی حالت اسے اس جنگ میں حصہ لینے کی اجازت نہ دے گی۔

سلطنت متحدہ نے جس مستعدی کا اظہار کیا، جس سہولت و عجلت کے ساتھ اپنے خانگی مناقشوں کو ساقط کر دیا اور اپنی پوری قوت جنگ کے کاموں میں لگا دی

اس سے نہ صرف جرمانی بلکہ عام طور پر ساری دنیا حیرت میں پڑ گئی۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے عمل کا امکان صرف اسی طرح ہو سکتا تھا کہ فریقیانہ مناقشہ کو تہ کر دیا جائے اور جہاں تک فریقیانہ تاریخ کا تعلق ہے جس طرح التوائے جنگ کے بعد کئے برسوں کی سیاسی دلچسپی فریقیانہ زندگی کی تجدید اور حصول غلبہ کے لئے قدیم وجدید قوتوں کی معرکہ آرائی میں ہے، بعینہ اسی طرح خاص دوران جنگ کا اہم واقعہ یہ ہے کہ فریقیانہ سرگرمیاں معلق کر دی گئیں۔ برطانیہ کے جنگ میں داخل ہونے سے پانچ روز قبل یعنی ۳۰ جولائی ۱۹۱۴ء کو وزیر اعظم نے فریق مخالف کے سرگروہ اور اپنے فریق سے باہر دوسرے اشخاص سے مشاورت کر کے ایک باوقار تقریر میں تمام گروہوں کے خیالات کو اس طرح ظاہر کیا کہ یہ نہایت ہی اہم و ضروری ہے کہ اس نازک وقت میں ملک جو کچھ کہے اور جو کچھ کرے "ایک غیر منقسم قوم کی تائید کے ساتھ" کہے اور کرے، اور جب کہ قطعی طور پر جنگ کے لئے پانسہ پڑ گیا تو فریقیانہ سرگروہوں کے درمیان باقاعدہ عارضی صلح ہو گئی جس کی پابندی تا قیام جنگ لازمی تھی اس عارضی صلح کے بموجب قرار پایا کہ مختلف فیہ خانگی مسائل علیحدہ کر دئے جائیں، اس نازک وقت میں تمام فریقوں کے پیرو اپنے فریقیانہ مرتبہ کے نفع یا ضرر کا خیال کئے بغیر، پارلیمنٹ کے اندر ملک کی بہبود کے لئے کام کریں اور کوئی فریق کسی درمیانی انتخاب میں یہ سعی نہ کرے کہ جو جگہ کسی فریق سے تعلق رکھتی ہوئی اس کے چنگل سے نکال لے۔

آزاد مزدیوں کے سوا باقی تمام فریقوں نے جنگ کے لئے حکومت کے فیصلہ کی تائید کی[1] اور سب نے تا آنکہ مذکورۂ بالا گروہ نے بھی آخر الامر عارضی صلح سے اتفاق کر لیا۔ لیکن جب وسط ستمبر میں وزیر اعظم نے یہ اعلان کیا کہ مسودہ قانون حکومت خود اختیاری اور مسودۂ قانون برخواستگی کلیسائے ویلز فوراً کتاب قوانین پر ثبت کر دئے جائینگے

عـ۱ ۔ بعض انفرادی سرگروہوں نے مخالفت کی، چنانچہ حکومت کے فیصلے سے موافقت کرنے کے بجائے لارڈ مارلے اور جان برنس نے کابینہ سے استعفے دیدئے اور ریمزے میکڈانلڈ نے پارلیمنٹ کی مزدی فریق کی صدارت سے دست کشی اختیار کر لی۔

اوران کے ساتھ ایسی تجویزیں شامل کردی جائیں گی جن سے وہ بارہ مہینے تک یا اختتامِ جنگ تک معلق رہیں گے تو اس وقت مناقشات کا اندیشہ پیدا ہوگیا۔ ایک نہایت ہی پرشور میقات میں دار العوام کے اتحادی ارکان کل کے کل دار العوام سے اس غرض سے نکل گئے کہ "وہ اپنے قول وقرار کی اس کریہہ خلاف ورزی"[۱] کے متعلق حکومت پر اعتراض کرنا چاہتے تھے۔ لیکن خانگی مناقشہ کے اس اعادے سے عوام میں سخت تنفر پیدا ہوگیا اور آیرستانی اور ویلزی مسائل کے حکومت حسب خواہ طے ہوجانیکے بعد، پھر تمام عناصر جنگ کے کام میں مشغول ہوگئے۔

یہ امر ویسے بھی خلاف قیاس تھا اور انگریزی نظم کے تحت تو ضروری ایسا تھا کہ جو حکومت ایک ہی فریق کے ارکان سے مرکب ہو وہ ایک مدت دراز اور غیر معین زمانہ تک اپنے رقیب فریقوں کے پیروان کی تائید کا مطالبہ کرے اور اسے یہ تائید ملتی رہے۔ صرف جنگ کی وجہ سے اس انتظام کا امکان تھا اور وہ بھی تھوڑے زمانہ کے لئے، لیکن خود جنگ ہی کا اقتضا یہ تھا کہ سرکاری اقتدار کی بنیاد پہلے سے زیادہ وسیع ہو۔ پس مرکبی اصول کا اختیار کرنا لابدی ہوا اور مئی ۱۹۱۵ء میں اسی اصول پر آخر کار عمل ہوگیا۔ لبرل وزیر اعظم بدستور کشتی کا ناخدا رہا مگر وزارت کے اندر خاص خاص ذمہ داریوں کے مناصب آزاد خیالوں اور اتحادیوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگئے کہ ان میں زیادہ غیر مساوات نہیں تھی اور ان میں کسی قدر مزدی فریق کی نمائندگی بھی ہوی۔ نیا کابینہ بارہ آزاد خیال، آٹھ اتحادی اور ایک مزدی رکن اور لارڈ کچنر پر جو کسی فریق میں نہیں تھا مشتمل تھا آزاد خیال اتحادی، اور مزدی سب مل کر دار العوام کے ارکان کے اٹھاسی فیصدی ہوتے تھے پس تمام عملی اغراض کے لئے حکومت اور فریق مخالف شیر وشکر ہوگئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی اور نیز اس کے باہر کی فریقانہ سرگرمی انتہائی حد تک گھٹ گئی تھی۔

مسٹر ایسکوئتھ کی قیادت میں مرکب وزارت اور مسٹر لائڈ جارج کے تحت مرکب وزارت اور کابینۂ جنگی کی تاریخ و نوعیت کسی دوسری جگہ بیان ہوچکی ہے (باب ۔) یہاں صرف اتنا اشارہ کردینا کافی ہے کہ اس محالفہ کی شکست کا خطرہ کئی مرتبہ

---

[۱] لندن ٹائمز، ہفتہ وار، ۱۸ ستمبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۷۴۱۔

پیدا ہوا اور ٹوٹنے سے صرف بال بال بچا۔ انفرادی طور پر وزرا نے بکثرت استعفے دیئے دسمبر ۱۹۱۶ء میں مسٹر لائڈ جارج کی وزارت کو از سر نو مرتب کرنے کے بعد وزارت عظمی کو چھوڑ کر دوسری سب سے زیادہ اہم وزارتیں اتحادیوں کے قبضے میں چلی گئیں۔ اتحادیت نہ صرف حکومت پر بلکہ عام ملک پر اپنے کو مستحکم کرتی گئی۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں ایک باضابطہ فریق مخالف پھر دارالعوام میں نمایاں ہوا جس کا سر گروہ سابق وزیر اعظم ایسکوتھ تھا۔ ۱۹۱۸ء کے موسم گرما کے زمانہ سے مزدی فریق بھی اپنے مخصوص راستہ پر چلنے لگا، اور التوائے جنگ کے وقت ملک میں پھر تقریباً اسی زور کا فریقانہ مناقشہ برپا ہو گیا جیسا جنگ کے قبل تھا، البتہ صفوں کی ترتیب بدلی ہوئی تھی اور مباحث کسی قدر کم واضح تھے۔

برطانیہ جب جنگ سے نکلی ہے اس وقت فریقانہ حالت جو کچھ تھی اس کا بہترین اظہار دسمبر ۱۹۱۸ء کے پارلیمنٹی انتخاب کے نتائج سے ہوتا ہے چنانچہ اس نمایاں معرکہ آرائی اور اس کے بعد کے فریقانہ ارتقا کا بیان عنقریب کیا جائے گا۔ لیکن آگے بڑھنے سے قبل اس صورت حال کے جزو غالب پر تنہا زور دینا ضروری ہو گا اور وہ جزو غالب ایک نئی صورت میں آیرستانی مسئلہ کا دوبارہ اٹھنا ہے۔

آئرلینڈ کا مسئلہ آیرستانی مسئلہ سین فین کی تاریخ اور اس کے عیب وصواب پر ایک دوسری جگہ غور ہو چکا ہے، اور ۱۹۱۴ء میں جنگ عالم کے شروع ہونے کے وقت یہ مسئلہ جس نازک حالت پر پہنچ گیا تھا اس کا بھی کافی ووافی بیان ہو چکا ہے یہاں اس سے زیادہ کوشش نہیں کی جائے گی کہ جنگ کے زمانہ میں اس اختلاف آرائی کی جو خاص صورتیں تھیں ان کا اشارہ کر دیا جائے، اور حکومت خود اختیاری کے اس نئے مسودہ کی نوعیت ظاہر کر دی جائے جس کی نسبت ۱۹۱۹ء میں مرکب حکومت کو یہ امید تھی کہ یہ ایک پائدار قرار داد کی بنیاد بن جائے گا جیسا ظاہر کیا جا چکا ہے، فریقانہ عارضی صلح کے ساتھ ایک قرار داد باہمی اس مفہوم کی بھی شامل تھی کہ ۱۹۱۴ء کا مسودۂ حکومت خود اختیاری جو تین مرتبہ دارالعوام میں منظور ہو چکا تھا اور اس کے قانون بننے کے لئے صرف شاہی منظوری باقی رہ گئی تھی، وہ کتاب قوانین پر دستخط ثبت کر دیا جائے۔ مگر جنگ کے زمانہ تک کے لئے معلق رہے، اور لبرل حکومت

اس امر کی پابند تھی کہ اس کے عمل میں آنے کے قبل السٹر کے مفاد کی نظر سے اس میں کچھ ترمیم بھی کر دے۔ اس انتظام نے تاقیام جنگ اس مسئلہ کا تصفیہ کر دیا تھا۔ آئرلینڈ کے قوم پرست سرگروہوں، خاص کر جان ریڈمنڈ نے حلفا کی نحیابی کی کوششوں میں دل و جان سے حکومت کی مدد کی تھی۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ آئرلینڈ کے شمال و جنوب دونوں حصوں میں فوج کا رضا کارانہ داخلہ قابل اطمینان طور پر چل رہا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اہل آئرلینڈ کا دل برطانیہ اور اس کے حلیف متحاربین کے ساتھ ہے اور ایک سال سے زائد تک صورت حال کی ظاہری کیفیات میں کوئی خلل نہیں پڑا۔
لیکن اب ہم یہ جانتے ہیں کہ جنگ کی ابتدائی ہیئتوں میں بھی اہل آئرلینڈ بےچین و بددل تھے، اور ۱۹۱۵ء کے ختم ہوتے ہوتے ایسے فسادات اندر ہی اندر پک رہے تھے کہ حکام پہلے سے ان کا سدباب کرنے میں ناکام رہے تھے۔ حکومت خود اختیاری کے فوری عطیہ کا کثرت کے ساتھ مطالبہ ہو رہا تھا۔ استیصالی عناصر رضا کارانہ بھرتی میں پُرزور دقتیں ڈال رہے تھے۔ اور بھرتی ہونے والوں کی تعداد میں برابر کمی ہوتی جارہی تھی۔ حکام کی باخبری کے باوجود آئرلینڈ کے مغربی ساحل سے جرمانی برابر اس جزیرے میں سامان جنگ بھیجتے رہے اور اس کے بعد ہی یہ ظاہر ہوگیا کہ پروشیا کے مبلغ بہت سرعت کے ساتھ بیشتر اہالی آئرلینڈ کو حامی حکومت خود اختیاری ہونے کے بجائے استیصالی جمہوریت اور کامل قومی آزادی کا حامی بناتے جارہے تھے۔ اس تبلیغ و اشاعت کی خاص کارکن ایک مجلس تھی جو "سن فین" کے نام سے مشہور تھی۔ اس لفظ کے معنی "ہم ہی ہم" کے ہیں۔ اس صدی کے آغاز کے قریب اس تنظیم کو بالخصوص لسانی و علمی بنیاد پر گیلی علم و فن کی تجدید و استقامت کی مسلسل کوششوں سے قوت حاصل ہوی۔ اسی زمانہ میں یورپ کے دیگر حصص بلکہ ایشیا اور افریقہ میں بھی قومیت کے جو میلانات پیدا ہوئے ان میں اور اس تحریک میں بہت کچھ مشترک عنصر موجود تھا۔ ایک ممیز انجمن کی حیثیت سے "سن فین" کا آغاز ۱۹۰۵ء سے ہوتا ہے اور ڈبلن کے ایک پرزور شورش انگیز مدیر، آرتھر گریفتھ کی سرگردگی میں، اس انجمن نے ابتدا ہی سے سیاسی نوعیت اختیار کر لی۔ اس انجمن کے پیرو قوم پرستوں کے حزم و احتیاط و آمادگی مصالحت کو ناپسند کرتے تھے۔

انھیں اس امر کا یقین تھا کہ فطری حق کی رو سے ان کا ملک۔ ایک ذی اقتدار مملکت ہے، اور ان تمام قراردادوں اور انتظاموں کی صحت د جواز کے منکر تھے جن سے ان کا ملک برطانی شہنشاہی کے تابع ہوتا ہو۔ وہ برطانیہ سے ہر قسم کے سیاسی روابط منقطع کر دینا، ملک کو ہر طرح کے برطانی اثر سے پاک کر دینا اور ایک آزاد دولت عامہ قائم کر دینا چاہتے تھے۔

کئی برس تک یہ "سن فین" تحریک کچھ آگے نہ بڑھی، میدان قوم پرستوں کے ہاتھ رہا اس لئے کہ قوم کا بیشتر حصہ آزادی کے بجائے برطانی حکومت کے تحت میں مراعات کی جانب جھکا ہوا تھا، لیکن مسلسل دو برس کے واقعات نے استیصالی ہمر گروہوں کے ہاتھ میں ایک ایسا آلہ دیدیا جس سے انھوں نے تقریباً کل قوم کو برانگیختہ کر دیا، وہ واقعات کیا تھے، السٹر کا احتجاج، اہل السٹر کی صورت حال کے ساتھ اتحادیوں کی تائید، مسلح تصادم کے لئے طیاریاں اور السٹر کو خاص سلوک کی کوئی صورت عطا کرنے کے لئے لبرل حکومت کا مجبورانہ فیصلہ۔ غرض ۱۹۱۴ء تک "سن فین" ہر موقع پر اعتدال پسند قوم پرستوں کی حکمت عملی کو صلائے جنگ دے سکتی تھی، اب یہ کافی طور پر عیاں ہو چکا ہے کہ "سن فین" کی تبلیغ و اشاعت میں کسی وقت بھی خلل نہیں پڑا، اگر خلل پڑا بھی تو محض عارضی جرمانیوں کے ساتھ مستعدانہ رسل و رسائل برابر جاری رہے باوثوق طور پر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ برطانی قوت کے مکمل اخراج کے لئے جس قدر مدد کی بھی ضرورت ہوگی جرمانیہ وہ مدد دیگی اور بہت جلد یہ خیال راسخ ہوگیا کہ آزادی کی خاطر کاری ضرب لگانے کا وقت یہی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ ۱۹۱۶ء کے عید الفسیح کے بعد والے دوشنبہ کو ڈبلن میں مسلح شورش ہوگئی۔ گو یہ بغاوت عجلت کے ساتھ دبا دی گئی مگر بغاوت اس سے قبل نہ دب سکی کہ حامیان "سین فین" نے جمہوریہ آئرلینڈ کو ایک ذی اقتدار آزاد مملکت مشتہر کر کے اور ایک تصور پرست معلم مدرسہ کو اس جمہوریہ کا صدر منتخب کر کے دنیا کی توجہ اس طرف منعطف نہ کر دی۔

عید الفسیح کی اس بغاوت نے آئرلینڈ کی صورت حال میں ایک نئی نزاکت

پیدا کر دی، اور اسی وقت سے برطانی حکومت اور آیرستان کی کیتھولک آبادی کے درمیان اس نیم جنگ حالت کا آغاز قرار دینا چاہیئے جو اس وقت سے برابر جاری رہی ایک جانب برطانی حکام نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ملک کو فوجی قانون کے تحت کر دیں، سرسری قواعد سے شورش کرنے والوں کو سزائیں دیں، اور قوم کی آزادی کو مختلف طریقوں سے محدود کر دیں، دوسری طرف حکومت کی ان کارروائیوں نے بغاوت کے سرگروہوں کے سروں پر شہادت کا تاج رکھ دیا اور "سن فین" کے نام کو ڈونیگال سے کورک تک مرجع خیال بنا دیا۔ ۱۹۱۷ء میں "سن فین" کی تنظیم اور اس کا لائحۂ عمل از سر نو ڈھالے گئے، اور ایک نوعمر امریکی نژاد معلم ڈی ولیرا نے اس کی سرگروہی اختیار کی۔ ۱۹۱۸ء تک یہ صورت ہوگئی کہ قوم پرستوں کو تقریباً ہر ایک اس انتخاب میں شکست ہونے لگی جس میں "سن فین" کے امیدوار انکے مقابل ہوتے تھے اور اب یہ عیاں ہوگیا کہ ایرستان کے تمام مسئلہ کا مرکز ثقل مسئلۂ حکومت خود اختیاری سے ہٹ کر کامل آزادی ہوگیا۔[۱]

---

[۱]۔ "سن فین" کے نشو و نما اور عید الفصح کے خروج کا ایک مختصر غیر جانبدارانہ بیان ٹرنر کی کتاب "آیرستان و انگلستان" Turner, Ireland and England صفحہ ۱۵-۳۵۹ میں ہے۔ "سن فین" کی جانبدارانہ تاریخوں میں کتب ذیل شامل ہیں:۔ ایف۔ پی۔ جونس "سن فینی تحریک کی اور ۱۹۱۶ء کی آیرستانی بغاوت" F. P. Jores, History of the Sinn Fein Movement and the Irisn Rebellion of 916 مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء۔ پی۔ اس۔ او ہگارٹی "سن فین تنویر" P. S. O'Hegarty, Sinn Fein : an Illumination مطبوعہ ڈبلن ۱۹۱۹ء "سن فین" کے نقطۂ نظر سے ۱۹۱۶ء کے خروج کا حال ایم۔ اسکینڈر کی کتاب "آئرستان کے لئے میرا کار قلیل" M. Skinnider. Doing My Bit for Ireland مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء میں بیان ہوا ہے اور قوم پرستوں کے نقطۂ نظر سے ایل۔ جی ایڈمنڈ ہاورڈ کی کتاب "جمہوریۂ آیرستان کے چھ دن" L. G. Redmond-Howard, Six Days of the Irish Republic مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۶ء میں بیان ہوا ہے۔ زیادہ غیر جانبدارانہ بیانات کتب ذیل میں ملیں گے۔

مناقشات رفع کرنے کی لاحاصل کوششیں

اس دوران میں برطانی حکومت نے (جو یورپ کی جنگ کے بار اور اس سے متعلقہ بیشمار کاموں سے پریشان تھی) تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اگر پائیدار رفع تنازعات کی نہیں تو آشتی کی متعدد کوششیں کیں۔ سب سے پہلے یہ ہوا کہ لائڈ جارج آئرستان کے سرگروہوں سے گفت وشنود کرنے اور مصالحت کا انتظام کرنے کے لئے متعین ہوا اور اس نے ۱۹۱۶ء کے موسم گرما میں ایک تجویز پیش کی کہ حکومت خود اختیاری کا فوراً انفاذ ہو جائے، السٹر کے پروٹسٹنٹ حصص اس سے علیحدہ رہیں اور یہ مفاہمت رہے کہ جنگ کے بعد اس کل انتظام پر نظر ثانی ہو گی؛ مگر حامیانِ "سن فین" اور کچھ اتحادیوں نے اس پر اعتراض کیا اور یہ تجویز عمل میں نہ آئی۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۱۶ء میں قوم پرستوں نے باضابطہ یہ مطالبہ کیا کہ قانون سوارج جس طرح کتاب قوانین پر ثبت ہے اسی طرح عمل میں آجائے تاکہ اس سے یہ ثبوت ملے کہ "برطانیہ چھوٹی قوموں اور عمومیت کی حمایت میں صادق ہے" مگر اتحادیوں اور السٹر والوں کی مخالفت اس عمل کو روک دینے کیلئے کافی تھی۔ دوسری تجویزوں کے ناکام رہنے کے بعد حکومت کی صلاح سے ۲۵ جولائی ۱۹۱۷ء کو ڈبلن میں آئرلینڈ کا ایک اجتماع کوئی تجویز قرار دینے کیلئے منعقد ہوا۔ ارادہ یہ تھا کہ یہ اجتماع کل فریقوں کا نمائندہ ہو مگر حامیانِ "سین فین" نے اس میں شرکت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۶ء میں بیان ہوا ہے۔ زیادہ غیر جانب دار بیانات کتب ذیل میں ملیں گے:۔ ڈبلیو۔ بی ولز اوران مارلو " ۱۹۱۶ء کی بغاوت آئرستان کی تاریخ"

W. B Wells and.n. Marlowe, History of the Irish Rebellion

مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۶ء جے۔ الیف۔ بایل " ۱۹۱۶ء کی بغاوت آئرستان J. E. Boyle the Irish. Rebellion of 1916. مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء "جنگ عظیم کی باتصویر تاریخ و دائرۃ المعارف منجانب لندن ٹائمز" The London Times Illustrated History and Encyclopedia of the war

کے شمارہ ۱۰۲ - ۱۰۳ اس مبحث کے لئے وقف ہیں، اور " ۱۹۱۶ء کی بغاوت آئرلینڈ کے متعلق شاہی کمیشن کی روداد" Report of the Royal Commission on the Rebellion in Ireland

(شمارہ ۸۲۷۹) میں سرکاری بیان موجود ہے۔

کرنے سے انکار کردیا اور اپنے علیٰحدہ اجتماع منعقد کرنے کو ترجیح دی، اس مجلس میں انہوں نے ایک قرارداد اس مضمون کی منظور کی کہ برطانیوں کو آئرلینڈ سے خارج کردینے کے لئے "ہر ایک ذریعہ" کام میں لانا چاہئے اور انہوں نے آزاد جمہوریہ آئرلینڈ کے لئے ایک دستور سیاسی مرتب کیا۔ وفاداروں کے اجتماع کی روداد ۱۲ اپریل ۱۹۱۸ء کو شائع ہوئی، اس میں یہ سعی کی گئی تھی کہ متصادم اغراض ومفاد میں اس طرح آشتی پیدا کی جائے کہ حکومت خود اختیاری فوراً عطا کی جائے اور السٹر کی نمائندگی کے لئے اسے خاص امتیازات دیئے جائیں۔ مگر انتہا پسند اتحادی اور انتہا پسند قوم پرست دونوں نے اپنی اپنی اقلیتی رودادیں پیش کیں جن سے یہ ظاہر ہوگیا کہ حقیقی بندوبست دور رہے۔ [1]

اس موقع پر اگر وزیر اعظم کی اس تجویز سے اختلاف آرا میں ایک جدید

[1] ان رودادوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سرکاری اجتماع کے ارکان تین گروہوں میں منقسم ہوگئے تھے: (۱) ایک اعتدال پسند یعنی وسطی گروہ تھا جس نے وفاقی اصولوں پر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی یعنی آئرستان کی وفاقیہ سلطنت متحدہ کے اندر ایک ریاست بن جائے (۲) دوسرا السٹر کا گروہ تھا جو موجودہ اتحاد کے برقرار رہنے پر زور دیتا تھا یا اگر یہ ناممکن ہو تو السٹر کے چھ ضلعوں کو قانون حکومت خود اختیاری سے خارج کرانا چاہتا تھا۔ (۳) تیسرا انتہائی قوم پرست گروہ تھا جس کا مطالبہ یہ تھا کہ آئرستان کو سوراجی قلمرو کی حیثیت حاصل ہو جیسی کہ کناڈا کی حیثیت ہے۔ لیکن اس اجتماع میں "سن فین" کے جذبات کی نمائندگی نہیں ہوئی تھی اس مجلس کے متعلق ہمعصر رسالوں کے مضامین کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہئیں۔ جے۔ کوین اور جی۔ ڈبلیو۔ رسل "آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری کی مجلس عارضی" J. Quinn and G. W. Russell, The Irish Home Rule convention مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۸ء۔ ڈبلیو۔ بی۔ ویلز اور ان مارلو "آئرلینڈ کا سرکاری اجتماع اور سن فین" W. B. Wells, and N Marlowe, the Irish convention and sinn Fein. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء اجتماع کی سرکاری روداد "نیلی کتاب" (شمارہ ۹۰۱۹) میں ملے گی اور ایک مستند عام بیان "لندن ٹائمز" (ہفتہ وار) مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء اور بعد کی اشاعتوں میں ہے۔ وعید الفصیح کی بغاوت اور اجتماع کے درمیانی زمانہ پر رسالہ "رونڈٹیبل"، بابت دسمبر ۱۹۱۶ء اور مارچ ۱۹۱۷ء میں تبصرہ ہوا ہے۔

کیفیت پیدا ہوگئی کہ حکومت خود اختیاری اور جبری فوجی خدمت ایک ساتھ جاری کی جائے۔ جبری فوجی خدمت کا ایک مسودہ دارالعوام میں منظور ہو گیا مگر نہ صرف ہر جماعت کے آئرستانی بلکہ خود انگریزوں کی ایک بڑی تعداد کی مخالفت اس قدر شدید تھی کہ مغربی سرحد پر زیادہ سپاہیوں کی ضرورت شدید کے باوجود اس تجویز کو ترک کر دینا پڑا ؏۱

سنہ ۱۹۱۸ء کے بقیہ حصہ میں اس کشمکش میں کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوئی اور اس سال کے آخری مہینوں میں "سن فین" کی قوت و مقصد کے اظہار کے لئے نئے مواقع پیدا ہو گئے۔ اس قسم کا پہلا موقع دسمبر کے پارلیمنٹی انتخاب کے وقت ملا۔ اس معرکہ میں آئرلینڈ کا مسئلہ بہت بڑا نظر آتا تھا۔ مرکب حکومت کے سرگروہ لائڈ جارج اور لا نے اپنے انتخابی اعلان میں یہ زور دیا تھا کہ ملک میں سیاسی امن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ آئرستان کے مسئلہ کا تصفیہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کا تصفیہ حکومت خود اختیاری کی بنیاد پر ہونا چاہئے مگر اس میں انہوں نے یہ اضافہ کر دیا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ سے علیحدگی نہ ہونا چاہئے اور نہ السٹر کو مجبور کر کے مطیع بنانا چاہیے۔ سابق وزیر اعظم ایسکوئتھ نے ان لبرلوں کی جانب سے جو مرکب حکومت کے حامی نہ تھے یہ مطالبہ کیا کہ آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری سنہ ۱۹۱۴ء کے قانون کی بنیاد پر فوراً نافذ ہو جانا چاہیے اور مزدور فریق نے آئرلینڈ کے حق آزادی پر زور دیا۔ خود اس جزیرے کے اندر معرکہ آرائی قوم پرستوں اور حامیان "سن فین" کے درمیان تھی۔ اس ملک کو جن ایک سو پانچ نشستوں کا استحقاق تھا ان میں سے پانچ کے سوا باقی تمام نشستوں کے لئے اس نئے فریق نے اپنے امیدوار پیش کئے اور یہ معرکہ آرائی اس شدت اور ناگواری کو پہنچ گئی کہ آئرلینڈ بھی اس سے نا آشنا تھا۔ جو لوگ صورت حال کو سمجھتے تھے انھیں "سن فین" کی معقول کامیابیوں کی توقع تھی مگر جیسے نتائج ظاہر ہوئے خود "سن فین" کے سرگروہوں کو بھی اس کی توقع نہ تھی۔ اتحادیوں کو پچیس نشستیں مل گئیں اور اس طرح علاوہ اپنی حالت پر قائم رہے۔

؏۱۔ ٹرنر، "آئرلینڈ و انگلستان" Turner, Ireland and England صفحات ۱۸ا۴۔۳۷۴۔

مگر قوم پرستوں کو ۱۹۱۰ء کی چوراسی جگہوں کے بجائے صرف سات جگہیں ملیں اور بقیہ تہتر جگہیں "سن فین" کو حاصل ہوئیں۔ قوم پرست فریق یعنی بٹ اور پارنل، ریڈمنڈ اور والسن کا فریق نہ صرف شکست کھا گیا اور باطل ہو گیا بلکہ عملاً بالکل فنا ہو گیا۔ "سن فین" کی فتحیابوں میں متمدن کا ڈنس مار کئے ونز بھی تھی جو نسلاً انگریزنی اور عقیدۃً پولستانی تھی، جس کا ڈبلن کا مکان مدتوں "سن فین" اثر کا مرکز رہا تھا اور جو پہلی عورت تھی جس کا انتخاب پارلیمنٹ کے لئے ہوا ہو۔[1]

"سن فین" کے امیدواروں نے مہم انتخاب کے دوران میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر ان کا انتخاب ہو جائے گا تو وہ اپنی جگہوں پر نشست کرنے سے انکار کر کے برطانی تعلق کے خلاف اپنا احتجاج جاری رکھیں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کامیاب امیدواروں میں سے اس وقت سینتیس امید وار قید خانوں میں تھے اور چار پر مقدمات دائر تھے جنوری ۱۹۱۹ء میں نئے منتخب شدہ ارکان میں سے جو لوگ آزاد تھے وہ ڈبلن کے "مینشن ہاؤس" میں جمع ہوئے اور خود ایک مجلس دستور ساز اس غرض سے منتظم کی کہ وہ آئرلینڈ کو آزاد جمہوری حکومت عطا کرے۔ اس کے بموجب قرار پایا کہ ایک پارلیمنٹ (ڈیل ایریان) ہو جو موجودہ حلقوں سے منتخب شدہ نائبوں پر مشتمل ہو اور عاملانہ اقتدار ایک صدر اور وزرائی ایک جماعت کے قبضے میں ہو۔ یہ اعلان کیا گیا کہ تعین دستوری کے اصول کا انطباق جس طرح پولستان اور چیکوسلوواکیہ پر ہوتا ہے اس سے کم آئرستان پر نہیں ہوتا اور رئیس جمہوریہ امریکہ ولسن، فرانسیسی اور اطالوی مدبروں اور آخر الامر خود صلح کانفرنس کے نام لاحاصل التجائیں بھیجی گئیں کہ آئرلینڈ کو کانفرنس کے اندر اسی بنیاد پر شامل کرنا چاہئے جس بنیاد پر برطانیہ عظمیٰ شامل ہے ورنہ بہر نوع اس ملک کی آزادی کو فوراً بلا شرط تسلیم کر لینا چاہیے۔ ڈی ویلرا جس نے قوم پرستوں کے سرگروہ ڈلسن کو قوم پرستوں کے ایک مستحکم حلقۂ انتخاب میں شکست دی تھی، اب جمہوریہ آئرلینڈ کا صدر منتخب ہو گیا، لیکن وہ انگلستان کے

---

[1] پی۔ کالم، "آئرلینڈی انتخابات میں سن فین کی فتحیابی" P. Colum, "The Sinn Fein Victory in the Irish Elections," مطبوعہ "نیویارک نیشن" ۱۱ر جنوری ۱۹۱۹ء۔

ایک قید خانہ میں محبوس تھا۔ مگر فروری ۱۹۱۹ء میں وہ اس قید سے نکل بھاگا اور اپنے پیرووں سے مل کر اور انھیں اس جنگ کے جاری رکھنے کی ہمت دلاکر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ ممالک متحدہ امریکہ میں پہنچ گیا جہاں اسے اپنے معاملہ میں مالی و اخلاقی دونوں قسم کی کچھ نہ کچھ مدد مل گئی[1]

۱۹۱۹ء کا مسودۂ قانون حکومت خود اختیاری

اس دوران میں لائڈ جارج کی حکومت نے اس مسئلہ کے طے کرنے کے لئے از سر نو توجہ کی۔ آئرستان کے چار خمس میں خفیہ بغاوت پھیلی ہوی تھی اگرچہ بغاوتی حکومت خود عمل کے قابل نہ تھی مگر برطانی حکام کی برابر مقاومت کر رہی تھی۔ نظم کی کسی قدر ظاہری صورت صرف مسلح دار و گیر کے ذریعہ سے قائم رکھی گئی تھی۔ ایک کے بعد دوسرے افسوس ناک واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا جاتا تھا کہ آئرلینڈ کے احساس میں کس قدر تلخی پیدا ہوگئی ہے اور مفاہمت کی کسی بنیاد کا ملنا کس قدر دشوار ہوگا۔ سرکاری کانفرنسیں اور غیر رسمی بحث مباحثے تھوڑے وقفوں سے مہینوں چلتے رہے اور ۱۹۱۹ء کے آخر تک یہ نہ ہو سکا کہ حکومت اپنے تجاویز پارلیمنٹ کے روبرو پیش کرنے کے لیے طیار کر سکتی۔ ۲۲ر دسمبر کو یعنی ڈبلن میں نائب السلطنت سپہ سالار فرنچ کو قتل کر دینے کی ناکام کوشش کے تین دن بعد، لائڈ جارج نے ایک اعلیٰ درجہ کی تقریر میں آئندہ کا مسودہ قانون پیش کیا[2] یہ مسودہ سرکاری طور پر مسودہ قانون حکومت آئرستان کے نام سے موسوم تھا، اس کی پہلی خواندگی ۲۷ر فروری ۱۹۲۰ء کو منظور ہوی، اور اس کے پورے مطالب اسی دن پہلی مرتبہ عام طور پر معلوم ہوئے۔

اس مسودہ قانون کو جو اپنی قسم کی چوتھی تاریخی کارروائی تھا کابینہ کی ایک

---

[1] ڈی ولیرا، "خود مختاری کے لئے آئرلینڈ کا حق" De Valera, "Ireland's Right to Independence" مطبوعۂ "نیو یارک نیشن"، ۱۰ر جون ۱۹۱۹ء۔ دوران جنگ میں آئرستان کے مسئلہ کا ایک مفید خلاصہ ٹرنر کی کتاب "آئرلینڈ و انگلستان" Turner, Ireland and England صفحات ۲۹۶ - ۴۱۰ میں ہے۔

[2] یہ "نیو یارک ٹائمز کرنٹ ہسٹری" بابت فروری ۱۹۲۰ء کے صفحات ۲۰۵ - ۲۱۴ پر طبع ہوا ہے۔

مجلس ذیلی نے تیار کیا تھا جس کا صدر والٹر لانگ وزیر بحریہ تھا۔ جیسا کہ وزیر اعظم نے اس کی تشریح کی تھی یہ تین بنیادی خیالات پر مبنی تھی۔ اول یہ کہ آئرلینڈ کے لوگوں میں سے چونکہ تین چوتھائی حقیقت میں باغی ہیں، اس لئے وہ حکومت کی پیش کردہ ہر ایک تجویز سے شدت کے ساتھ مخالفت کریں گے۔ دوسرے یہ کہ السٹر کو کیتھولک اکثریت کی حکومت کے تابع نہیں کرنا چاہیے، تیسرے یہ کہ آئرلینڈ کا سلطنت متحدہ سے علیحدہ ہو جانا سلطنت متحدہ اور آئرلینڈ دونوں کے مفاد کے لئے یکساں مہلک ہوگا اور علیحدگی کی ہر ایک کوشش کا بزور قوت مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یہ تجویز سابقہ تجویزوں سے بالکل ہی مختلف روش پر تیار کی گئی تھی۔ اس کے اہم خصوصیات حسب ذیل تھے:- (۱) دو یک ایوانی آئرلینڈی پارلیمنٹیں ہوں، ان میں سے ایک بلفاسٹ میں ہو جو انٹرم، ڈاون، آرماہ، لنڈنڈری، فرماناہ، اور ٹائرون کے صوبوں اور بلفاسٹ اور لیدنڈری کے برو کی نمایندگی کرتی ہو اور دوسری ڈبلن میں ہو جو ملک کی بقیہ حصص کی نمائندہ ہو۔ ۵۲ ارکان شمالی آئرلینڈ کے دار العوام کے اور ۱۲۸ ارکان جنوبی آئرستان کے دار العوام کے انھیں انتخاب کنندوں کی طرف سے منتخب ہوں جو شہنشاہی پارلیمنٹ کے ارکان کا انتخاب کرتے ہیں اور یہ انتخابات تناسبی نمایندگی کے اصول پر ہوں۔ (۲) چالیس ارکان کی ایک مجلس وفاقی ہو جس میں بیس بیس ارکان دونوں مجالس مقننہ کی طرف سے منتخب ہوں اور ایک صدر ہو جس کا تقرر تاجدار کی طرف سے ہو (۳) خانگی مسودات کی توضیح اور ریلوں کے انضباط کے کامل اختیارات کے ساتھ ساتھ یہ مجلس وفاقی ایسے مسائل پر غور کر سکے گی جو ملک کے دونوں حصوں میں سے کسی حصہ کی بہبود سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کے متعلق سفارشیں پیش کر سکے گی، اور اسے ایسے مزید اختیارات بھی حاصل ہونگے جو نئی پارلیمنٹیں اپنے حدود و اقتدار کے اندر اسے عطا کرنا چاہیں۔ (۵) دونوں پارلیمنٹوں کو ان تمام مسائل پر کامل تشریعی اختیارات حاصل ہوں گے جو صراحتہً وسٹ منسٹر کی شہنشاہی پارلیمنٹ کے لئے محفوظ نہ کر لئے گئے ہوں (وزیر اعظم نے اس موقع پر شہنشاہی کے بجائے وفاقی پارلیمنٹ کا لفظ استعمال کیا تھا) یہ محفوظ مسائل بالتخصیص ذیل کے مسائل ہوں گے۔ جنگ و صلح، افواج بری و بحری، غداری، غیر ملکی آبادی اور حصول حق توطن، غیر ملکی تجارت، ضرب سکجات، محصول در آمد و بر آمد

محصول جنگی، اور زائد منافع و آمدنی کے محاصل۔ (۶) سلطنتِ متحدہ کی حکومت کی طرف سے ان دونوں مجالس مقننہ کے اتحاد کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی مگر ان جماعتوں کو خود اس قسم کے اتحاد کا اختیار ہوگا اور امید بلکہ یقین یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ بہت جلد اتحاد ہو جائے گا (۷) عاملانہ اختیار بادشاہ کی ذات سے ساتھ وابستہ رہے گا اور ایک نائب السلطنت کے ذریعہ سے (جس کا تقرر چھ برس کے لئے ہوگا) اور دو گروہ وزرا کے ذریعہ سے عمل میں آئے گا جن میں سے ایک گروہ شمال کیلئے ہوگا اور ایک گروہ جنوب کے لئے۔ (۸) دونوں حصوں کے لئے جدا جدا عدالتی انتظام ہوگا لیکن کل ملک کے لئے ایک عدالت العالیہ مرافعہ ہوگی (۹) جیسا کہ ۱۹۱۴ء کے مسودہ قانونِ حکومت خود اختیاری میں قرار دیا گیا تھا، آئرلینڈ کے بیالیس نمایندے وسٹ منسٹر کے دار العوام میں رہیں گے۔ (۱۰) شہنشاہی پارلیمنٹ کا اعلیٰ اقتدار آئرلینڈ کے "تمام اشخاص، امور اور اشیا" پر بدستور قائم و برقرار رہے گا۔ اس تحریک کی آخری دفعہ نے اس قانون سوراج کو منسوخ کر دیا جو ۱۹۱۴ء میں منظور ہوا تھا۔ عـ۱

آئرلینڈ میں اس مسودے کو بہت سرد مہری کے ساتھ دیکھا گیا، "سن فین" نے کامل آزادی کا مطالبہ کیا، السٹر کے اتحادیوں نے موجودہ صورت حال کے قائم رکھنے پر زور دیا اور وفاقی تجویز کی حمایت کرنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ جزیرے میں یوماً فیوماً شورش زیادہ بڑھتی گئی اور فوجی حکومت سخت گیر ہوتی گئی تا آنکہ ملک بالکل ہی مسلح لشکرگاہ بن گیا۔ "سن فین" نے ۱۵ جنوری کے بلدی انتخابات میں نئی کامیابی حاصل کی، اور پہلے سے بھی زیادہ سربلند و سرکش بن گئے عـ۲ انگلستان میں فریق مزدوری اور آزاد لبرلوں نے اس مسودہ قانون سے سخت مخالفت کی، اول الذکر نے یہ مطالبہ کیا کہ تعین دستوری کا اصول آئرستان پر عاید کیا جائے۔

عـ۱ مفصل تاریخ کے لئے "نیویارک ٹائمز کرنٹ ہسٹری" بابت مئی ۱۹۲۰ء کے صفحات ۲۰۱-۲۰۳- دیکھنا چاہئے۔

عـ۲- "سن فین" کے امیدواروں میں سے تخمیناً پچاس فیصدی کامیاب ہوئے۔ لنڈنڈری تک میں اتحادیوں کو شکست ہوگئی اور السٹر کے کل صوبہ میں اتحادیوں کے لئے ۱۸،۳۱۸، ۲۳ رایوں کے مقابلہ میں "سن فین" کو ۴،۳،۸،۲۳۸ رائیں ملیں۔

حالانکہ اس مسئلہ پر برمحل تحقیقات کے لئے جو ماموریہ بھیجا گیا تھا اس نے یہ رائے دی تھی کہ تمام خارجی تعلقات اور مدافعت سے متعلق امور میں یہ چھوٹا جزیرہ شہنشاہی پارلیمنٹ کے زیر اقتدار رہے[1] آزاد لبرل ۱۹۱۴ء والے اصول پر جمے ہوئے تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ یہ نئی تجویز نہ تو مطالبات کو پورا کرتی ہے اور نہ جزیرے کے کسی عنصر کی پسندیدگی اسے حاصل ہے، اور حکومت کے ظاہری خیالات کے برخلاف اس قانون میں ملک کو جن حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا وہ مستقل ہو جائے گی اور کوئی جغرافی حد ایسی نہیں قرار دی جا سکتی جس سے ہر شخص مطمئن ہو۔ دوسری طرف مرکب حکومت کے پیرو خواہ اتحادی خیالات کے ہوں یا لبرل خیالات کے، تا حد امکان پورے جوش کے ساتھ اس مسودے کی تائید کر رہے تھے، ان کی دلیل بالتخصیص یہ تھی کہ یہ مسودہ قانون اس طرح سے منظور ہو سکتا ہے جس سے سلطنت متحدہ کے بقیہ اجزا کے ساتھ انصاف ہو سکے، اس سے آئرستان کو اس حد تک حکومت خود اختیاری مل جائیگی جہاں تک جملہ مقاصد کا تحفظ اسے روا رکھتا ہو، اس سے آئرستان کے لوگوں کو خود اپنے تنازعات کے طے کرنے کا ایک موقع ملتا ہے، اور اس تجویز کی ترکیب ایسی رکھی گئی ہے کہ وہ اس قسم کے عام وفاقی نظم ونسق میں موزونیت کے ساتھ جم سکے، جس کے نسبت حکومت کے بعض سرگردہوں کا خیال تھا کہ انجام کار میں اسے اختیار کرنا پڑے گا[2]

۲۹ مارچ کو اس مسودۂ قانون کی دوسری خواندگی ۹۴ ، ۲۵۴ رایوں کی کثرت سے منظور ہوگئی جو ایک غیر متوقع کثرت تھی اور اس تحریر کی تاریخ (جون ۱۹۲۰ء) تک اس تجویز کے متعلق معقول حد تک یہ یقین تھا کہ وہ قانون بن جائے گی۔ مگر بیشمار ترمیمیں بھی پیش ہوئیں، ان میں سے ایک ترمیم کی تائید آزاد لبرل اور مزدوروں نے کی جس کا مقصد یہ تھا کہ صرف ایک پارلیمنٹ ہو اور دوسری تجویز کی پشت پناہی آزاد لبرل گروہ کی طرف سے ہوئی جس کا منشا یہ تھا کہ السٹر کے ہر ضلع کو تعین دستوری کا

---

[1] اس ماموریہ کی روداد "نیو یارک نیشن" ۱۰ اپریل ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں طبع ہوئی ہے۔

[2] یہ یاد ہوگا کہ صدر دار العوام کی مقرر کردہ مستشار دربارہ تحول اسی زمانہ میں اس مسئلہ پر غور کر رہی تھی

اختیار دیا جائے۔ کسی نہج سے یہ متیقن نہیں تھا کہ کس قسم کے تغیرات ہوں گے۔ لیکن اتنے دوررس تغیرات کا ہونا جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ناممکن تھا السٹر فی الجملہ نئے انتظامات کے قبول کرنے کو طیار تھا، مگر قوم پرست ان انتظامات کے سرگرم مخالف تھے، "سن فین" کے دلوں کے بدلنے کے کسی قسم کے آثار نہیں معلوم ہوتے تھے اور یہ پیشین گوئی کی جاتی تھی کہ اس تجویز کے تحت میں جس تنظیم کی ضرورت ہے اس کے اختیار کرنے سے آیرستان کے کیتھولکوں کے انکار کر دینے کی وجہ سے یہ تجویز فوراً شکست ہوجائے گی۔ اس کے ساتھ ہی کسی نہ کسی تصفیہ کی ضرورت روز بروز زیادہ شدید ہوتی جاتی تھی نہ صرف اس وجہ سے کہ جزیرے کے حالات بد سے بد تر ہوتے جاتے تھے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ ۱۹۱۴ء کے "قانون سوراج" کے شرائط کے بموجب جنگ آزما سلطنتوں کے ساتھ گفتگوئے صلح کے مکمل ہوجانے کے ساتھ قانون مذکورہ ازخود نافذ ہوجائے گا اور حالت یہ تھی کہ اب آزاد لبرلوں اور رعزویوں کے حلقہ سے باہر کوئی بھی اس کی تائید کے لیے تیار نہ تھا۔

۱۹۱۸ء کا انتخاب مرکب حکومت کے حامیوں کی مہم[۱]

زمانہ جنگ کے حالات اور ایک نئے انتخابی قانون نے دسمبر ۱۹۱۸ء کے برطانی پارلیمنٹی انتخابات میں متعدد عجیب وغریب خصوصیتیں پیدا کر دیں قومی انتخاب کنندگان کی تعداد جن میں ساٹھ لاکھ عورتیں بھی شامل تھیں سابق سے دوچند ہوگئی۔ سپاہیوں اور دوسرے غیر حاضر رائے دہندوں کے سوا، دوسرے لوگوں کے لیے رائے دہی صرف ایک دن کے لئے محدود ہوگئی۔ رایوں کے ڈاکخانہ کے ذریعہ سے بھیجنے بلکہ دوسرے شخص کے ذریعہ سے بھی رائے دینے کی اجازت مل گئی حسب سابق فریقانہ مقابلہ کے بجائے اب زور آزمائی مرکب حکومت اور متعدد گروہوں کے درمیان ہو رہی تھی۔ مرکب حکومت کو عملاً تمام سیاسی گروہوں میں تائید حاصل تھی اور دوسرے گروہوں کی حالت ایسی تھی کہ جنگ نے

---

[۱] ذیل کے تین جز ایک مضمون کی مدد سے ترتیب دئے گئے ہیں جسے مصنف نے "امریکن پولیٹکل سائنس ریویو" بابت فروری ۱۹۱۹ء میں شائع کیا تھا۔

پہلے کوئی شخص انھیں شناخت بھی مشکل سے کر سکتا تھا۔

پہلا اہم سوال یہ تھا کہ معاہدہ صلح پر دستخط ہونے سے قبل انتخاب ہو یا نہ ہو۔ گذشتہ فروری میں "قانون نمایندگی قوم" کے منظور ہو جانے سے گمان پیدا ہو گیا تھا کہ پارلیمنٹ کا بہت جلد انفساخ ہو جائیگا مگر اس کے بعد کے مہینوں میں فوجی پسپائیوں نے اس قسم کی تمام تحریکوں کو پست کر دیا۔ لیکن وسط گرما تک مختلف محاذوں پر صورت حالات پھر قابو میں آگئی اور اس وقت سے یہ علامات بڑھتے گئے کہ مرکب حکومت بہت جلد انتخاب عامہ کرنے والی ہے۔ اور اس معاملہ میں حکومت کا مقصد اوائل موسم خزاں میں قطعی طور پر ظاہر ہو گیا۔ سابق وزیر اعظم مسٹر اسکوئتھ کے زیر قیادت قدیم طرز کے آزاد خیالوں نے اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی انھوں نے یہ کہا کہ نئے انتخابی قانون کے مجوزہ انتظامات کے باوجود تیس لاکھ برطانی و آئرستانی سپاہی غیر ممالک میں بھی رائے نہ دے سکیں گے۔ انھوں نے اس امر پر زور دیا کہ ایک متحدہ قوم کے ساتھ مستشارہ صلح میں جانے کے لئے مرکب حکومت کو کسی نئے انتخاب کی ضرورت نہیں ہے۔ مزدوری فریق نے بھی تعرض کیا ظاہراً اسلئے کہ انھیں یہ اندیشہ تھا کہ سپاہی رائے نہیں دے سکتے مگر واقعی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ ابتدائے سال سے یہ فریق حلقہائے انتخاب کے اندر اپنی جو کل تیار کر رہا تھا وہ ہنوز نامکمل تھی۔

لیکن مرکب حکومت کے سرگروہوں نے ظاہر کر دیا کہ جلد تر انتخاب کی ملک کو صریحی ضرورت ہے۔ موجودہ پارلیمنٹ دسمبر ۱۹۱۰ء سے قائم تھی اور اس لئے اپنی انتہائی قانونی مدت سے تین برس آگے بڑھ گئی تھی اور ۱۹۱۵ء کے بعد سے اس نے اپنی مدت حیات میں پانچ مختلف قراردادوں کے ذریعہ سے توسیع کی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۹۱۰ء کے انتخابات عام کے بعد سے دارالعوام کے تقریباً نصف ارکان درمیانی انتخابات کے منتخب شدہ تھے مگر اسے ہر شخص قبول کرتا تھا کہ یہ ایوان، اب پست، بے کیف، کمزور اور غیر نمایندہ ہو گیا ہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ ایوان جاں بلب ہے اور ملک کو جن وسیع مسائل سے سابقہ ہے ان کو طے کرنے کے لئے اسے وسعت یافتہ جدید انتخاب کنندگان کی طرف سے اختیار حاصل نہیں ہے۔ صلح کانفرنس میں برطانیہ کے نائبین کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی

پشت پر ایک ایسا دارالعوام ہے جو قوم کا کامل وجدید نمایندہ ہے اور اس دارالعوام کی نسبت یہ اعتماد ہو سکتا ہے کہ وہ معاشی ومعاشری ترتیب جدید کے کاموں کو نئی قوت وزور کے ساتھ اختیار کر سکتا ہے۔ جو لبرل مرکب حکومت کے حامی نہیں تھے وہ یہ الزام لگاتے تھے کہ وزیر اعظم کی نظر صلح سے آگے بڑھی ہوئی ہے اور حقیقت میں اس کے دل میں یہ ہے کہ اسے اختیار کا ایک جدید اجازت نامہ ایسے وقت میں مل جائے جب قوم کسی سیاسی تغیر کی طرف راجح نہ ہوا اور اس اجازت نامہ کے ذریعے سے وزیرِ اعظم کے اتحادی تائید کنندگان کے اتفاق رائے سے جو لائحۂ عمل تیار ہوا ہو اس کو عمل میں لایا جائے۔

پارلیمنٹ ۱۲ نومبر کو برخاست کردی گئی، اور اس کے چار روز بعد اس کا انفساخ کردیا گیا[۱] اس سے پہلے ہی ۱۶ نومبر کو وزیرِ اعظم اور (جنگی کابینہ کے اعلیٰ اتحادی رکن (یعنی مسٹر لا) وسٹ منسٹر کے سنٹرل ہال میں مرکب حکومت کی جانب سے مہم کا آغاز کرچکے تھے، اور بعد میں بہت جلد، ان دونوں نے اپنا معاملہ ایک مشترکہ اعلان کے ذریعہ سے رائے دہندوں کے سامنے پیش کردیا۔ اس کے باوجود کہ اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ صلح کانفرنس کی وجہ سے انتخاب کا ہونا ضروری ہے، پھر بھی حکومت کے سرگروہوں نے اس مہم کے آگے بڑھ جانے سے بین الاقوامی معاملات کے متعلق خاموشی اختیار کی۔ وزیرِ اعظم نے بہت لمبی لمبی تقریریں کیں مگر اس مسئلہ پر زبان بھی نہ کھولی۔ حکومتی اعلان میں مختصراً حکومت کے اس ارادہ کا اعلان کیا گیا تھا کہ اگر وہ برسر اقتدار رہی تو وہ ایک "منصفانہ وپائیدار صلح" حاصل کرے گی اور آزاد اقوام کے ایک لیگ کی تکوین کو ترقی دے گی مگر زیادہ حصہ خانگی یا کم از کم برطانی نوعیت کے مباحث پر وقف تھا۔ ان میں سے سات مباحث کو خاص اہمیت دی گئی تھی۔ (۱) اصلاح اراضی، اس نظر سے کہ قطعات اور چھوٹی اراضی داریوں کو عام وسعت ہو، زرعی مزدوری میں اضافہ ہو،

---

[۱] انفساخ کے وقت دارالعوام کی فریقانہ صورت حسب ذیل تھی:- اتحادی ۲۸۲- لبرل، ۲۶۰- مزدوی ۳۸- آئرستانی قوم پرست ۸۷- حامیانِ "سن فین" - ۶- متفرق ۶- جملہ ۶۷۰-

زرعی پیداوار میں ترقی ہو اور واپس آنے والے سپاہیوں اور ملاحوں کو ان زمینوں پر آباد کیا جائے۔ (۲) کیفیات سکونت کی اصلاح اور دیہی زندگی میں "وسیع طریقوں" پر ترقی دہی (۳) اس نوع کے مالیاتی قانون کہ حرفت اور ساکھ کو کم سے کم نقصان پہنچے بغیر جنگ کا قرضہ ادا ہو جائے۔ غلّہ اور خام اشیاء کو جدید محصولوں سے بچایا جائے اور نوآبادیوں کے حق میں موجودہ اور آیندہ محاصل پر ترجیحی طریق جاری کیا جائے۔ (۴) جس قدر جلد ممکن ہو صنعت وحرفت کو حکومت کی نگرانی سے آزادی دی جائے۔ (۵) دارالامرا کی اصلاح اس طریق پر کی جائے جس سے اس کا براہ راست قوم کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے اور اس میں اتنی کافی نمایندگی ہو کہ وہ معقول طور پر اپنے فرائض کو انجام دے سکے" (۶) ہندوستان میں تدریجی مدارج کے ساتھ ذمہ دار حکومت کو ترقی دینے کا جو اقرار ہو چکا ہے اسے عمل میں لایا جائے۔ (۷) آئرستان کے مسئلہ کو سواراج کی بنیاد پر حل کیا جائے مگر نہ اس طرح کہ وہ جزیرہ برطانی شہنشاہی سے علیحدہ ہو جائے اور نہ السٹر کو مجبور کر کے سواراجی پارلیمنٹ کے تابع کیا جائے۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مرکب حکومت کی مہم سر کرنے والوں نے بین الاقوامی معاملات کے متعلق اس قدر کم کہنا کیوں مناسب سمجھا۔ اس قسم کی بحث لامحالہ ایسے پیچیدہ مسائل کی جزئیات کی طرف لے جاتی جن کو موجودہ مرحلہ میں بنائے کار قرار دینا دشوار یا عبث تھا لیکن رائے دہندے بہت جلد اس ذہنی غذا سے اکتا گئے جو ان کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ معمولی حالت میں، "مسئلہ آئرلینڈ"، اصلاح اراضی، اور شہنشاہی ترجیح سے کافی طور پر پرجوش معرکہ آرائی کے لئے سامان مہیا ہو جاتا مگر اس وقت جو مرد و زن سیاسی جلسوں میں شامل ہوتے تھے وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ قیصر کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا آیا جرمنی سے اخراجات جنگ وصول کئے جائیں گے اور دشمن غیر ملکیوں کے متعلق حکومت کی روش کیا ہوگی۔ ان مسائل اور ایسے ہی دوسرے مسائل کے متعلق وزیر اعظم اور اس کے رفقا کو مجبور ہو کر زبان کھولنا پڑی۔ ۲۹ نومبر کو نیوکاسل میں لائڈ جارج نے "بیدردانہ باانصاف امن"، دشمن غیر ملکیوں کے اخراج، جرمانیہ کے حد امکان تک اخراجات جنگ کی

وصولی، اور جنگ کے اور قانون اقوام کی خلاف ورزیوں کے ذمہ دار اشخاص کی (بشمول قیصر) انفرادی سزا دہی اس امر کا بکثرت ثبوت موجود تھا کہ ملک کی طبیعت دوررس معاشری و سیاسی اصلاح کی خواہاں ہے، مگر علی العموم یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اس قسم کی اصلاح ہونا چاہئیے اور ضرور ہوگی رائے دہندگان جن مسائل کا اثر قبول کرا سکتے تھے وہ صرف وہی مسائل تھے جن کا تعلق شرائط صلح سے تھا۔

سنہ ۱۹۱۸ء کا انتخاب دوسرے گروہ۔ یہ بہت جلد عیاں ہو گیا کہ آئرلینڈ سے باہر رائے دہندوں کے سامنے تین گروہ تھے جن میں سے انھیں انتخاب کرنا تھا، یعنی حامیانِ مرکب حکومت، آزاد لبرل اور مزدوری فرقہ آزاد لبرلوں نے مسٹر ایسکوئتھ کی سرکردگی میں یہ اعلان کرتے ہوے کہ انتخاب "ایک فاحش غلطی اور مصیبت" ہے صاف صاف یہ ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی ممیز فریقانہ حیثیت کو برقرار رکھیں گے۔ ایک اعلان جسے "آزاد خیال قومی وفاقیہ" نے اپنے منچسٹر کے جلسہ میں بماہ اکتوبر شایع کیا تھا اور گلاسگو میں اسکاٹ لینڈ والے لبرلوں کے جلسے نے اس کی توثیق کی تھی، اس سے فرقی اعلان کا کام لیا گیا۔ حرفت زراعت، سرمایہ و اجرت، سکونت، محصول، صحت عامہ، اور دوسرے معاشری مسائل پر بڑھا ہوا قدم رکھنے کے بعد اس تحریر میں اس اعتقاد کی تصدیق مکرر کی گئی تھی کہ آزاد تجارت قوم کی بہبود کے لئے قطعاً ضروری ہے اور اس میں یہ بھی زور دیا گیا کہ آئرستان کی قومی حکومت کو فوراً ہی "نہ صرف ایک قانونی حق بلکہ واقعہ کاملہ" بنا دینا چاہئیے۔ لائڈ جارج نے اپنے اتحادی رفقا و مؤیدین کے ساتھ جو مراعات برتے تھے، اس تمام مہم کے دوران میں ان پر نہایت پر زور لعنت و ملامت ہوتی رہی۔ یہ دلیل پیش کی گئی تھی کہ شہنشاہی ترجیح جب ایک مرتبہ واقعہ کی حیثیت اختیار کرلے گی تو پھر بہت جلد اشیاء خوردنی پر محاصل بھی لگا دئے جائیں گے جن سے اتنا اظہار نفرت ہو چکا ہے۔ سوا راج ایک قانونی امر واقعہ ہے اور اسے طاق نسیان پر نہ رکھ دینا چاہئیے۔ رہ گیا دارالامرا کی اصلاح کا مسئلہ تو یہ اصلاح کس کام کی ہوگی اگر وہ ایسی حکومت کے ہاتھوں انجام پائے گی جس کا خاص پشتیبان ٹوری فریق ہو۔ جن مسائل سے رائے دہندوں کو سب سے زیادہ دلچسپی تھی یعنی شرائط صلح سے

متعلق مسائل، ان کی بابت مسٹر ایسکوئتھ اور اس کے پیرو وہی حیثیت اختیار کر سکتے تھے جو حکومت کی ہو مگر ایک تو ان کے سامنے بڑی مشکلات حائل تھیں اور دوسرے وہ اپنے سابق سرگروہ سے سخت غضب ناک تھے کہ اس نے ان کے اغراض کا کچھ لحاظ نہیں کیا، خاص کر اس لئے کہ اس نے مدت العمر کے آزاد خیالوں کے بالمقابل مرکب حکومت کے امیدواروں کے طرف اظہار پسندیدگی کیا اور وہ بھی ایسے انتخابی حلقوں میں جو ہمیشہ سے ہی لبرل رہے تھے۔

مزدی فریق کی سرگرمیوں سے بھی اس مہم میں کچھ کم دلچسپی نہیں پیدا ہوئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آئرلینڈ سے باہر اور ہر ایک دوسرے گروہ کے بہ نسبت مزدی مہم سب سے زیادہ پُرزور تھی، سابق کی بیش از بیش انتہائی تعداد اڑسٹھ کے بجائے اس وقت تین سو ساٹھ امیدوار میدان مقابلہ میں آئے اور اعلام نامہ جس کا عنوان "قوم کے نام مزدوروں کی صدا" تھا ہمہ گیر توجہ کا جاذب بن گیا۔ اس کے خاص مباحث حسب ذیل تھے:۔ مصالحتِ باہمی اور بین الاقوامی اتحاد عمل کی صلح" اور معاہدہ صلح کے لازمی جزو کی حیثیت سے ایک بین الاقوامی مزدی منشور، روس سے متحدہ افواج کی فوری واپسی، آئرلینڈ، ہندوستان اور شہنشاہی برطانیہ کے دوسرے حصص کے لئے تعین دستوری کا اختیار، تمدنی و حرفی آزادیوں کی بحالی، جبری فوجی خدمت کی کامل منسوخی، اراضی ملک کا قومی بنایا جانا، سلطنت کے خرچ سے دس لاکھ مکانوں کی فوری تعمیر، آزاد تجارت کی قطعی برقراری، قرضۂ جنگ کی ادائی کے لئے سرمایہ پر تدریجی براہ راست محصول، معادن، ریل، جہازرانی، سلاح اور برقی قوت کو فوراً قومی بنا لینا اور عمومی نگرانی کے تحت میں لے آنا، ایک قومی اقل اجرت کا تعین، کام یا گزارے کا ہمہ گیر حق، بالغوں کے لئے کامل حق رائے دہی اور عورتوں کیلئے مساوی معاوضہ[عـ۱]

عـ۱۔ اس فریق کا باضابطہ اعلام نامہ پی۔ یو کلاگ اور اے گلیسن کی کتاب "برطانی مزدئین اور جنگ"

P. U. Kellogg and A. Gleason, British Labour and the War.

مطبوعہ نیو یارک سنہ ۱۹۱۹ء صفحات ۱۳۔۷ا۴ میں طبع ہوا ہے۔

مرکب حکومت کے سرگروہ مزدی کثرت کے انتخاب کے خلاف جو دلائل استعمال کرتے تھے ان میں اہم دلائل یہ تھے کہ یہ فریق کل مزدوروں کی نمایندگی نہیں کرتا بلکہ اس کے ایک جزو اور وہ بھی جزو قلیل کی نمایندگی کرتا ہے، اور اس کے سرگروہ صلح جو اور بالشوی میلانات کے افراد ہیں۔ اسی طرح لبرلوں کی کامیابی کے خلاف ان کے دلائل یہ تھے کہ ایسکوئتھ کا گروہ تعداد میں ان لبرلوں سے زیادہ نہیں جو مرکب حکومت کی تائید کرتے ہیں، اس لئے اسے کوئی حق نہیں ہے کہ زمانہ سابق کے لبرل فریق کے قالب میں خود کو نمایاں کرے اور اس کی سرگروہی و قابلیت ایسی بے مایہ ہے کہ قوم کے معاملات اسے تفویض نہیں کئے جا سکتے۔

آئرلینڈ کے کیتھولک حصص میں تنازعہ قوم پرستوں اور سن فین کے حامیوں کے درمیان تھا۔ اول الذکر یہ چاہتے تھے کہ حکومتِ خود اختیاری نافذ ہو جائے اور آخر الذکر آزادی سے کم کسی چیز سے مطمئن نہیں تھے۔ یہ مہم نہایت جوش انگیز تھی اور اس میں اکثر بدعنوانیاں صادر ہوئیں۔ حامیان "سن فین" کی ترقی پذیر قوت کا ثبوت درمیانی انتخابات کی تقریباً مسلسل کامیابیوں سے مل گیا تھا۔ انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ آئرلینڈ کی (۱۰۵) نشستوں میں پانچ نشستوں کے سوا اور ہر نشست پر مقابلہ کریں گے اور ابتدا ہی سے ہوا کا رخ انھیں کی طرف تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ان کے امیدواروں نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کر دیا تھا کہ انتخاب کی صورت میں وہ وسٹ منسٹر حاضر ہونے سے باز رہیں گے مگر پھر بھی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اگر مزدیوں کو بہت بڑی فتح حاصل ہو گئی تو وہ ایسے شرائط پیش کریں گے جس سے ان کے ساتھ اتحادِ عمل کرنے کی غرض سے حامیانِ "سن فین" اپنی جگہوں پر آ جائیں۔

انتخاب کے نتائج مہم انتخابات ۱۳ دسمبر کو اختتام کو پہنچ گئی اور اس میں جلسوں کی تقریباً وہی کثرت رہی جو قبل از جنگ زمانوں میں تھی۔ اس کے دوسرے روز جملہ ۵۸۴ نشستوں کے لئے رائیں دی گئیں۔ ایک سو سات امیدوار بغیر مخالفت کے منتخب ہو گئے۔ جامعات کی پندرہ نشستوں کے لئے ۲۰ دسمبر کو رائے دہی شروع ہوئی، اور ایک حلقہ میں ایک امیدوار کی موت کی وجہ سے یہاں کی رائے دہی ملتوی کرنا پڑی۔ اس سے قبل ہی تقریباً چالیس لاکھ رائے دہی کے

پرچے مع لفافوں اور پرچہ اندازی کی صندوقوں کے اندرون ملک کے لشکرگاہوں اور مغربی محاذ کے سپاہیوں میں تقسیم کر دئے گئے تھے۔ حلقوں میں رائے دہی کے ختم ہو جانے کے بعد یعنی ۱۴ ر دسمبر کو عہدہ داران انتخاب نے صندوقوں پر مہر لگا کر انھیں محفوظ جگہوں میں رکھوا دیا (زیادہ تر یہ صندوق ضلع کی پولس کے تھانوں میں رکھ دیے گئے تھے) دو ہفتے تک یہ عہدہ دار رائے دہی کے وہ پرچے وصول کرتے رہے جو ثبت دستخط و گواہی کے ساتھ ڈاک کے ذریعہ سے بھیجے گئے تھے اور وہ رائیں بھی لیتے رہے جو قائم مقام کے ذریعہ سے دی گئیں۔ شمار ۲۸ ر دسمبر کو ہوا، غیر حاضر اشخاص یا انتخاب کنندگان کے کسی اور خاص گروہ نے جو رائیں دیں ان کا کوئی علیحدہ حساب نہیں رکھا گیا مگر بظاہر تین چار واقعات کامل طور پر محقق ہو گئے اول یہ کہ درج شدہ انتخاب کنندگان میں سے واقعاً پچیس فی صدی سے زاید نے رائے نہیں دی؛ دوسرے یہ کہ جو سپاہی ملک سے باہر تھے ان میں سے ایک بڑی تعداد رائے نہ دے سکی یا کم از کم یہ کہ اس نے رائے نہیں دی اور آزاد خیال وہزدی سر گروہ اس کی پیشین گوئی پہلے ہی کر چکے تھے تیسرے (شاید قلت وقت کی وجہ سے) قائم مقامی کے طریق سے بہت کم کام لیا گیا چوتھے یہ کہ عام خیال کے برخلاف عورتوں نے بہت زیادہ رائیں دیں۔

حالات اس قدر خلاف معمول تھے کہ دوسرے انتخابات کے ساتھ مقابلہ کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا۔ نتایج کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ مرکب حکومت کو توقع سے بڑھ کر کامل فتحمندی حاصل ہوی، جملہ عمومی رائے کے نو میں سے پانچ حصے اسے حاصل ہوئے[عله] اور جدید ۷۰۷ نشستوں میں سے ۴۷۲ نشستیں اسے ملیں، ایسکوتھ کے پیرو لبرل بہت خسارہ میں رہے، خود سابق وزیر اعظم کو

علہ۔ عمومی رائے کی حالت حسب ذیل تھی:۔ انگلستان و ویلز ۶۵۶، ۹۳، ۴۸ اسکاٹ لینڈ ۳۲۲، ۳۹، ۱۱۔ آئرستان ۴۲، ۶۰۴، ۱۰۔ جملہ ۲۰، ۹۰، ۶۷، ۱۰۔ حکومت کے امیدواروں کو کم و بیش ۵۷،۰۹،۰۰۰ رائیں ملیں اور ان کے مخالفوں کو کم و بیش ۴۸،۴۰،۰۰۰۔ جن ایک سو سات حلقوں میں انتخاب بغیر مخالفت کے ہوا تھا جن کے رائے دہندگان کی جملہ تعداد ۲۶۶، ۳۰، ۸۱، تھی۔

الیسٹ فائف کے حلقہ میں شکست ہو گئی حالانکہ ۱۸۸۶ء سے اس حلقہ سے برابر اسی کا انتخاب ہوتا رہا تھا۔[1] اس فریق کو صرف ستائیس نشستیں ملیں بمتعدد سابق وزرا کو یہ ذلت بھی گوارا کرنا پڑی کہ اپنے حلقوں میں آٹھواں حصہ رائے بھی نہ حاصل کر سکنے کی وجہ سے ان کی انتخابی امانتیں ضبط ہو گئیں۔ مزدوروں کی نمائندگی بڑھ گئی، انھوں نے ۵۹ نشستیں حاصل کر لیں تاہم یہ تعداد اس حد تک نہیں پہنچی جس کی وثوق کے ساتھ پیشین گوئی کی جاتی تھی، تین قابل ترین سرگروہوں، ریمزے میکڈانلڈ، فلپ سنوڈن، اور آرتھر ہنڈرسن کو شکست ہو گئی۔ چھیالیس ایسے اتحادیوں کا انتخاب ہوا جو مرکب حکومت کے حامی نہ تھے اور دو تین چھوٹے گروہوں نے بھی کچھ کچھ کامیابیاں حاصل کیں۔ جیساکہ ظاہر کیا جا چکا ہے آئرستان کو حامیان "سن فین" اڑا لے گئے، انھیں ۷۳ نشستیں حاصل ہوئیں اور قوم پرستوں کے پاس صرف سات باقی رہیں۔ انتخاب کے قبل قوم پرستوں کے پاس ۸۰ نشستیں تھیں اور حامیان "سن فین" کے پاس چھ۔ جدید پارلیمنٹ میں نئے اراکین کا تناسب غیر معمولی تھا؛ نصف سے زائد ارکان (جن کی صحیح تعداد ۳۸۰ تھی) سابق پارلیمنٹ میں شامل نہیں تھے؛ ڈھائی سو یعنی ایک ثلث سے زائد ایسے ارکان تھے جنھوں نے جنگ میں کام کیا تھا۔

نتائج کی تنقیح سے بعض اہم نتائج حاصل ہوئے؛ اول یہ کہ جس مرکب حکومت نے جنگ کو کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچایا تھا قوم نے اس کی تصدیق کی اور اس حکومت کی جانب سے شرائط صلح کا جس حد تک اعلان ہوا تھا، اسے پسند کیا، اور صلح کی گفتگو انھیں لوگوں کے ذریعہ سے کرنا چاہی جو الحال برسر اقتدار تھے۔ دوسرے یہ کہ قوم مجموعی حیثیت سے صلح جوئی یا بولشویت سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتی تھی۔ بیسیوں مزدوری و آزاد خیال امیدوار جن کے نام مفاہمتی صلح کے تصور کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے، انھیں ذلت کے ساتھ

---

[1] ڈبلیو نوٹسٹین، "سوانح مسٹر ایسکویتھ" W. Notestein, "The Career of Mr. Asquith," مطبوعۂ پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی۔ ستمبر ۱۹۱۶ء۔

شکست اٹھانا پڑی۔ تیسرے یہ کہ ۱۹۰۵ء میں جب لبرل حکومت کا دور شروع ہوا تھا اس کا خاتمہ ہوگیا، بالفاظ دیگر یہ کہ قوم اتحادی بن گئی تھی"۔ نہ صرف یہ کہ نئی پارلیمنٹ کے اندر حامیانِ مرکب حکومت میں اتحادیوں کا غلبہ تھا (یعنی ۳۳۵ اتحادی، ۱۲۷ لبرل اور ۱۰ مزدور اس میں شامل تھے) بلکہ شرکت نہ کرنے والے حامیانِ "سن فین" کو بھی شمار کر کے کل دارالعوام میں اتحادیوں کو ۵۳ کی زیادتی حاصل تھی۔ آخری امر یہ تھا کہ آئرستان کے نتائج نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ گزشتہ سو برس کے اندر کسی انگریزی حکومت کو اس ملک میں جن حالات سے سابقہ پڑا ہو، اس وقت کی صورت حالات ان سب سے زیادہ نازک تھی[1]۔

۱۹۱۸ء کے انتخاب کے بعد فریقانہ ارتقاء

اپنے جدید و موثر تقرر کی تائید حاصل کر کے وزیر اعظم نے بیش نظر کام کے لحاظ سے فوراً ہی وزارت مرکب کو از سر نو ترتیب دیا۔ ستّر تصویریوں کا اعلان کیا گیا[2] مگر نئے داخل ہونے والوں کی تعداد (دس) توقع سے بہت کم تھی وزارت عظمیٰ

---

[1] انتخاب کے دوران میں جو سیاسی نشیب و فراز واقع ہوتے رہے ان کی رفتار بسہولت تمام "لندن ٹائمز" کی ہفتہ وار اشاعت سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ذیل کے مضامین جن کا انتخاب کثیر التعداد رسالہ جات سے ہوا ہے، دلچسپی سے خالی نہیں ہیں:- اس۔ وب "پیش آنے والے برطانی انتخابات" S. Webb, "The Coming British Elections," مطبوعۂ نیو ریپبلک ۳ اگست ۱۹۱۸ء۔ نامعلوم "انگلستان میں انتخاب عام" Anon, "The General Election in England" ایضاً ۲۱ دسمبر ۱۹۱۸ء۔ جے۔ بی۔ فرتھ "وسٹ منسٹر کے فاتح و مفتوح" J. B. Firth, "Victors and Vanquished at Westminster" "فورٹنائٹلی ریویو" فروری ۱۹۱۹ء۔ اس۔ وب "جدید برطانی پارلیمنٹ" S. Webb, "The New British Parliament" مطبوعۂ نیو ریپبلک" ۲۵ جنوری ۱۹۱۹ء۔ سی، ماسٹرمین و دیگر اصحاب "انتخاب عام و مابعد" C. Maeter man et al. The General Election and After, مطبوعہ "کانٹمپوریری ریویو" فروری ۱۹۱۹ء۔ غیر معلوم "مسٹر اسکویتھ کی شکست" Anon., Mr. Asquith's Defeat مطبوعہ "نیویارک نیشن" یکم مارچ۔

[2] "لندن ٹائمز" (ہفتہ وار) ۱۷ جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۵۹۔

کے سوا اکثر و بیشتر اہم عہدے اتحادیوں کو دیئے گئے اور جنگی کابینہ جو غیر معین طور پر جاری رکھا گیا اس میں اتحادی گروہ ہی کا غلبہ تھا۔ مرکب حکومت کے حامیوں نے عام طور پر ایسا انداز اختیار کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو آئندہ کی نسبت وثوق واعتماد ہے، مگر باہر کے نقاد و مبصر اس پیشین گوئی پر متفق تھے کہ نئی حکومت کو دشوار گزار راستہ طے کرنا پڑے گا، اور واقعات نے اس پیش بینی کو صحیح ثابت کر دیا۔ اول یہ کہ وزارت کو پیچیدہ قومی مسائل کی ایک مہیب تعداد سے سابقہ پڑا جو خود جنگ اور صلح کی فوری بحالی کی وجہ سے دفعۃً سر پر آ پڑے تھے ان مسائل کا تو کوئی ذکر ہی نہیں جو اسے اپنی پیشرو حکومتوں سے ورثے میں ملے تھے، جن میں آئرستان کا مسئلہ سب سے خاص تھا۔ دوسرے یہ کہ پیرس میں جو گفتگوئے صلح ہو رہی تھی کئی مہینے تک تمامتر توجہ اس پر وقف کر دینے کی ضرورت ہوئی اور اس کے معنی یہ تھے کہ خانگی قانون سازی میں مزید التوا واقع ہو، اور یہ ایسے وقت میں جب کہ شدید حرفتی و معاشری پریشانیوں کا اقتضا یہ تھا کہ بتوجہ تمام انھیں پر خیالات مرکوز کر دیئے جائیں۔ مزید برآں، وزارت کے اندر بلکہ خود کابینہ کے اندر جو معلوم عام اختلاف رائے تھا، اس سے بھی تذبذب و تاخیر لازم آتی تھی، اس کے ساتھ ہی ۱۹۰۶ء کی وسیع کثرت کے مانند اس وقت بھی دار العوام کے اندر حکومت کی وسیع کثرت بجائے خود پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ عام پیش بندی سے بھی پہلے ہی حکومت کی مقبولیت کے کم ہو جانے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور معاً درمیانی انتخابات کے نمایاں تسلسل نے پے بہ پے یہ ظاہر کرنا شروع کر دیا کہ اب رخ مخالفت کے عناصر کی طرف پھر گیا ہے۔

جب نئی پارلیمنٹ کا اجتماع ہوا تو (اصطلاحی معنی میں) "فریق مخالف" کی نوعیت و شخصیت درحقیقت ایک عجوبہ شے بن گئی۔ حکومت کے بعد، سب سے زیادہ نشستیں فریق مزدوری کے پاس تھیں، اور رواج کی شدید پابندی کے لحاظ سے اس کے معنی یہ ہوتے کہ اسے فریق مخالف کی اولین صف پر قبضہ کرنے کا حق تھا، مگر آزاد لبرل اس انتظام پر رضامند نہیں ہو سکتے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تسویہ باہمی ہو گیا جس کے بموجب دونوں فریق کے باضابطہ رہبر مع اپنے اپنے

چند رفقاء کے اس نازک جگہ پر باقاعدہ قابض ہو گئے ۔ دونوں گروہ باضابطہ متحد نہیں تھے مگر حالات نے عملاً انھیں متحد کر دیا، اور اگرچہ تعداد کے اعتبار سے وہ کمزور تھے مگر انھوں نے نکتہ چینی کا ایسا سلسلہ جاری رکھا جسے حکومت نظرانداز نہیں کر سکتی تھی ۔

پارلیمنٹ کی اندر کی صف بندیوں کا جہاں تک تعلق ہے، ان صفحات کی تحریر کے وقت صورت حالات یہی تھی جو مذکور ہوئی لیکن یہ صورت کب تک قایم رہے گی اور اس کے بعد کیا حالت پیش آئے گی، یہ سوالات نہایت عمیق اور کل قوم کی دلچسپی کے ہیں۔ بعض ایسے مساعی ورجحانات کا ذکر ہو سکتا ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ دوبارہ فریقانہ نظم کن روشوں پر قرار پکڑے گا۔ ان میں سب سے اول وہ کوشش ہے جو طریق لبرل کو متحد رکھنے اور سیاسیات میں ایک ممیز قوت کے طور پر اس فریق کے اپنی سابقہ جگہ حاصل کرنے کے متعلق ہو رہی ہے۔ ۱۹۱۸ء کے انتخاب کے بعد ہی آزاد خیال قومی وفاقیہ کی جو پہلی مجلس عاملہ منعقد ہو اس میں سابق وزیر اعظم الیسکویتھ نے علی الاعلان یہ کہا کہ یہ امر قوم کے لئے نہایت ہی اہم ہے کہ آزاد خیال فریق اپنی وحدت اور اپنے آزادانہ عمل کو قایم رکھے، اور اس نے اس امر پر زور دیا کہ تمام ملک میں لبرلوں کے تنظیمات کو زندہ رکھا جائے۔[1] اس نصیحت کے بموجب پارلیمنٹ کے اندر اس آزاد خیال گروہ نے جو مرکب حکومت کا حامی نہیں تھا، سر ڈانلڈ میکلن کو اپنا سرگروہ منتخب کر لیا اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے مزدوی فریق کے ساتھ مل کر فریق مخالف کی حیثیت اختیار کر لی ۔ اس کے ساتھ ہی مشورت کی مجلسیں اور دعوتیں برابر ہوتی رہیں اور ان مواقع پر مسٹر الیسکویتھ (جو بدستور حقیقی سرگروہ تھا) اور دوسرے مستند مقررین کی طرف سے لبرل حکمت عملی کے متعلق جو اعلانات ہوتے رہے، ان کی وجہ سے تمام ملک کے اندر اس فریق کی اخلاقی حالت برقرار رہی ۔ فروری ۱۹۲۰ء میں الیسکویتھ خود دوبارہ دارالعوام میں آگیا، اور اس مرتبہ

[1] ۔ "لندن ٹائمز" (ہفتہ وار) ۲۴ جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۹۰ ۔

وہ اپنے قدیم حلقہ ایسٹ فائف کے بجائے پیزلی سے منتخب ہوا تھا۔ اس واقعہ اور اس کے ساتھ متعدد دوسرے درمیانی انتخابات میں آزاد لبرلوں کی نمایاں کامیابی نے ۱۹۲۰ء کے موسم گرما کے شروع ہوتے ہوتے ایک وسیع مطالبہ یہ پیدا کر دیا کہ فریقانہ اتحاد کامل طور پر بحال کر دیا جائے یعنی تمام لبرل مرکب حکومت سے علیحدہ ہو جائیں اور اس طرح خود مرکب حکومت کا خاتمہ ہو جائے۔ دلیل یہ پیش کی جاتی تھی کہ مرکب حکومت ایک دوسرے سے ممیز و مخالف فریقوں کا ایک اتحاد ہے جو جنگ کے غیر معمولی حالات میں ترتیب دیا گیا تھا اور ۱۹۱۸ء میں ایک خاص مقصد یعنی سرانجام صلح کے لئے بحال رکھا گیا تھا۔ یہ اتحاد خود اپنی نوعیت ہی کے اعتبار سے عارضی و ہنگامی تھا؛ اس کے مقاصد اب حاصل ہو چکے ہیں؛ اگر اس کا مقصود یہ نہیں ہے کہ چند محدود شخصی اغراض کے پورا کرنے کے لئے یہ ایک "کا بال" بن جائے تو اسے فوراً شکست کر دینا چاہئے۔ بہر نوع، اسے حکومت کا ایک مستقل آلہ بنانے کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے اصلی اور واحد مقصد کو بالکلیہ بدل دیا جائے۔ اس امر پر بھی زور دیا جاتا تھا کہ موجودہ صورت حال کا میلان یہ ہے کہ مرکب حکومت کے حامی لبرلوں اور آزاد لبرلوں کے باہمی عناد کو ترقی ہوتی جائے۔ دونوں عناصر برابر ایک دوسرے کے خلاف مختلف حلقوں میں امیدوار مقرر کرتے تھے اور چونکہ اکثر حلقوں میں فریقانہ کل آزاد لبرلوں کے ہاتھوں میں تھی اس وجہ سے مرکب حکومت کے عناصر کو یہ ترغیب ہوتی تھی کہ وہ خود اپنی فریقانہ کل مہیا کریں حالانکہ اس کا اثر قطعاً یہی ہوتا کہ مزید کدورتیں پیدا ہوں اور دوبارہ اتحاد کے مشکلات میں اور بیّن اضافہ ہو جائے۔

اس دور کا ایک دوسرا اہم ارتقا مزدور فریق کی تنظیم جدید تھی، جس کا مطمح نظر یہ تھا کہ اس فریق کو زیادہ وسیع حلقۂ انتخاب ہاتھ آئے اور ترتیب جدید کے دور کی سیاسی زندگی میں اسے زیادہ وزن حاصل ہو جائے۔ اس تنظیم جدید کی بنا ایک نئے دستور پر رکھی گئی تھی جو ایک فریقانہ کانفرنس

میں منظور ہوا تھا جس کا انعقاد فروری ۱۹۱۸ء میں بمقام لندن ہوا تھا۔ اس وقت تک یہ فریق، اتحادات تجارتی، مقامی مزدی فرق، اور مجالس اشتراکی و اتحاد باہمی کی ایک خالص وفاقیہ تھا مگر اب آئندہ سے ان گروہوں کے علاوہ، اس فریق کی مقامی شاخیں بھی قرار دی گئی تھیں جو حلقوں کے اندر اسی طرح بنتیں اور قائم رہتیں جیسے دوسرے فریقوں کی شاخیں بنتیں اور قائم رہتی ہیں اور جو لوگ کہ اتحاد تجارتی یا مجالس اشتراکی سے تعلق نہ رکھتے ہوں یا نہ رکھنا چاہتے ہوں انھیں مزدی فریق کی رکنیت میں شامل ہونے اور قائم رہنے کا موقع ملتا۔ دوسری جدت طرازی یہ تھی کہ بلا امتیاز طبقہ یا پیشہ کے "ہاتھ یا دماغ سے کام کرنے والے تمام اشخاص" کی نسبت باضابطہ یہ تسلیم کر لیا گیا کہ وہ اس فریق کے پیرو ہونے کے لئے موزوں اور اس کی حفاظت کے حقدار ہیں۔ آخری امر یہ تھا کہ فریقانہ کل میں بعض تغیرات عمل میں آئے اور یہ شرط خاص طور پر قرار دی گئی کہ ہر ایک انتخاب عام کے قبل فریقانہ لائحۂ عمل پر فریقانہ کانفرنس کے ذریعہ سے رائے حاصل کی جائے گی اور ہر ایک امید وار جو اس فریق کے ساتھ وابستہ ہونا چاہے اسے (فریق کے) مشرحہ اصولوں اور اس کی حکمت عملیوں کی کامل وفاشعاری کا غیر مشروط اعلان کرنا پڑے گا۔

مزدی فریق کے پیرؤں کو جتنی امید تھی ۱۹۱۸ء کے انتخاب عام میں اس سے کم نشستیں انھیں حاصل ہوئیں مگر آئندہ کے ڈیڑھ برس میں اس فریق نے ملک پر ایسا تسلط جما لیا کہ تیز بین سیاسی مبصر مزدوی حکومت کے امکان کے متعلق چرچے کرنے لگے۔ ۱۹۱۹ء کے جن بارہ درمیانی انتخابوں میں مزدوی فریق کھڑے ہوئے ان میں مزدویوں کو ۸۳،۱۲۴ رائیں اور مرکب حکومت کے حامی امیدواروں کو ۵۸۴،۱۴ رائیں ملیں اور مزدیوں نے تین نئی نشستیں حاصل کیں۔ مزید براں، رایوں کے تجزیہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ فریق نہ صرف حرفتی اضلاع میں بلکہ طبقۂ متوسط کے حلقوں میں بھی استحکام حاصل کرتا جاتا تھا اور ۱۹۱۸ء میں وسعت رائے دہی کے توسع سے ہر ایک دوسرے فریق کی بہ نسبت اسی کو زیادہ نفع پہنچنے کی توقع تھی۔ پارلیمنٹی سرگروہی میں یہ فریق کمزور تھا، اس کی تنظیم ہنوز کسی قدر

سقیم سی تھی، اور اس میں رجعت پسند اور ترقی پسند دونوں عناصر شامل تھے، مگر اکثر مباحث پر اس کا لائحۂ عمل اس کے ہر ایک حریف لائحۂ عمل کے بہ نسبت زیادہ قطعی تھا۔ پیداوار اور تقسیم کے ذرائع کو قومی بنا لینے کی بابت اس کی وسیع تبلیغ نے جنگ کے بعد کے مضطرب حالات میں خاص اثر پیدا کر لیا، اور اس امر کا صاف ارکان نظر آنے لگا کہ اس کی یہ پرزور یسارانہ حرکت کسی وقت اپنے ساتھ کافی رائے دہندوں کو سمیٹ لے جائے گی اور آخر کار اسے بااقتدار حیثیت حاصل ہو جائے گی [۱]۔

[۱] ۔ زمانہ جنگ کے اندر انگلستان کی مزدوی تحریک کا بہترین بیان مع کثیر التعداد اہم دستاویزوں کے یو۔ پی کلاگ اور اے گلیسن کی کتاب "مزدیان برطانی و جنگ"
P. U. Kellogg A. Gleason, British Labour and the War.
مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۸ء میں ہے۔ اس مختصر مگر مفید تبصرہ ای۔ ایم۔ فریڈمین کی E. M. Friedman کتاب میں ہے:۔ "مزدی اور یورپ کی ترتیب جدید" Labour and Reconstruction in Europe مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء۔ ماخذی مواد میں سب سے زیادہ قابلِ قدر کتاب "مزدی کتاب سالانہ" Labour Year Book جس کی اشاعتیں ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۹ء میں ہوئیں۔ دو اہم مضامین حسب ذیل ہیں:۔ اے۔ ڈبلیو ہمفری A. W. Humphrey "برطانی مزدی تحریک اور جنگ" The British Labour Movement and the War مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی" مارچ ۱۹۱۷ء۔ سی۔ ایچ نارتھ کوٹ "زمانہ جنگ میں برطانیہ عظمیٰ کے اندر مزدی تنظیم" C. H. Northcott, "The Organization of Labour in War Time in Great Britain" (ایضاً جون ۱۹۱۷ء)۔ جنگ کے بعد کے نئے دور کے منظم شدہ مزدی فریق کے سیاسی خیالات، مقاصد اور طریقہائے کار کے متعلق باقاعدہ بحث کتب ذیل میں ملے گی:۔ اے۔ ہنڈرسن "مزدیین کے مقاصد" A. Henderson. The Aims of Labour مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء۔ جی۔ ڈی۔ ایچ۔ کول "مزدیین دولت عامہ کے اندر" G. D. H. Cole, Labour in the Common wealth مطبوعہ نیویارک،

تیسرا قابل الذکر ارتقا وہ تحریک ہے جو حامیان مرکب حکومت کو ایک مستقل فریق میں بدل دینے کے لئے ہوئی یہ بیتقن کرنا غیر ممکن ہے کہ کب اور کس کی طرف سے سب سے پہلے یہ تجویز ہوئی، اس خیال کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے کہ یہ اتحاد جب اولاً ہوا ہے اس وقت کسی کے دل میں یہ تجویز موجود تھی، اور التوائے جنگ کے قبل اس کے متعلق علانیہ کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ مگر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ۱۹۱۹ء۔ آر لین (نارمن انیگل) "برطانی انقلاب اور امریکی عمومیت" R. Lane (Norman Angell) The British Revolution and the American Democracy مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۹ء ایس۔ جی۔ ہابسن "قومی انجمنہائے پیشہ وران اور مملکت" S. G. Hobson, National Guilds and the State مطبوعۂ لندن ۱۹۲۰ء۔ رسالوں کے مضامین میں مضامین ذیل قابلِ ذکر ہیں:- اے ہنڈرسن "مزدوئین کا مستقبل" A. Henderson, "The Outlook for Labour "کانٹمپوریری ریویو" فروری ۱۹۱۸ء۔ اے۔ جی۔ گارڈنر "مسٹر ہنڈرسن اور تحریک مزدی" A. G. Gardiner, "Mr. Henderson and the Labor Movement مطبوعۂ "اٹلانٹک منتھلی" اگست ۱۹۱۸ء۔ جی۔ ڈی۔ ایچ۔ کول، "برطانی مزدی تحریک کا ارتقار حالیہ" G. D. H Cole, "Recent Developments in the British Labor Movement مطبوعۂ "امریکن اکونومک ریویو" ستمبر ۱۹۱۸ء۔ ایس۔ بروکسن، "برطانی مزدی مستقبل" S. Brooks, "The British labour Outlook مطبوعۂ نارتھ امریکن ریویو" مارچ ۱۹۱۹ء۔ ایف۔ جے۔ سی ہرنشا۔ "مزدی فریق نشا ہنہائے منزل پر" F. J. C. Hearnshaw, "The Labour Party at the Crossings," مطبوعۂ "فورٹنائٹلی ریویو" مارچ ۱۹۱۹ء۔ آر۔ رابرٹس، "انگلستان بحالت انقلاب" R. Roberts, England in Revolution مطبوعہ نیویارک نیشن، ۱۷۔ مئی ۱۹۱۹ء۔ جے۔ آر۔ میکڈانلڈ۔ "آزاد مزدی فریق" J. R. MacDonald, "The Independent labour party,, "ایضاً" ۱۴ جون ۱۹۱۹ء۔ جی۔ ڈی۔ ایچ۔ کول، "برطانی مزدی تدبیر عمل" G. D. H. Cole, "British Labour Strategy

مئی سنہ ۱۹۱۹ء میں نئے مرکبی ارکان کی ایک غیر رسمی ذیلی مجلس نے ایک مستقل مرکزی فریق کے قیام کے لئے ایک تجویز طیار کرنے کا کام شروع کیا جو معتدل ترقی پسند ارکان یعنی مرکب حکومت کے حامی لبرلوں اور آزادی پسند اتحادیوں پر مشتمل ہو، جس کا مقصد خاص یہ ہو کہ مزدی فریق کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت کی مخالفت کیجائے [1]
موسم گرما میں متعدد وزرا نے اس تجویز سے اپنی موافقت کا اعلان کیا اور سال کے ختم ہوتے ہوتے یہ معلوم ہو گیا کہ وزیر اعظم اور برائے نام اتحادی سرگروہ مسٹر لا دونوں اس کی موافقت میں ہیں۔ اوائل سنہ ۱۹۲۰ء میں کچھ دنوں تک تقریباً روزہی یہ انتظار رہتا تھا کہ اس تجویز کی پختگی کا اعلان ہو جائے گا مگر اس تحریر کے وقت تک کسی نہ کسی وجہ سے اس کارروائی کی طرف علانیہ کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مرکب حکومت کے سرگروہوں نے کسی زیادہ مناسب موقع (مثلاً قومی انتخاب کے وقت) کے انتظار کو ترجیح دی ہو یا شاید اس موضوع پر ابھی ان کی رائے پوری طرح قائم نہ ہوئی ہو۔
اس تجویز نے بالطبع تمام سیاسی عناصر میں شدید دلچسپی پیدا کر دی کیونکہ اس کے پورے ہو جانے سے نہ صرف از منۂ وسطیٰ کی فریقانہ صف آرائیوں کا قطعی خاتمہ ہو جاتا بلکہ کل فریقانہ نظم ایک نئی اور پائدار بنیاد پر قائم ہو جاتا۔ آزاد لبرل یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ زمانۂ جنگ سے قبل کی فریقانہ تفریق پر واپس جانے کا وقت آ گیا ہے، وہ یہ دکھاتے تھے کہ درمیانی انتخاب میں آزاد لبرلوں اور مزدیوں کی فتح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرکب حکومت کی مقبولیت گھٹتی جا رہی ہے، وہ یہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ لبرل تائید بسرعت تمام زائل ہوتی جا رہی ہے، اور جہاں تک عام ملک کا تعلق ہے اس مرکب جماعت میں صرف اتحادی فریق ہی رہ جائیگا اور جنگ سے قبل کے فریقانہ نظم کی تجدید کے لئے صرف اتنی ہی ضرورت ہے کہ وزارتی اتحاد باضابطہ منسوخ کر دیا جائے۔ دوسری طرف مرکب حکومت کے سرگروہ اس امر پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ایضاً ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء - ایم فلپ وغیرہم کی کتاب بھی قابل ذکر ہے مستورات اور فریق مزدی M. Phillips et al. Women and the Labour Party, مطبوعہ نیویارک سنہ ۱۹۱۹ء۔

[1] دوسرے نام جو اس نئے فریق کے لئے تجویز ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:- نیشنل رفارم (قومی اصلاحی فریق) "نیشنل ڈیموکریٹ" (قومی عمومی فریق)، "پروگریسیو" (ترقی پسند فریق)۔

باب نوزدہم

برطانیۂ کبریٰ: خود حکومتی نوآبادیاں

روایتی سیاسی آزادی

برطانی سیاسی نظم کا یہ بیان اس وقت تک موزوں طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ سلطنت برطانیہ کے حکومتی ارادات و مسائل کی بھی کچھ تفسیر نہ کردی جائے۔ سلطنت متحدہ اگرچہ اکثر اعتبارات سے ایک جداگانہ و خودکفیل ملک ہے مگر پھر بھی وہ اس سیاسی قلمرو کا ایک جزو ہے جو قابل سکونت سطح ارض کے تقریباً ایک ربع پر پھیلی ہوئی ہے اور جو دنیا کی آبادی کے ایک ربع سے زائد کی قسمت کی نگراں ہے۔ رومانی شہنشاہی نسبتاً ایک زیادہ پرشکوہ طاقت تھی کیونکہ اپنی شان و شوکت کے زمانہ میں وہ عملاً تمام متمدن دنیا کو گھیرے ہوئے تھی لیکن قطعی حیثیت سے جب اندازہ کیا جائے تو برطانی شہنشاہی گزشتہ و موجودہ زمانوں کی تمام سلطنتوں سے زیادہ تاباں و درخشاں ہے۔

سرسری طور پر یہ دیکھنا چاہئے کہ برطانی علم کے نیچے جو قومیں آباد ہیں وہ اتنی ہی خوشحال، ایسی ہی قانع، ایسی ہی آزاد اور اپنے حقوق کی ایسی ہی حریص و رقیب ہیں جیسی دنیا کی قوموں کے بڑے گروہوں میں سے کوئی

زور دیتے تھے کہ اس حکومت کو ابھی ایک معقول زمانہ تک برقرار رہنا چاہیئے، قدیم فریقانہ نظم اب متروک ہوچکا ہے، آیندہ کی تفریق اب اس بناء پر ہوگی کہ دونوں قدیم بڑے فریقوں کے اعتدال پسند اشخاص ایک طرف ہوجائیں گے اور رعزدیت و اشتراکیت کی استیصالی قوتیں دوسری جانب ہوجائیں گی ۔ وہ اعتدال پسند اتحادی اور آزاد خیال عناصر کے دائمی امتزاج کے طبعی بلکہ ضروری ہونے پر زور دیتے تھے ۔

مرکب حکومت کو بہت بڑی کثرت کی تائید حاصل تھی، اور وہ اس حالت میں تھی کہ غیر معین زمانہ تک قائم رہے گو اواخر ۱۹۱۹ء میں دار العوام کے اندر اسے ایک مسئلہ پر شکست مل چکی تھی جس سے معمولی حالت میں وزارت کنارہ کش ہوجاتی، اور باوجود اس کے کہ سستی، فقدان حکمت عملی، اسراف، آئینی قواعد سے گریز اور خود سری کے میلانات کی شدید نکتہ چینیاں بھی برابر بڑھتی جاتی تھیں، پھر بھی وہ اپنی جگہ پر قائم رہی لیکن حالت ایسی نازک ہوگئی تھی کہ راتوں رات کوئی قومی انتخاب پیش آجانا بالکل ممکن ہوتا، اور کوئی موجودہ شخص یہ پیشین گوئی نہیں کرسکتا تھا کہ اس صورت میں فریقانہ نظم و مستعد کاری کیا رفتار اختیار کرے گی[1]۔

[1]۔ ۱۹۱۸ء کے انتخاب کے بعد سے انگلستان کے فریقانہ سیاسیات کی رفتار کا مطالعہ "لندن ٹائمز" اور "منچسٹر گارڈین" کی ہفتہ وار اشاعتوں میں بسہولت تمام ہوسکتا ہے مگر مرکب حکومت کے متعلق دونوں اخباروں کی نکتہ چین روش کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے ۔ مضامین ذیل بھی دیکھنا چاہیئے:-

نامعلوم "انگریز لبرلوں کی سرگروہی" Anon., The Leadership of the English Liberals, "نیو ریپبلک"، ۱۵ ؍ جنوری ۱۹۱۹ء ۔ جے ۔ آر ۔ میکڈانلڈ، "برطانیہ عظمیٰ کی سیاسی ہیولانی کیفیت" J. R. MacDonald. "Great Britain's Political Chaos," مطبوعہ "نیویارک نیشن" ۸ ؍ نومبر ۱۹۱۹ء ۔ ڈبلیو ۔ پی کروزیر، "انگلستان میں سیاسی آثار" W. P. Crozier, "Political Portents in England" مطبوعہ "نیو ریپبلک" ۳۱ ؍ مئی ۱۹۱۹ء نامعلوم "انگلستان کا سیاسی مستقبل" Anon. The Political Outlook in England ایضاً ۴ ؍ جنوری ۱۹۲۰ء ایس ۔ ویب "اسپین وادی کا شگون" S. Webb, "The Portent of Spen Valley," ایضاً ۴ ؍ فروری ۱۹۲۰ء جے ۔ آر ۔ میکڈانلڈ "مزدوری حکومت کی جانب روانی" J. R. MacDonald, "Drifting toward a Labour Government," مطبوعہ "نیویارک نیشن" ۲۸ ؍ فروری ۱۹۲۰ء ۔

دوسرا گروہ ہو۔ وہ ہر اقلیم میں آباد ہیں، ان کا تعلق تقریباً ہر ایک نسل سے ہے، وہ علم و تہذیب کے ہر ایک ممکن الخیال درجہ کی نمایندگی کرتی ہیں، وہ ہر ایک ممکن معاشی غرض رکھتی ہیں، ان میں یوروپی نسل کے لوگوں کا تناسب اس وقت اس سے کچھ زیادہ نہیں ہے جتنا ڈیڑھ سو برس قبل تھا۔ پھر بھی جو روابط اس سلطنت کو باہم وابستہ کیے ہوے ہیں وہ اس سے زیادہ قوی ثابت ہوے جتنا کہ جنگ کے قبل کے زمانہ میں اہل رجا گمان کرتے تھے۔ اس مسئلے پر یہاں بحث نہیں ہو سکتی کہ ان کے ایسا ہونے کے وجوہ کیا ہیں۔ یہ وجوہ قرابت نسلی، تعلقات تمدنی، فوائد تجارتی و کاروباری، خواہش تحفظ، غرض تمام ہی اغراض کو احاطہ کیے ہوے ہیں، مگر ان سب کی تہ میں اصل واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ سو برس کے اندر برطانوی شہنشاہی پر بہ حیثیت مجموعی عاملانہ ہی نہیں بلکہ نافعانہ حکمرانی ہوئی ہے۔ بڑے بڑے دور افتادہ توابع میں کچھ ایسی تبدیلی ہوگئی ہے کہ تمام اغراض و مقاصد کے لیے اب وہ آزاد مملکتیں بن گئی ہیں۔ جن قوموں کو حکومت خود اختیاری کے پورے حقوق دینا محفوظ یا قرین عقل نہیں سمجھا گیا انھیں جزوی حقوق دیے گئے ہیں۔ جو قومیں ان سے زیادہ پست حالت میں ہیں ان پر انگریز حکام کے ذریعہ سے قوت اور دیانت داری کے ساتھ حکومت کی جاتی ہے اور عام طور پر اس سے خود انھیں قوموں کو زیادہ نفع پہنچا ہے۔

دوسری توسیع پذیر قوموں کے برخلاف انگلستان نے اول ہی سے اپنے آباد کاروں کے لیے یہ روا رکھا تھا کہ خود ان کی حکومت میں ان کا بھی حصہ ہو لیکن اس پر بھی تلخ تجربہ کے بعد ہی انگلستان کو یہ نظر آیا کہ نوآبادیوں کا سوا راج شہنشاہی اقتدار کے منافی ہونے کے بجائے اس اقتدار کو مستحکم ترین بنیاد بنا سکتا ہے۔ یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ زمانۂ حال کا ایک عالم (جس نے انگریزی نقطۂ نظر سے لکھا ہے) اس مبحث پر کیا کہتا ہے۔ ''جب یورپ نے بقیہ دنیا میں ہاتھ پاؤں پھیلانا شروع کیے اس وقت صرف برطانیہ کے لوگ تھے جن کی رگ و پے میں حکومت خود اختیاری کی عادت و خصلت سرایت کر چکی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جہاں

نہیں گئے، حکومت خود اختیاری کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ اٹھارھویں صدی بلکہ انیسویں کے وسط تک تمام دنیا میں صرف برطانیہ اور اس سے نوزائیدہ قومیں آزاد مملکتوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کا اس طرح پھلنا پھولنا صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ آزاد تھے۔ وہ خود اپنے طور پر پھیلے، انھوں نے جہاں کہیں قدم جمائے، خالی زمینوں میں نئی آبادیاں قائم کر دیں اور اکثر مادری ملک کی مرضی کے خلاف ایسا کیا۔ پرزور آزاد ملتوں کا از خود نشو و نما پانا برطانی شہنشاہی کی بے اندازہ وسعت کا ایک خاص سبب ہوا ہے۔ برطانی نوآبادیوں میں حکومت خود اختیاری کے حقوق کی موجودگی کی وجہ سے جو نتائج نکلے انہیں سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ دوسرے ممالک کے آبادکاروں کے بہ نسبت یہ لوگ مادری ملک کے اقتدار کے ہر ایک ناواجب عمل کو ناپسند کرتے اور اس کی مقاومت کرنے میں سب سے زیادہ مستعد رہتے تھے۔ آزادی کا یہی جذبہ تھا جس کی وجہ سے حکومت خود اختیاری کی آبیاری کے باعث ۱۷۷۵ء میں امریکی نوآبادیوں نے سرتابی کی اور ممالک متحدہ کی آزاد قوم بن گئیں اس عظیم الشان معرکہ آرائی میں ایک نہایت ہی اہم سوال اٹھ کھڑا ہوا جو انسان کی تاریخ میں ایک نیا سوال تھا، یہ کہ آیا انتہائی آزادی کے ساتھ اتحاد قائم رہ سکتا ہے یا نہیں آیا یہ ممکن ہے یا نہیں کہ آزاد ملتوں کا ایک وفاق یا برادری ایسی قائم کی جائے جس میں ہر ایک ملت خود اپنی قسمت کی مالک ہو اور پھر بھی عام مفاد کے لئے سب متحد ہوں، مگر یہ سوال بہت ہی نیا تھا اور اسی وجہ سے بحر اوقیانوس کے اس طرف سمجھا گیا نہ اُس طرف یہ طبعی امر تھا کہ برطانیہ نے اتحاد کے قائم رکھنے پر سب سے زیادہ خیال کیا، اس نے اسے ناواجب سمجھا کہ عام مدافعت کا کل بار اسی کے اوپر پڑ جائے اور اپنے خیال کو بزور عاید کرنے میں اس نے متعدد سفیہانہ غلطیاں کیں۔ دوسری طرف یہ امر بھی اتنا ہی طبعی تھا کہ آبادکاروں نے اولاً اپنے سوراجی حقوق کا خیال کیا اور

یہ مطالبہ کیا کہ گھٹنے کے بجائے ان حقوق کو بڑھنا چاہیئے۔ نتیجہ اس کا وہ بدنصیب جنگ تھی جس نے آزاد قوموں کے اس واحد خاندان کو شکست کردیا جو اس وقت تک دنیا کے اندر وجود میں آیا تھا، اوران میں علیحدگی پیدا کردی جس سے دنیا میں آزادی کا مسئلہ نہایت ہی کمزور ہوگیا۔ امریکی انقلاب سے برطانیہ نے بہت سے کارآمد سبق سیکھ لئے۔ اس قدیم سلطنت کے جاتے رہنے کے بعد ہی جلد تر اس نے جو سلطنت بنانا شروع کی اس میں توقع یہ ہونا چاہیئے تھی کہ وہ حکومتِ خوداختیاری کے ان اصولوں سے جھجکے گی جنھیں کسی دوسری سلطنت نے اپنے ماورائے بحر قلمرو پر عائد کرنے کی کبھی سعی نہیں کی تھی اور جن کی وجہ سے (شہنشاہی نقطہ سے) امریکہ میں اس قدر مصیبت ناک نتائج نکلے تھے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ خودحکومتی کی عادتیں برطانیہ کے فرزندوں میں اس قدر عمیق جڑ پکڑ گئی تھیں کہ برطانیہ کے لیئے یہ ناممکن تھا کہ وہ ان کے نئے مسکنوں میں انھیں حکومتِ خوداختیاری کے حقوق دینے سے انکار کردے۔ اس کے برخلاف، انیسویں صدی میں برطانیہ نے یہ سیکھا کہ وہ ان کی آزادی کے ہر ایک توسع کا خیر مقدم کرے اور اس میں سہولت پیدا کرے، اور اس نے بتدریج وہ ذرائع نکالے جن سے آزاد قوموں کی ایک شرکت پیدا ہوجائے جس میں اتحاد آزادی کے ساتھ جمع ہو۔ اس کی کامیابی جنگ عظیم میں بہت ہی نمایاں ہوچکی ہے (اگرچہ ابھی اس میں بہت کچھ ترقی کا امکان ہے)۔[1]

خودحکومتی قلمرو: عام خصوصیات

خود سلطنت متحدہ کے علاوہ شہنشاہی برطانیہ جن دوردراز ممالک سے مرکب ہے وہ اپنی سیاسی حیثیت کے نقطۂ نظر سے چار خاص گروہوں میں منقسم ہوتے ہیں: (۱) خودحکومتی قلمرویں

---

[1] آرمیور، "سلطنت برطانیہ کے صفات" R. Muir, Character of the British Empire مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء صفحات ۹ تا ۱۲۔

(۲) شاہی نوآبادیاں (۳) محمیات (۴) ہندوستان جس میں اگرچہ شاہی نوآبادیوں اور محمیات دونوں کے اوصاف موجود ہیں مگر وہ ان دونوں میں سے کسی شق میں نہیں آتا بلکہ "تابع شہنشاہی" ہے جس کی اندرونی تنظیم اور جس کے بیرونی تعلقات خود اسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ خود حکومتی قلمرو تعداد میں پانچ ہیں: قلمرو کناڈا، دولت عامہ آسٹریلیا، اتحاد جنوبی افریقہ، قلمروئے نیوزیلینڈ اور نیوفاؤنڈلینڈ۔ ۱۹۱۴ء میں ان کا مجموعی رقبہ ۵،۰۰۰،۰۰۰ مربع میل کا تھا یعنی بشمول ہندوستان کل سلطنت برطانیہ کے نصف سے کچھ زائد اور باخراج ہند، تین ربع سے زائد۔ ان کی کل سفید رنگ آبادی ڈیڑھ کروڑ تھی جس کے مقابلہ میں سلطنت متحدہ کی آبادی چار کروڑ ساٹھ لاکھ تھی۔

نظامہائے حکومت کا مطالعہ کرنے والا ان پانچ بڑے قطعات کے متعلق، ایک نظر میں دو عجیب واقعات معلوم کرلیتا ہے۔ اول یہ کہ اگرچہ وہ اس ادارے کے جزو ہیں جسے رواج کی مجبوری سے ہم غلط طور پر شہنشاہی کہتے ہیں مگر اپنے بیشتر اغراض کے لئے وہ آزاد قومیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ سب نام کے سوا اور ہر طرح پر جمہوریتیں ہیں، جن میں عمومی رائے دہی کی بناپر منتخب شدہ پارلیمنٹیں اور ذمہ دار عاملانہ حکام ہیں جو مادری ملک کے کارکن عاملانہ حکام کے مماثل ومشابہ ہیں۔ ان کے خود اپنے اپنے علم ہیں، ان کی خود اپنی اپنی فوجیں ہیں، ان کے خود اپنے اپنے بیڑے ہیں۔ وہ خود اپنے دستور حکومت کی ترمیم کرتے اور خود اپنے قوانین بناتے ہیں جن میں لنڈن سے اقل قلیل مداخلت ہوتی ہے، وہ خود اپنے عہدہ دار مقرر کرتے ہیں (جس میں صرف ایک استثنا گورنر جنرل کا ہے اگر اس کے فرائض تقریباً ویسے ہی رسمی ہوتے ہیں جیسے انگلستان کے بادشاہ کے ہیں۔)، وہ خود ہی محصول لگاتے ہیں، وہ خود ہی مادری ملک اور دوسرے اجزائے سلطنت سے آئے ہوئے مال پر آزادانہ طور پر تامینی محصول عاید کرتے ہیں اور ان قرضوں کا سود تک ادا کرنے میں

مدد نہیں دیتے جو نسلوں قبل خود انھیں نوآبادیوں کی حفاظت کے واسطے لئے گئے تھے۔ بیڑے کے قائم رکھنے میں مدد دینا بھی ان کے لئے ضروری نہیں ہے جواب تک ان تمامی مستعمرات کا بہت بڑا محافظ ہے سلطنت متحدہ جب کسی سے "برسر جنگ" ہو تو قانوناً یہ نوآبادیاں "برسر جنگ" ہوتی ہیں مگر وہ اُس کے لئے ایک آدمی، ایک جہاز یا ایک حبہ بھیجنے کے لئے بھی مجبور نہیں ہیں؛ مختصر یہ کہ مادری ملک کے ساتھ ان کا خالص سیاسی تعلق نہایت ہی خفیف ہے۔ اس کا نمایاں ثبوت بس صرف اتنا ہی ہے کہ وہ غیر ممالک میں خود اپنے وکلا اور کانسل نہیں بھیج سکتے اور نہ خود کوئی آزادانہ خارجی حکمتِ عملی اختیار کر سکتے ہیں جس طرح وقت گزرتا جاتا ہے، تاج دار کا ان کے بنائے ہوئے قوانین کو باطل کر دینے کا حق[۱]، پارلیمنٹ کا ان کے لئے قوانین وضع کرنے کا حق[۲] تا آنکہ پریوی کونسل کی مجلس عدالتی کا ان کے مرافعات سننے کا حق[۳] سب کا استعمال کم ہوتا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادھر آخر زمانہ میں ان ممالک کو یہ اجازت مل گئی ہے کہ وہ اپنے جداگانہ تجارتی معاہدوں اور دوسری بین الاقوامی قرار دادوں کی گفت وشنود کریں۔ مثلاً ۱۹۰۷ء میں کناڈا اور فرانس کے درمیان جو تجارتی معاہدہ ہوا اُس کی گفت وشنود حکومت کناڈا کے نامزد کردہ

---

[۱] ازروئے قانون بادشاہ حسب صلاح وزرا و بتوسط گورنر جنرل، کسی مستعمری قانون کو باطل کر سکتا ہے مگر اِس اختیار کا استعمال اس قدر کم ہوتا ہے کہ نوآبادیات کی پارلیمنٹوں کو اپنے وضع قوانین میں شاذ و نادر ہی اس پر کچھ عملی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء کے بعد سے کناڈا کے صرف چھ یا آٹھ قوانین باطل قرار دیئے گئے ہیں۔

[۲] ۱۷۷۸ء سے مسلمہ اُصول یہ رہا ہے کہ مستعمرات سے متعلق پارلیمنٹ کو ہر قسم کا قانون بنانے کا حق ہے بجز ان قوانین کے جن سے محض آمدنی کی غرض سے محصول عائد ہوتے ہیں۔ کوئی برطانوی قانون نوآبادیوں پر اُس وقت تک عائد نہیں ہوتا جب تک مخصوص طور پر اس کا ذکر نہ کر دیا جائے اور بہت ہی کم قوانین اس طرح پر عائد ہوتے ہیں۔

[۳] ملاحظہ ہو باب ۱۲۔

ایلچیوں نے کی تھی، اگرچہ انھیں اسناد بادشاہ باجلاس کونسل ہی کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ بڑھے ہوئے خارجی معاملات کی نظر سے کناڈا نے ۱۹۰۹ء سے ایک نئی "وزارت معاملات خارجیہ" کا اضافہ کر دیا گیا۔[1]

قلمرو کناڈا۔ عام طور پر خود حکومتی قلمروؤں کے متعلق ان واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد، ہم ان میں سے تین خاص ممالک، کناڈا، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی حکومت کی شکل و خصوصیت پر زیادہ قریبی نظر ڈالتے ہیں۔ کناڈا میں خاص دلچسپی کا مواد ہے نہ صرف اس وجہ سے کہ رقبہ اور آبادی دونوں کے لحاظ سے یہ ان تمام قلمروؤں میں سب سے بڑا ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ یہ ممالک متحدہ امریکہ سے قریب ہے اور اس سے گہرے تعلقات رکھتا ہے جیسا کہ توقع ہو سکتی ہے اس کے حکومتی نظم میں خود امریکی حکومت کے ساتھ مقابلہ اور تباین کے بہت سے مواقع ملتے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ ممالک متحدہ کے مثل اور انگلستان کے برعکس، کناڈا کی تنظیم وفاقی طریق پر ہے یعنی حکومت کے اختیارات و فرائض ایک تحریری دستور کے ذریعہ سے ایک جانب مرکزی یا قومی حکومت اور دوسری جانب متعدد رقباتی یا صوبجاتی حکومتوں کے درمیان منقسم ہیں۔ کناڈا کے اس اتحاد کا آغاز اس کی موجودہ شکل میں ۱۸۶۷ء سے ہوتا ہے جب کہ خود آبادکاروں کی درخواست پر لندن کی پارلیمنٹ نے "قانون برطانی شمالی امریکہ" منظور کیا، جس کے بموجب سابق کی چار جداگانہ نوآبادیاں یعنی

[1] خود حکومتی مستعمرات کی سیاسی ترقی کا ایک عمدہ مختصر بیان لوول کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England. جلد دوم باب ۵۵ میں ہے۔ اس کے سوا کتاب ذیل بھی دیکھنا چاہیے، اے۔ جے ہربرٹسن A. J. Herbertson اور او۔ جے۔ ہاورڈ "برطانی شہنشاہی کا آکسفورڈی تبصرہ" and O. J. Howard, The Oxford Survey of the British Empire مطبوعہ آکسفورڈ، ۱۹۱۴ء۔

کوئے بیک، اونٹیریو، نیو برنسویک اور نوا سکوخیہ، نئے "قلمرو کناڈا" میں ملا دئے گئے۔ بعد کے عشرات میں جب آبادی مغرب کی طرف بڑھی تو کناڈا کی پارلیمنٹ نے مزید دوسرے صوبے قائم کئے۔ یہ بالکل ویسا ہی ہوا جیسے کانگریس نے امریکی مغربی ریاستیں اتحاد میں شامل کرلیں۔ غرض ۱۹۰۵ء تک یوکن اور شمالی مغربی علاقوں کے علاوہ اس قلمرو میں نو صوبے شامل تھے۔ قانون اتحاد سے بہت قبل قدیمی ریاستوں کو نیابتی حکومت مل چکی تھی، اور ۱۸۴۷ء کے بعد زیادہ ترقی یافتہ ریاستوں کو ذمہ دار حکومت بھی مل گئی تھی یعنی ایک ایسا نظم قائم ہوگیا تھا جس کے تحت میں انگلستان کی وزارت کی طرح یہاں بھی وزارتیں، منتخب شدہ مجالس مقننہ کے روبرو جواب دہ ہوگئی تھیں۔ اس لئے، جب نئے وفاقیہ کے تحریکات تیار ہوئے تو اس امر کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا تھا کہ حکومت کی عام شکل کیا ہوگی۔ انگریزی نظم نے نمونہ کا کام دیا، اور جابجا اس تجویز کو پورا کرنے اور خاص کر انہیں وفاقی اصول سے ہم آہنگ بنانے کے لئے، امریکی نظم سے کام لیا گیا۔ اس قلمرو کی حکومت کے حقیقی خصوصیات مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

جماعت عاملہ کا باضابطہ سرگروہ "گورنر جنرل" ہے، جس کا تقرر لندن میں رسماً بادشاہ کی طرف سے مگر واقعاً کابینہ کی طرف سے بالعموم پانچ برس کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے ذمہ فی الواقع کام یہ ہوتا ہے کہ مادری ملک میں جو فرض بادشاہ انجام دیتا ہے یہاں اس فرض کو وہ انجام دے۔ فرق اتنا ہوتا ہے کہ بعض وہ اختیارات (مثلاً حق امحا) جن کا عمل بادشاہ کبھی نہیں کرتا، وہ اس مستعمری صاحب جاہ کے ہاتھ سے عمل پذیر ہوتے ہیں مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے۔ عاملانہ مجلس چند اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے (جن کی تعداد ۱۹۱۰ء میں تیئیس تھی) جو قانوناً پریوی کونسل پر مشتمل ہے مگر واقعاً وہ کابینہ ہے جس کے ارکان بیشتر اسی طرح مقرر ہوتے ہیں جس طرح انگلستان کے کابینہ کے عہدہ دار مقرر ہوتے ہیں۔ یعنی گورنر جنرل، پارلیمنٹ کی عمومی شاخ کے فریق غالب کے مسلمہ سرگروہ کو وزیر اعظم نامزد کرتا ہے اور وزیر اعظم اپنے

رفقا کا انتخاب کرتا اور ان کے عہدے متعین کرتا ہے۔ فریقانہ استحکام، پارلیمنٹ کی رکنیت و سرگروہی، پارلیمنٹ کی عمومی شاخ کے سامنے متفقہ ذمہ داری کابینہ کے جلسے سے گورنر جنرل کی غیر حاضری، وزیر اعظم کی سرگروہی اور وہ خالص رواجی بنیاد جس پر کابینی نظم کا مدار ہے، سب بالکل اسی طرح ہیں جس طرح انگلستان میں ہیں۔ مادری ملک ہی کی طرح سیاسی فریق آزاد خیال اور مستحفظ ہیں، جس سے اس نظم کے عملدرآمد میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے، ایک سینیٹ اور دوسرا دار العوام سینیٹ میں ۹۶ ارکان ہیں، کوئے بیک اور اونٹاریو ہر ایک کے چوبیس چوبیس رکن ہیں، نواسکوشیہ اور نیو برنسویک کے دس دس، آبادی کے اوسط تناسب کے اعتبار سے دوسرے صوبوں کے قائم مقام اور بھی کم ہیں تا آنکہ بعض کے تین ہی ارکان ہیں۔ دستور سیاسی جب تیار ہو رہا تھا اس وقت یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ سینیٹیوں کا انتخاب قوم کی طرف سے ہو، مگر زیادہ تر اس خوف سے کہ کہیں منتخب شدہ ایوان بالائی، ایوان زیریں کے اختیارات میں مداخلت نہ کرے، یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے تقرر کا اختیار گورنر جنرل (عملاً کابینہ) کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ تقرر عمر بھر کے لئے ہوتا ہے مگر موت و استعفا کے سوا اور متعدد طریقے بھی ایسے ہیں جن سے رضایاً یا بلا رضا نشستیں خالی ہو سکتی ہیں۔ اس معمولی عام شرط کے سوا کہ رقمی مسودات قانون پر پہلے ایوان زیریں میں غور ہوگا، باقی ہر طرح سینیٹ کو دار العوام کے مساوی اختیارات و فرائض حاصل ہیں۔ لیکن معمولاً یہ ایوان اس پر قانع رہا ہے کہ وہ ایک معقول سمجھ دار اور حریص نظر ثانی کرنے والی جماعت کا کام انجام دے۔

مادری ملک کے مثل یہاں بھی دار العوام ان نمایندوں پر مشتمل ہے جنھیں قوم مختلف اضلاع میں منتخب کرتی ہے، فرق یہ ہے کہ ممالکِ متحدہ امریکہ کی طرح کناڈا میں بھی ہر دسویں برس کی مردم شماری کے بعد

تقسیم لابدی ہو جاتی ہے۔ ارکان کی تعداد میں ضرورت سے زیادہ اضافے کو روکنے کے خیال سے کوبیک کے ارکان ہمیشہ ۶۵ ہوتے ہیں اور دوسرے صوبوں کے حصوں میں اسی تناسب سے مناسب کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ۱۹۱۴ء کی تقسیم کے رو سے اونٹاریو کو ۸۲ نشستیں، نوا اسکوشیا اور سیکیٹ چیوان کو ۱۶-۱۶ نشستیں اور دوسرے صوبوں کو اس سے کم نشستیں ملیں اور کل مجموعہ ۲۳۴ کا ہوا۔ ممالکِ متحدہ امریکہ کی طرح حق رائے دہی کا انضباط ریاستی مجالس مقننہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور اسی لئے یہ ہر جگہ یکساں نہیں ہے۔ نو صوبوں میں سے سات میں کل بالغوں کو رائے دہی کا حق حاصل ہے باقی دو میں (یعنی نوا اسکوشیہ اور کوئے بیک میں) جائداد یا آمدنی کے کچھ شرائط لگے ہوئے ہیں۔ دارالعوام کی انتہائی میعاد انگلستان کی طرح پانچ برس ہے، مگر اس کا انفساخ اتنی کثرت کے ساتھ ہوتا رہتا ہے کہ پارلیمنٹ کی اوسط مدت حیات تقریباً چار برس کی رہ جاتی ہے۔ دارالعوام مجلس مقننہ کی ذی اقتدار شاخ ہے۔ تمام رقمی مسودات کی ابتدا وہیں ہوتی ہے، دوسرے اقسام کے نہایت اہم قوانین پہلے وہیں پیش ہوتے ہیں، یہی سیاسی اختلافات کا دنگل ہے اور یہی وہ ایوان ہے جہاں لوگوں کی شہرتیں قائم ہوتی اور اعلیٰ حکمت عملیاں متعین ہوتی ہیں۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہاں اکثر مرکزی حکومت کے اختیارات ممالکِ متحدہ امریکہ کی وفاقی حکومت کے اختیارات کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ "قانون شمالی امریکہ" کے سولہ دفعات میں صوبوں کے اختیارات کی تحدید کی گئی ہے، اور وفاقی پارلیمنٹ کے اختیارات کے بیان میں انتیس دفعات ہیں، مزید براں، ممالکِ متحدہ امریکہ میں مرکزی اختیارات محدود و معدود ہیں اور ریاستوں کے اختیارات وسیع و باقی ماندہ ہیں لیکن اس کے برعکس کناڈا میں وہ تمام اختیارات جو خالصتہً صوبوں کو تفویض نہ کئے گئے ہوں، وہ مرکزی حکومت سے متعلق ہیں۔

صوبوں کی حکومتوں کے متعلق یہاں کچھ کہنا غیر ممکن ہے بجز اس کے کہ برائے نام عاملانہ حاکم ایک لفٹنٹ گورنر ہے جس کا تقرر پانچ برس کے لیئے گورنر جنرل (عملاً قلمرو کی کابینہ) کی طرف سے ہوتا ہے مگر اس عہدہ دار کے ماتحت چار یا پانچ ارکان کی ایک کابینی مجلس ہوتی ہے جو ایک وزیر اعظم کی سرکردگی میں کارکن و ذمہ دار جماعت ہے مجالس مقننہ جن کا انتخاب دو صوبوں کے سوا اور تمام صوبوں میں کل بالغوں کی حق رائے دہی کی بنا پر ہوتا ہے، دو صوبوں کے سوا باقی ہر جگہ ایک ایوان پر مشتمل ہیں۔ صوبوں کی کابینی حکومت معقول حد تک اسی طرح عمل کرتی ہے جس طرح قومی حکومت عمل کرتی ہے۔ مختصر یہ کہ ہر ایک صوبجاتی دارالصدر میں حکومت کی تنظیم تا حدِ امکان اسی نمونہ پر ہے جیسی کہ اوٹاوا کی حکومت کی ہے۔ اضلاع، دیہات، قصبات اور شہروں کے بلدی معاملات کی تنظیم نظم و نسق کے لیئے ہر ایک صوبے کے اپنے خاص ضابطے ہیں۔ انگلستان کی مقامی حکومت کے نظم سے خاص فرق یہ ہے کہ یہاں براہِ راست قوم کی طرف سے منتخب شدہ عہدہ داروں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔[1]

---

[1] ایک جلد میں کناڈا کی حکومت کا بہترین بیان ای۔ پارٹ کی کتاب میں ہے:۔ "قلمرو کناڈا کا ارتقا" E. Porritt, Evolution of the Dominion of Canada. مطبوعہ یانکرز ۱۹۱۸ء۔ اس موضوع پر ایک عمدہ بحث اے۔ بی۔ کیتھ کی کتاب میں ملے گی:۔ "قلمروؤں میں ذمہ دار حکومت" A. B. Keith, Responsible Government in the Dominions ۲ جلد، مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۲ء۔ اہم دستوری دستاویزات ایچ۔ ای۔ اجرٹن، اور ڈبلیو۔ ایل گرانٹ کی کتاب ذیل میں ہیں:۔ "کناڈا کا دستوری نشو و نما" H.E. Egerton and W.L. Grant, Canadian Constitutional Development مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء۔ اے۔ پی۔ پولی کی کتاب ذیل میں ایک خاکہ موجود ہے:۔ "ممالکِ متحدہ امریکہ اور شہنشاہی برطانیہ وفاقی نظم" A. P. Poley, Federal Systems of the United States and the British Empire.

دولتِ عامۂ آسٹریلیا آسٹریلیا کی تاریخ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی ایسی ہی بے کیف ہے جیسے اس ملک کے مناظر مگر علم سیاست اور معاملات عامہ کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے اس عظیم الشان وفاقی حکومت کی تکوین جو آج اُس دور افتادہ جزائری براعظم میں عمل کر رہی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۳ء۔ ابواب ۱۵-۲۳۔ ایک معقول حد تک کامیاب تشریح کناڈا کے مقنن ڈبلیو۔ آر۔ رڈل کی کتاب میں ملے گی "کناڈا کے دستورِ مملکت کی تاریخ، اور اس کا واقعی عملدرآمد" W. R. Riddell, Constitution of Canada in its History and Practical working مطبوعہ نیوہیون ۱۹۱۷ء۔ دوسری اہم تصانیف حسب ذیل ہیں:۔ جے۔ ای۔ سی منرو، "کناڈا کا دستور سیاسی" J. E. C. Munro, The Constitution of Canada. مطبوعہ کیمبرج ۱۸۸۹ء ڈبلیو۔ ایچ۔ پی۔ کلیمنٹ "کناڈا کا قانون دستوری" W. H. P. Clement Law of the Canadian Constitution طبع سوم لندن ۱۹۱۶ء۔ اے۔ ایچ۔ ایف لفرائے "کناڈا کا وفاقی نظم" A. H. F. Lefroy, Canada's Federal System مطبوعہ ٹورونٹو ۱۹۱۳ء اے۔ ٹاڈ "برطانی نوآبادیاں میں پارلیمنٹی حکومت" A. Todd, Parliamentary Government in the British Colonies طبع دوم مطبوعہ لندن ۱۸۹۴ء۔ یہ کتاب اگرچہ پرانی ہے مگر خالی از منفعت نہیں ہے۔ کابینی نظم کی تاریخ اور اس کا مستند بیان اے۔ شارٹ کے مضمون ذیل میں ہے:۔ "کناڈا کی حکومت کی تشریعی اعاملہ شاخوں کا تعلق فیمابین" A. Shortt, "Relation between the Legistive and Executive Branches of the Canadian Government." مطبوعہ "امریکن پولٹیکل سائنس ریویو" مئی ۱۹۱۳ء رواں سیاسی واقعات جے۔ سی۔ ہاپکنس (مدیر) نے کافی طور پر کتاب ذیل میں تاریخ وار دئیے ہیں:۔ "معاملات عامہ کناڈی سالانہ تبصرہ" J. C. Hopkins (ed.), The Canadian Annual Review of Public Affairs مطبوعہ ٹورونٹو ۱۹۰۱ء و مابعد۔

دلچسپی و ہدایت سے بھری ہوئی ہے۔ دنیا میں کہیں دوسری جگہ ایسا نہیں ہوا ہے کہ انگریزوں کے سیاسی طباعی کو ایک خالی سرزمین پر ایک قوم کے وجود میں لانے میں اس سے زیادہ آزادی ملی ہو۔ انگریزی بولنے والی دنیا میں کہیں کبھی ایسا نہیں ہوا ہے تاآنکہ ممالک متحدہ امریکہ میں بھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ عمومیت کے بڑھتے ہوئے تصورات کو ایک کثیر آبادی اور وسیع قطعہ ارضی میں اس سے زیادہ کامل طور پر عمل میں آنے کا موقع ملا ہو۔ اس ملک کے اندر پہلی ملکی حکومت نیو ساؤتھ ویلز میں ۱۸۲۳ء میں قائم ہوئی، اور اس کے بعد سے جس سرعت کے ساتھ آبادی میں ترقی ہوتی گئی اسی سرعت کے ساتھ تحریری دساتیر سیاسی نمائندہ مجالس مقننہ اور ذمہ دار جماعت ہائے عاملہ مختلف نوآبادیوں کو عطا ہوتے گئے۔ ۱۸۶۰ء تک (بشمول جزیرہ ٹسمانیہ) پانچ خود حکومتی نوآبادیاں قائم ہوگئی تھیں۔ اور ایک چھٹی نوآبادی کی تنظیم ۱۸۹۰ء میں ہوئی۔ ایک وفاقی حکومت کے ماتحت اتحاد کی تجویز انیسویں صدی کے وسط میں ہوچکی تھی مگر نوآبادیوں کے کسی تجویز پر متحد ہونے کے لئے پچاس برس کے مباحثہ و تجربہ کی ضرورت پیش آئی۔ آخرالامر ۱۸۹۹ء میں ایک تجویز برطانوی حکومت کے غور کے لئے تیار کی گئی، اور سال آئندہ کے جلیل الشان "قانون دولت عامہ آسٹریلیا" کی صورت میں پارلیمنٹ نے اس تجویز پر اپنی منظوری صادر کردی۔ نئے انتظام کا نفاذ موجودہ صدی کے پہلے دن ہوا۔

دولت عامہ چھ ریاستوں پر مشتمل ہے اور اسے برّاعظم کے شمالی حصے اور برطانی نیوگنی پر براہ راست اختیار حاصل ہے۔ نئی ریاستوں کا داخلہ ان شرائط پر ہوسکتا ہے جنھیں قلمرو کی پارلیمنٹ عاید کرنا ضروری سمجھے۔ نیوزیلینڈ کو اس میں شامل ہونے کا موقع تھا مگر بارہ سو میل کی دوری اور خود اپنے نہایت ہی قابل اطمینان حکومتی انتظامات کی وجہ سے اس ملک نے ایک جداگانہ خود حکومتی قلمرو رہنے کو ترجیح دی۔ کناڈا کے دستور سیاسی (یعنی قانون شمالی امریکہ) کے برخلاف، جو کسی عمومی

تحریک کے بغیر عمل میں آگیا تھا، آسٹریلوی اساسی قانون (یعنی "قانون دولت عام") براہ راست قوم سے نافذ ہوا اور اپنے مطالب وترتیب کے اعتبار سے وہ ممالک متحدہ امریکہ کے دستور سے بہت قوی مشابہت رکھتا ہے۔ کناڈا کے دستور میں صرف شہنشاہی پارلیمنٹ کے قانون سے ترمیم ہو سکتی ہے مگر آسٹریلوی دستور میں ہر ایسے وقت ترمیم ہو سکتی ہے جب کبھی کثیر تعداد ریاستوں کے کثیر تعداد اشخاص رائے اس کے موافق دیں بشرطیکہ مطلوبہ ترمیم دولت عامہ کے دونوں ایوانوں نے منظور کرلی ہو یا ایک ہی ایوان سے کم از کم تین مہینے کے وقفے سے دو مرتبہ منظور ہوئی ہو۔

حکومت کی ترتیب کناڈا کی ترتیب سے اس قدر مشابہ ہے کہ اسے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گورنر جنرل جو تاج برطانیہ کی نمائندگی کرتا ہے برائے نام اعلیٰ حاکم عاملہ ہے۔ واقعی کارکن جماعت عاملہ ان وزرا سے مبنی ہے جو کناڈا کے مانند یہاں بھی منتخب ہوتے ہیں۔ کابینی نظم کے لئے کوئی تحریری شرط نہیں ہے تاہم وزیر اعظم کا کہیں ذکر بھی نہیں ہے مگر اس کابینی نظم کا نفاذ یہاں سے زیادہ شاید اور کہیں نہ ہوگا۔ پارلیمنٹ ایک سینات اور ایک ایوان دارالنائبین پر مشتمل ہے، اور اس میں امریکی کانگرس کے ناموں کی تقلید کی گئی ہے۔ سینات میں ہر ریاست کے چھ ارکان شامل ہیں جن کا انتخاب یکجائی طریقے سے براہ راست قوم کی طرف سے چھ برس کے لئے اور ارکان دارالنائبین کا انتخاب قوم کی طرف سے تین برس کے لئے یک رکنی حلقوں سے ہوتا ہے۔ کناڈا اور ممالک متحدہ امریکہ کی طرح یہاں بھی ہر دسویں برس کی مردم شماری کے بعد تقسیم جدید ہوتی ہے اور ایوان کی وسعت میں غیر معمولی زیادتی کو اس شرط کے ذریعے سے روکا گیا ہے کہ ایوان زیریں میں ارکان کی تعداد ایوان بالائی کے ارکان سے عملاً دوچند ہوگی۔ جیسا کہ کناڈا میں ہے ویسا ہی یہاں بھی رائے وہی کا اقتدار اس حد تک انفرادی ریاستوں کے تحت ہوتا ہے جس حد تک وفاقی

حکومت ضوابطہ نہ عاید کرے۔ ریاستی قانون کے بموجب بالغوں کی رائے دہی کا اصول ہر جگہ رائج ہے اور اکثر ریاستوں نے عورتوں کو بھی حق رائے دہی عطا کر دیا ہے۔ کناڈا کے برعکس اور امریکی طریق کے بموجب وفاقی حکومت کو صرف محدود اختیارات دیے گئے ہیں، اور مابقی اختیارات ریاستوں کو تفویض ہوئے ہیں۔ جو اختیارات معین طور پر وفاقی حکومت کو دئے گئے ہیں وہ ممالکِ متحدہ امریکہ کے اختیارات سے زیادہ وسیع ہیں کیونکہ امریکہ کے تجربے سے آسٹریلیوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس قسم کی حکومت کے لئے کن اختیارات کی ضرورت ہے مگر یہاں مرکزیت کناڈا کے بہ نسبت بہت کم ہے۔ اس دولتِ عامہ کی گزشتہ پندرہ برس کی تاریخ اس اعتبار سے نمایاں ہے کہ اس میں مسلسل ایسے قوانین بنتے رہے جن کا مقصود کامل سیاسی و معاشری عمومیت کا قائم کرنا تھا۔ درحقیقت مزدوروں کا طبقہ اس قدر زبردست ہو گیا تھا کہ ۱۹۱۰ء میں ملک میں مزدوری وزارت قائم ہو گئی جس کی تائید دارالعوام کی مزدوری کثرت سے ہوتی تھی اور وزیرِ اعظم ایک اسکاچ تھا جو کسی زمانے میں کوئلے کی کان میں کام کرتا تھا[1]۔

---

[1] آسٹریلیا کی ۱۹۱۱ء تک کی سیاسی تاریخ کا خاکہ مسٹر ای جنکس نے بہت صحیح طور پر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ "تاریخ مستعمرات آسٹریلیوی" E. Jenks, History of the Australasian Colonies طبع جدید کیمبرج ۱۹۱۲ء۔ اس موضوع پر کتب ذیل میں زیادہ وسعت کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ جی۔ ڈبلیو رسڈن تاریخ آسٹریلیا G. W. Rusden History of Australia, ۳ جلد، ملبورن ۱۸۹۷ء۔ ایچ۔ پارکس "آسٹریلیوی تاریخ کے تکوین کے پچاس برس" H. Parkes, fifty years in the making of Australian History Keith, Responsible Government in the Dominions, مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء۔ نظم حکومت کا بہترین بیان کیتھ کی کتاب میں ہے "قلمروؤں میں ذمہ دار حکومت" یو۔ ٹی۔ ممالک متحدہ امریکہ اور شہنشاہی برطانیہ کے متنقی نظم"

اتحادِ جنوبی افریقہ ستھری اتحاد کے متعلق برطانی حکمت کی سب سے آخری اور مختلف اعتبارات سے سب سے زیادہ نمایاں کامیابی جنوبی افریقہ کا اتحاد ہے ۱۹۰۲ء میں جب جنگ بوئر ختم ہوئی ہے تو اس معرکہ گاہ میں برطانیہ عظمیٰ کے دو سوا راجی نوآبادیاں موجود تھیں ایک نوآبادی راس امید اور دوسرے نیٹال، اور دو مفتوح علاقے سابق بوئر جمہوریات تھے ایک آزاد ریاست آرینج اور دوسرے ٹرانسوال، اور ان کے متعلق برطانیہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ انھیں معمولی انگریزی طرز کی ذمہ دار حکومت عطا کرے گی۔ ٹرانسوال کا وعدہ ۱۹۰۶ء میں پورا کر دیا گیا اور آرینج کی آزاد ریاست کا وعدہ دوسرے سال پورا ہو گیا۔ اب مالیات، حکمتِ عملیٔ محصول درآمد برآمد، نگرانی ریلوے اور معاملات باشندگان ملکی سے متعلق ایسے مسائل پیدا ہوئے جن سے نوآبادیوں کا قریبی اتحادِ عمل ضروری ہو گیا۔ بوئر اور انگریز دونوں عناصر نے یکساں طور پر اس کی تائید کی اور ۱۹۰۹ء میں ایک دستور تیار کیا گیا جسے مختلف نوآبادیوں کے مجالس وضع قوانین کے مقرر کردہ نمائندوں کے اجتماع نے مرتب کیا تھا۔ صرف ایک ہی نوآبادی یعنی نیٹال نے اس دستور کو عام رائے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Poley, Federal Systems of the United States and the British Empire ابواب ۲۴-۳۲-۳۳- یہ کتاب معقول حد تک قابلِ اطمینان ہے تین اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:۔ بی۔ آر۔ وائز تکوین دولتِ عامہ آسٹریلیا ۱۸۸۹-۱۹۰۰ B. R. Wise, The making of the Australian Commonwealth, 1889-1900 مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۳ء۔ ڈبلیو۔ ایچ مور، "دولت آسٹریلیا کا دستور سلطنت" W. H. Moore, The constitution of the Commenwealth of Australia. مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۰۲ء۔ ایچ۔ جی ٹرنر "دولت عامہ اسٹریلیا کا عشرہ" H. G. Turner, The First Decade of the Commenweath. مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۱ء۔

کے لئے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی اس کی توثیق ہو جانے کے بعد اسے ملک انگلستان کو بھیجدیا گیا اور یہاں ۱۹۰۹ء کے موسم خزاں میں پارلیمنٹ نے اس کی منظوری دے دی اور نئے دستور کا نفاذ ۳۱ مئی ۱۹۱۰ء کو ہو گیا۔

دستورِ سلطنت کے بنانے والوں کے سامنے خاص سوال یہ تھا کہ آیا آسٹریلیا کے مانند ایک حد تک مرکزی اتحاد قائم کرنا چاہئے یا کناڈا کے طریق کے مطابق غایت مرکزی اتحاد قائم کرنا چاہئے۔ جن خیالات نے اتحاد کی ضرورت پیدا کی تھی ان کا تقاضائی نفسہ یہی تھا کہ نہایت ہی پائدار اتحاد ہو، لہذا فیصلہ یہی ہوا کہ وفاقی نظم کے بجائے فردی نظم ہو۔ چار مستقل صوبے محض مقامی حکومت کے رقبات بن گئے جن کی تشریعی و انتظامی کل جداگانہ ضرور تھی مگر ان کے اختیارات کناڈا کے صوبوں سے بھی بدرجہا زیادہ گھٹے ہوے تھے۔ دوسری طرف حکومت اتحاد کو وسیع اختیارات عطا ہوے جن میں معدودہ و مابقی دونوں طرح کے اختیارات داخل تھے۔ اس فیصلہ نے پارلیمنٹی طریق کے کامل قیام میں کسی طرح خلل نہیں ڈالا، بلکہ حقیقت یہ ہے جیسا کہ آسٹریلیا کے تجربے سے ثابت ہو گیا، خالص وفاقیت میں (خصوصاً جس صورت میں کہ اس میں دو عمومی ایوان ہوں) یہ ایک پریشان کن مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کابینی ذمہ داری دو تشریعی جماعتوں کے درمیان کیسے منقسم کی جائے۔ جنوبی افریقہ میں گورنر جنرل تاج کی نمائندگی کرتا ہے۔ وزرا (جن کی تعداد دس تک محدود ہے)، تمام عاملانہ کاموں کے لئے ذمہ دار ہیں، اس کے سوا، پارلیمنٹی حکومت کے اور دوسرے لوازم بھی اپنی مناسب صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ سینیٹ نے وفاقیہ کا ایک نقش قائم کر رکھا ہے، اس کے آٹھ آٹھ ارکان ہر ایک صوبجاتی کونسل کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں اور آٹھ ارکان گورنر جنرل کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں، ان کی میعاد دس برس کی ہوتی ہیں۔ ایوانِ جمعیت ایک سو اکیس ارکان پر مشتمل ہے جن کا انتخاب پانچ برس کے لئے ایسے قوانین لائے دہی کے تحت ہوتا ہے جس میں تقریباً تمام بوئر اور انگریز مرد

داخل ہو جاتے ہیں مگر اصلی باشندگانِ افریقہ اس سے خارج رہتے ہیں۔ اپنے تعدادی غلبہ کی وجہ سے "جنوبی افریقی" یا بوئر فریق نے برابر حکومت پر اقتدار جمائے رکھا ہے۔ پہلا وزیر اعظم سپہ سالار بوتھا ہوا تھا جو دس ہی برس قبل لارڈ رابرٹس اور لارڈ کچنر کی فوجوں کے مقابلہ میں بوئروں کی فوج کی قیادت قابلانہ طور پر کر چکا تھا۔ بہر نوع، سلطنت برطانیہ کے وسیع تر اغراض کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ جنگ عظیم کے ابتدائی مہینوں میں بددل ولندیزی عناصر کی شورش سے بہت اندیشہ پیدا ہو گیا تھا مگر اسی اتحادی حکومت نے جو خود بوئر تھی اسے دبا دیا اور اس کے بعد سے جنوبی افریقہ، اس تصادم میں ٹیوٹنی طاقتوں کے ساتھ پوری طرح آمادۂ پیکار رہا۔[1]

---

[1] جنوبی افریقہ میں برطانی طاقت کے نشو ونما کا خاکہ کتب ذیل میں بہت اچھی طرح کھینچا گیا ہے:۔ اِن۔ ڈی ہیرس "جنوبی افریقہ میں مداخلت واستعمار" N. D. Harris, Intervention and Colonization in Africa. مطبوعۂ بوسٹن ۱۹۱۴ء باب ۰۔ ای سانڈرسن "برطانیۂ عظمیٰ افریقۂ جدید میں" E. Sanderson, Great Britain in Modern Africa مطبوعہ لندن ابواب ۱، ۳۔ جنگ بوئر کے زمانہ اور ترتیب جدید کی سیاسی تاریخ کو ڈبلیو بی ورسفولڈ نے ایک سلسلۂ تصانیف میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے:۔ جنوبی افریقہ، استعماری نظم ونسق اور ترقی کا مطالعہ" W. B. Worsfold, A Study in Colonial Administration and Development طبع دوم مطبوعۂ لندن ۱۸۹۷ء لارڈ ملنر کا کام جنوبی افریقہ میں ۱۸۹۷-۱۹۰۲ء" Lord Milner's Work in South Africa مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء۔ "لارڈ ملنر کے تحت میں نئے مستعمرات کی ترتیب جدید" Reconstruction of the New Colonies under Lord Milner ۲ جلد مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء "اتحاد جنوبی افریقہ" The Union of South Africa مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء۔ ۱۹۱۰ء کے بعد سے حکومتی نظم کا بہترین بیان کیتھ کی کتاب میں ہے:۔ "قلمروؤں میں ذمہ دار حکومت" Keith, Responsible Government in the Dominions ایک نسبتاً مختصر بیان بوآلی کی کتاب میں ہے: ممالک متحدہ امریکہ اور

شاہی نوآبادیاں اور محمیات بحر

سوا راجی قلمروؤں میں زیادہ تر وہی لوگ آباد ہیں جن میں اینگلو سیکسن قوم کا شعور سوا راج بہت گہرا اثر کیے ہوئے ہے، اور جو اس قوم کی سیاسی تنظیم، اس کے طریقے اور اغراض کی روایات سے بہرہ اندوز ہیں، مگر سمندروں پر پھیلے ہوئے بہت سے مقبوضات ایسے ہیں جہاں یورپی نسلوں کے لوگ کم و بیش پست اقوام سے تعداد میں بہت کم ہیں، اور اس لئے یہاں ضروری ہے کہ حکومت کے ایک دوسرے ہی طریق سے کام لیا جائے۔ ان مقبوضات کا بیشتر حصہ ایک عام تعریف "شاہی مستعمرات" کے تحت میں آجاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مستعمرات ایک بڑی حد تک لندن کی برطانی حکومت کے زیر نگرانی ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جہاں جزائر برموڈا اور بہاما کے مانند منتخب شدہ ایوان زیریں اور مقرر شدہ ایوان بالائی یا کونسل موجود ہیں، بعض میں جمائیکا اور مالٹا کے مانند جزواً منتخب شدہ اور جزواً مقرر شدہ مجلس مقننہ موجود ہے، بعض میں لنکا اور خاکنائے نوآبادیات کے مانند بالکلیہ مقرر شدہ مجلس مقننہ ہے۔ بعض میں بسوٹولینڈ اور جبل الطارق کی طرح کوئی مجلس مقننہ نہیں ہے، مگر ان سب میں ایک مقیم گورنر یا دوسرا ناظم حکومت برطانیہ کا مقرر کردہ ہوا کرتا ہے، جو واقعی حکمراں ہوا کرتا ہے، جو لندن کے دفتر نوآبادیات کے احکام کی تعمیل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور خود اس نوآبادی کے اندر کسی قسم کی نگرانی کا تابع نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر یہ کہ اگرچہ ان میں سے بعض میں کسی قدر ترقی کردہ نیابتی ادارات موجود ہیں مگر کسی میں ذمہ دار حکومت اس مفہوم میں نہیں ہے جس مفہوم میں ہم اس فقرے کے استعمال کے عادی ہوگئے ہیں، یعنی جماعتہائے عاملہ جماعت ہائے مقننہ کے مخالفانہ تجویز کے ذریعے سے اپنے عہدے سے خارج نہیں کی جاسکتیں۔ ہر ایک نوآبادی کا رتبہ ہر وقت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: "شہنشاہی برطانیہ میں متفقی نظم" Poley, Federal Systems of the United States and the British Empire ابواب ۳۳-۴۱

سیاسی زینے پر بڑھایا جاسکتا ہے اور یہ کوشش کبھی نہیں کی گئی کہ ان چھوٹے چھوٹے مقبوضات سے حکمراں قوم کے لئے خراج لیا جائے۔ پسماندہ اقطاع کے انتظام کے متعلق برطانی طریق دو خاص اصولوں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ دیسیوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اور دوسرے یہ کہ تمام تجارتی قوتوں کو مساوی موقع دیا جائے (یعنی "دروازہ کھلا رکھا جائے")۔ افریقہ، ایشیا اور اوقیانیہ کے وسیع غیر ترقی یافتہ حصص میں برطانی حکومت تخریبی اختیارات سے ہمیشہ مبرا نہیں رہی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اس سے زیادہ ترکریہہ مظالم سرزد نہیں ہوئے اور بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پس ماندہ اقوام کے لئے برطانی اقتدار کے معنی یہ رہے ہیں کہ لامتناہی قتل و ہلاکت کا خاتمہ ہو جائے، غلامی ناپید ہو جائے، بیباکانہ تجارتی کوششوں کے مقابلہ میں قدیمی و سادہ دل قوموں کے حقوق و رواج کا تحفظ ہو اور انھیں بربریت سے نکلنے اور تدریجی ترقی کا موقع دیا جائے۔ اس حکومت کے معنی ہر جگہ قانون کی حکمرانی کے رہے ہیں جس کے بغیر تہذیب و تمدن ناممکن ہے [1]

شاہی نوآبادیوں سے کسی قدر مختلف حالت محمیات کی ہے۔ اول الذکر میں حکومت بیشتر یا کلیتہً ان عہدہ داروں کے قبضے میں ہوتی ہے جن کا تقرر لندن سے ہوتا ہے اور جو زیادہ تر انگریز ہوتے ہیں، ثانی الذکر میں ملکی حکومتیں اور ادارے کام کرتے رہتے ہیں مگر ان پر

---

[1] شاہی نوآبادیوں کے نظم ونسق کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیے۔ لوئل، حکومت انگلستان، Lowell, Government of England جلد دوم باب ۵۶۔ اے۔ آئرلینڈ، "استعمار منطقہ حارہ" A. Ireland, Tropical Colonization مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۹ء۔ باب دوم۔ ایک اہم کتاب سی۔ بروس کی کتاب ذیل ہے:۔ شہنشاہی کا سنگ فراخ:۔ شاہی نوآبادیوں کے نظم ونسق کے مسائل" C. Bruce, The Broad Stone of Empire Problems of Crown Colony Administration ۲ جلد مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء

انگریزوں کی نگرانی ہوتی ہے۔ اس وقت محمیات میں سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ اہم مصر کی قدیم سرزمین اور اس کے ساتھ اس کا تابع انگریزی مصری سوڈان ہے۔ اصطلاحاً ملکِ مصر صرف ۱۹۱۴ء سے برطانی محمیت میں آیا ہے۔ اس سے قبل اس ملک کی واقعی ایک عجیب حیثیت تھی۔ وہ ترکی کی سیادت کو تسلیم کرتا تھا مگر اس کا موروثی حکمراں خدیو عملاً ترکی حکمرانی سے مستثنیٰ تھا۔ ۱۸۷۹ء کے بعد سے یہ ملک ایک معقول حد تک اولاً برطانیہ عظمیٰ و فرانس کی مشترکہ نگرانی میں اور بعد ازاں ۱۸۸۳ء سے تنہا برطانیہ عظمیٰ کے زیرِ نگرانی آگیا جس کے عمال اور قنا صلِ اعلیٰ رسماً صرف خدیو کے مشیر تھے مگر واقعاً وہ وزرا اور قانون سازوں کو ان کے تمام کاموں میں ہدایت دیتے تھے۔ پس آخر الذکر تاریخ سے یہ ملک واقعاً برطانی محمیت بن گیا تھا، اور جب دسمبر ۱۹۱۴ء میں خدیو (جنھوں نے جنگ میں علانیہ ترکی کی جانبداری کی تھی) معزول کر دیئے گئے تو ترکی کی سیادت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا گیا، خدیوی تاج ایک نئے ملکی شہزادے کے تفویض کر دیا گیا جس کا لقب سلطان قرار پایا، برطانی قنصل اعلیٰ کمشنرِ اعلیٰ ہوگیا، اور محمیت کا لفظ پہلی مرتبہ سرکاری طور پر اس ملک پر عاید کیا گیا۔

سابق کا طریق جسے بہت صحیح طور پر "حکومت بذریعہ معائنہ و مشورہ" کہا گیا ہے اپنی اکثر خصوصیتوں میں برقرار رہی۔ انگریزی مندوب اعلیٰ سلطان کو برابر مشورے دیتا رہتا ہے، وزرا کے انتخاب میں لندن کے احکام کا اتباع کیا جاتا ہے، ان وزرا کی ہدایت برطانی مالیاتی، عدالتی اور دوسرے مشیرانِ خاص کرتے ہیں اور محکموں میں نظم و نسق کا واقعی کام نائب معتمدین انجام دیتے ہیں جو انگریز ہوتے ہیں۔ مقامی حکام یعنی صوبہ دار سے لے کر گاؤں کے مکھیا تک کو ہر موقع پر برطانی ماہرین کے ذریعہ ہدایات کی جاتی ہیں۔ ملکی فوج کی تعلیم اور اسکی حد تک افسری برطانی سپاہیوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اس قسم کی چالیس برس کی نگرانی نے ملک کو سیاسی تخریب، افلاس (دیوالیہ پن)، جہالت اور فلاکت کے غار سے نکال لیا ہے۔ انگریزوں پر یہ نکتہ چینی

کی جاتی ہے کہ انھوں نے مصریوں کو حکومتِ خود اختیاری کی طرف زیادہ
تیز قدمی سے آگے نہیں بڑھایا، اور ایک مختصر پر شور "قوم پرست" فریق یہ
مطالبہ کر رہا ہے کہ ملک کو کامل و فوری طور پر اہلِ ملک کی نگرانی میں
دیدینا چاہیئے، مگر ایک بالکل ہی ناتجربہ کار اور غیر منضبط قوم میں سیاسی
قابلیت کو ترقی دینے کے لئے بہت زمانہ درکار ہے اور مصر میں جس قدر
ترقی ہوئی ہے وہ غالباً اتنی ہی ہے جس کی توقع ہو سکتی تھی۔ قانون،
امن و امان اور انصاف کے بے اندازہ فوائد حاصل ہو گئے ہیں، عمدہ
نظم و نسق کا ایک مسلسل و پرزور سبق مل گیا ہے۔ بعض خود حکومتی ادارات
قائم کر دیئے گئے ہیں جن میں خاص طور پر وہ قومی جمعیت ہے جو ۱۸۸۳ء میں
قائم ہوئی اور ۱۹۱۳ء میں اسے تقویت دی گئی۔ آخری امر یہ ہے کہ
مندوب اعلیٰ، فیلڈ مارشل ایلنبی نے اواخر ۱۹۱۹ء میں یہ اعلان کر دیا کہ
برطانی حکومت بہت جلد مصر کو ایک وفد روانہ کرے گی جو سلطان اور
ان کے وزرا کے مشورے سے ملک کے لئے جدید و تحریری دستور مرتب
کرے گا۔[1]

---

[1] مصر میں برطانی سرگرمیوں کا بلند پایہ بیان ارل کرومر کی کتاب "مصر جدید"
Earl of Cromer, Modern Egypt, (۲ جلد مطبوعہ نیو یارک ۱۹۰۸ء) ہے۔
اس مبحث پر نسبتاً ایک مختصر و قابل قدر کتاب اس لو کی کتاب "مصر بحالت تقلیب"
S. Low, Egypt in Transition (مطبوعہ لندن) ہے دوسری اہم
کتابیں حسب ذیل ہیں:- لارڈ ملنر "انگلستان مصر میں" (Lord Milner; England in Egypt.)
مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء۔ ڈبلیو۔ بی۔ ورسفولڈ، "انفکاک مصر"
W. B. Worsfold, The Redemption of Egypt مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء
اے۔ کالون، "تکوین مصر جدید" A. Colvin, Making of Modern Egypt
مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء۔ اے۔ اس۔ وہائٹ "انگریزی مصری حکومت میں مصر کی ترقی"
A. S. White, Expansion of Egypt under Anglo-Egyptian Condominium

سلطنت ہند[1] دوسری قدیمی سرزمین جس پر برطانی اقتدار کو وسعت داخل ہوئی ہے وہ ہندوستان ہے۔ یہ وہ ملک ہے جس میں تنہا تمام برطانی سلطنت کی چار خمس آبادی ہے۔ یہ بغایت وسیع و زرخیز تابع ایک بہت بڑے تجارتی شخصیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ سے جسے ملکہ الیزبتھ نے ۱۶۰۰ء میں منشور عطا کیا تھا، بتدریج زیر اقتدار آگیا۔ اٹھارھویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے انگریزی حکومت اس کمپنی کے معاملات پر اپنا اقتدار بڑھاتی گئی اور ۱۸۵۸ء میں ہنگامۂ سپاہ کے بعد، اس شخصیہ کے تمام حقوق و اختیارات تاج کی طرف منتقل کر دئیے گئے۔ وہی کارروائی جس کے بموجب اس کمپنی کے سیاسی فرائض کا خاتمہ ہوا (یعنی "ہندوستان کی بہتر حکومت کا قانون") اسی کے رو سے ہندوستانی معاملات کا انتظام پارلیمنٹ کے اقتدار کے تحت ایک نئے وزیر یعنی وزیر ہند کو تفویض کیا گیا جس کی مدد کے لئے ایک مجلس ہند مقرر ہوی۔ اس مجلس میں دس سے چودہ تک تنخواہ دار ارکان ہوتے ہیں جن کا انتخاب وزیر ہند سات برس کے لئے کرتا ہے اور یہ انتخاب زیادہ تر ان لوگوں سے ہوتا ہے جنھیں ہندوستان کے نظم و نسق کا تجربہ ہوتا ہے۔ وزیر ہند اور اس کی مجلس ہی حکمت عملی کے اہم مسائل کا تصفیہ کرتے ہیں مگر عملی نظم و نسق کو لامحالہ انھیں حکام کے ہاتھوں میں چھوڑ دینا پڑتا ہے جو اس کے تابع خود ہندوستان میں رہتے ہیں۔

ان حکام میں سب سے اعلیٰ حاکم والیسرائے یا گورنر جنرل ہے۔ اس معزز عہدہ دار کا تقرر تاجدار کی طرف سے پانچ برس کے لئے ہوتا ہے، وہ دہلی میں بیٹھ کر حکمرانی کرتا ہے جو کہ مغلوں کی قدیم سلطنت کا دارالسلطنت

---

[1] ۱۸۷۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کے "قیصرہ ہند" ہونے کے بعد سے اس ملک کا سرکاری لقب یہی رہا ہے۔

رہا ہے۔ اس کا دربار اس ملک میں برطانی طاقت کا مرکز ہے، خواہ یہ طاقت ملکی ہو یا فوجی؛ اس کے دربار میں وہ شان و شوکت قائم رکھی گئی ہے جو اہلِ ملک کے مطبوعِ خاطر روایات کے موافق ہو۔ ۱۹۱۹ء تک جو انتظامات قائم تھے ان کے تحت وائسرائے کو اپنے بے شمار فرائض میں دو مجلسوں سے مدد ملتی ہے (۱) مجلسِ عاملہ، جس میں پانچ یا چھ اعلیٰ عہدہ دار ہوتے تھے جن کا تقرر تاجدار کی طرف سے پانچ برس کے لئے ہوتا تھا اور وہ انفرادی طور پر محکموں کے مہرِ دفتر اور مجموعی طور پر کابینۂ مشیر کار کے خدمات انجام دیتے تھے۔ (۲) مجلسِ مقننہ۔ اس میں ایک حصہ مجلسِ عاملہ کے ارکان کا ہوتا تھا اور دوسرا حصہ ان ارکان کا جنھیں وائسرائے اس غرض کے لئے نامزد کرتا تھا۔ لیکن ۱۹۰۹ء کے "قانون مجالسِ ہند" نے (وائسرائے اور ارکان عاملہ کے علاوہ) مجلسِ مقننہ کے ارکان کی تعداد ساٹھ کر دی ہے جن میں تینتیس مقرر کردہ ہوتے ہیں اور ستائیس بالواسطہ یا بلا واسطہ عوام کی طرف سے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ جماعت ایک معقول حد تک نسبتۃً زیادہ نیابتی ہو گئی مگر اس کے اختیارات کارروائیوں کی تجویز پیش کرنے اور ابتدائی حیثیت سے ان پر بحث کرنے تک محدود تھے۔ مرکزی حکومت کے تحت میں پندرہ صوبجاتی حکومتیں تھیں جس میں سے ہر ایک کا اعلیٰ حاکم کوئی گورنر، لفٹننٹ گورنر یا چیف کمشنر ہوتا تھا، جن کا تقرر تاجدار کی طرف سے ہوتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک حکومت میں ایک مجلس ہوتی تھی جسے مشیرانہ اختیارات حاصل تھے ۱۸۶۱ء سے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ ان صوبجاتی مجلسوں میں باشندگانِ ملک کی نمائندگی ہو، اور ۱۸۹۲ء اور ۱۹۰۹ء کے تغیرات سے ان مجالس میں غیر سرکاری عناصر کو کثرت حاصل ہو گئی لیکن کل ہند یعنی مجلس مقننہ کے مانند ان مجلسوں کو بھی نہایت ہی محدود اختیارات حاصل تھے۔ صوبوں کے اندر نظم و نسق کا خاص بار مستقل ملازمانِ ملکی پر تھا اور اب بھی ہے۔ یہ ملازمانِ ملکی ان عہدہ داروں کی جماعت ہے جن کا داخلہ سلطنتِ متحدہ اور خود ہندوستان کے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے

تعلیم یافتہ نوجوانوں میں سے شدید مقابلتی امتحان کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی زندگیاں اس خدمت کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور وہ صوبوں کے گورنری کے ذمہ دار مناصب بلکہ دہلی کے مجلس عاملہ کے اراکین کے عہدوں تک ترقی کر سکتے ہیں۔ آخری امر یہ ہے کہ سات سو سے زیادہ "باجگذار" ریاستیں ہیں۔ رقبہ ملک کا دو خمس اور آبادی کا دونواں حصہ انھیں میں داخل تھا۔ ان معاہدوں کے تحت میں جو فرداً فرداً برطانی حکومت کے ساتھ ہوئے ہیں یہ ریاستیں اب بھی اپنے ہندو یا مسلمان حکمران کے زیرِ حکومت ہیں اور ان پر صرف برطانی نگرانی و تحفظ ہے۔ اہم ہندوستانی درباروں میں برطانی اغراض کی نگہداشت تاج کا ایک عہدہ دار کرتا ہے جو "رزیڈنٹ" کہلاتا ہے۔

گزشتہ ربع صدی کے اندر آبادی کے ہندو اور مسلم دونوں عناصر کی جانب سے بہت کچھ نکتہ چینیاں ہو رہی ہیں اور ۱۹۰۹ء کا قانون مجالس زیادہ تر اسی نظر سے منظور ہوا تھا کہ حکومت کو زیادہ عمومی رنگ دے کر بد دلی کو ساکن کیا جائے۔ لیکن نہایت پرجوش "قوم پرست" بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ برطانی حکومت سے قوم کے تمام طبقات کو نفع پہنچا ہے۔ برطانی قوت کے قائم ہونے کے قبل تک ملک نااتفاقی، جنگ اور مطلق العنانی سے برابر مصیبت اٹھاتا رہا تھا۔ برطانیوں سے یہ وسیع منافع پہنچے ہیں کہ ایک معقول سیاسی اتحاد پیدا ہو گیا ہے، قانون کے ایک منصفانہ و مساویانہ نظم کا بے لوث نفاذ ہوتا ہے، اور اندرون ملک کا امن تقریباً برابر قائم رہا ہے۔ ریلوں اور سڑکوں کا بننا، حفظانِ صحت کی ترقی، ویران زمینوں کی آبپاشی، قحطوں کا انسداد رسم ستی اور طفل کشی کا سد باب اور مغربی تعلیم کا اجرا، یہ سب تو وہ ہیں جن کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ ہندوستان کے لوگ "خراج" کا ایک حبہ نہیں ادا کرتے برطانی بیڑے کے اخراجات میں کسی قسم کی شرکت نہیں کرتے وہ خود اپنی فوج کا خرچ برداشت کرتے ہیں مگر جب یہ فوجیں دنیا کے

دوسرے حصوں کے خدمات کے لیے لی جاتی ہیں تو اُس کا خرچ وہ نہیں دیتے۔ برطانی تاجروں کو اس ملک کے بندرگاہوں میں کوئی خاص مراعات نہیں حاصل ہے۔ سلطنتِ متحدہ سے درآمد کے روکنے کی غرض سے تحفظی محصول لگائے جا سکتے ہیں اور لگائے گئے ہیں۔ ملک کے اندر برطانی ملکی حکام کی تعداد تین ہزار سے زائد نہیں ہے' اور متمدن اہل ملک اس خدمت میں سرعت کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں سیاسی اتحاد کبھی رہا ہی نہ ہو' جہاں نسلی و مذہبی تفرقات معاشرے کی تہ تک پہنچے ہوئے ہوں' جہاں اڑمیس مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں اور جہاں مطلق العنانی کے سوا حکومت کے اور کوئی روایات نہ ہوں' ایسے ملک میں حقیقی حکومت خود اختیاری کا قائم کرنا برسوں نہیں بلکہ نسلوں' بلکہ شاید صدیوں کا کام ہے۔ یہ امر کسی طرح سے ظاہر نہیں ہے کہ انگلستان اساسی اغراضِ متعلقہ کو محفوظ رکھتے ہوئے ہندوستان میں اس سے زیادہ سرعت کے ساتھ قدم بڑھا سکتا تھا۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو' یہ عام طور پر قبول کیا جاتا ہے کہ اب اہم ترتیب جدید کا وقت آگیا ہے۔ ہندوستان نے جنگ عظیم میں حلفا کے معاملہ کی وفادارانہ تائید کی مگر اہل ملک نے اس تصادم سے پیدا شدہ نئی حالت سے فائدہ اٹھا کر مزید سیاسی حقوق کے مطالبہ میں کوتاہی نہیں کی۔ "ہندی قومی کانگرس" نے ۱۹۱۵ء میں ایک ذیلی مجلس اس غرض سے مقرر کی کہ سلطنت کے اندر ہندوستانی حکومت خود اختیاری کی تجویز مرتب کرے' اور آئندہ برس میں ساتھ کے ساتھ جو اجتماعات لکھنو میں ہوئے' ان میں "کانگرس" اور "مسلم لیگ" (جو اب تک ایک دوسرے کی سخت دشمن تھیں) دونوں اس مطالبہ میں پوری طرح ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو گئیں کہ ان کا ملک سوراجی قلمروؤں کے ساتھ مساوی درجہ پر سلطنت کی اندرونی مجلسوں میں شامل کیا جائے۔ اگست ۱۹۱۷ء میں برطانی حکومت نے نئے وزیر ہند مسٹر مانٹیگو کی وساطت سے یہ اعلان کیا کہ آئندہ سے برطانی حکمت عملی یہ ہوگی کہ

نظم ونسق کی ہر شاخ میں ہندوستانیوں کا شمول بڑھتا جائے، خود حکومتی اداراتمیں تدریجی نشو ونما ہونا جائے تا آنکہ ترقی کرتے کرتے سلطنت برطانیہ کے ایک حقیقی جزو کے طور پر ہندوستان میں ذمہ دار حکومت قائم ہو جائے۔"

یہ اعلان اس اعتبار سے ممتاز تھا کہ برطانی حکومت کی جانب سے یہ پہلا اعتراف اس مقصد کا تھا کہ وہ ہندوستانیوں کی سیاسی تعلیم اپنی حکمت عملی کی ایک مقررہ ہیئت اور ان کے سیاسی سوا راج کو ایک شعوری مقصد بنانا چاہتی ہے۔ اس کے اتباع میں ۱۹۱۷ء کے موسم سرما میں وزیر ہند نے وائسرائے لارڈ چمسفورڈ کے ساتھ مل کر خود ہندوستان کے اندر اس مسئلہ پر کامل غور کیا۔ ان عہدہ داروں نے اوائل ۱۹۱۸ء میں جو قابلانہ روداد کابینہ کے سامنے پیش کی اس میں" انھوں نے "سوا راج چاہنے والے فریقوں کے انتہائی مطالبہ کو مسترد کر دیا مگر انھوں نے وسیع مراعات کی سفارش بھی کی[۱] اور بعد ازاں دو ماہرانہ مجالس ذیلی نے (جن میں انگریز اور ہندوستانی تقریباً برابر برابر تھے) حق رائے دہی اور دوسرے عملی مسائل کا خاص طور پر مطالعہ کیا۔ ان رودادوں کے ضروری مسائل پر مشتمل "مسودۂ قانونِ حکومت ہند" دارالعوام میں پیش کیا گیا۔ مباحثہ نے طول کھینچا اور اختلاف رائے بہت سخت ہوا مگر یہ تجویز دسمبر ۱۹۱۹ء میں قانون بن گئی۔

اب اس قانون کے دفعات کے بموجب ہندوستان میں ایک دو ایوانی جماعت ہے جسے پارلیمنٹ کہنا سزاوار ہوگا۔ ایوان بالائی جس کا نام اب کونسل آف اسٹیٹ (مجلسِ مملکت) رکھا گیا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مجلسِ عاملہ کو وسعت دے کر ایک ایسی جماعت بنا دیا گیا ہے جس کے

---

[۱] ۔"ہندوستانی آئینی اصلاحات کی روداد" Report on Indian Constitutional Reforms—۱۹۱۸ء، شمارہ ۹۱۰۹

ارکان ساٹھ سے زاید نہیں ہوتے، جس میں سے بیس سے زاید محکموں کے سپرد فتر
اور ارکان باعتبار عہدہ نہیں ہو سکتے۔ ایوانِ زیرین جو "اسمبلی" (جمعیت)
کہلاتا ہے وہ سابق کی مجلسِ مقننہ ہے جس کی رکنیت ایک سو بیس تک
بڑھا دی گئی ہے "کونسل آف اسٹیٹ" کے ارکان پانچ برس کے لئے نامزد
ہوتے ہیں اور "اسمبلی" کے ارکان تین برس کے لئے منتخب ہوتے ہیں مگر
وائسرائے جس وقت چاہے ان دونوں ایوانوں میں سے کسی ایوان کا
انفساخ کر سکتا ہے۔ تشریعی و مالی اختیارات معقول حد تک عطا کیے گئے
ہیں تاہم مالیاتی نوعیت کے بعض مختص مسائل پر جمعیت کو رائے دینے
بلکہ بحث کرنے تک کی اجازت نہیں ہے۔ دونوں ایوانوں کے اختلافات
کا فیصلہ مشترکہ اجلاسوں میں ہوتا ہے۔ صوبوں کی حکومتوں کی جس طرح
ترتیب جدید ہوئی ہے، وہ لطریق ذیل ہے:- (۱) گورنر اور چار ارکان
کی ایک مجلسِ عاملہ (جس میں سے ایک ہندوستانی ہونا ضروری ہے)،
اسے "شعبہ جات محفوظہ" سپرد ہیں۔ (۲) گورنر اور وزرا کی ایک جماعت
جن کا تقرر گورنر مجلسِ مقننہ میں سے کرتا ہے، ان کے قبضے میں شعبہ جات
مفوضہ کی نگرانی ہوتی ہے (۳) ایک مجلسِ مقننہ جو مجلسِ عاملہ اور ان
منتخب شدہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جن کا انتخاب اس قانون کے دفعات
کے تحت میں وہ انتخاب کنندگان کرتے ہیں جن کی تعداد آبادی کے ڈھائی فیصدی
کے اندر اندر ہے۔ اس طرح حکومتی نظم میں عمومی عنصر کا پھر اضافہ ہو گیا
ہے تاہم یہ اب بھی قوم پرستوں کے مطالبہ سے قطعاً کم ہے اور اس کے
متعلق بد اطمینانی کے پرزور اظہارات ہوئے ہیں۔ لیکن ایک اہم قدم اٹھایا
گیا ہے اور برطانی حکومت نہ صرف اس مسئلہ پر برابر توجہ رکھنے کی بلکہ اس تابع
ملک میں "خود حکومتی ادارات کے تدریجی نشو و نما" کی پابند ہو گئی ہے۔
درحقیقت ۱۹۱۹ء کے قانون میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ دس برس کے بعد
ایک ماموریہ اس امر کی یادداشت پیش کرے کہ "آیا یہ پسندیدہ ہے کہ
ذمہ دار حکومت کا اصول قائم کیا جائے، یا یہ کہ جس حد کی ذمہ دار حکومت

ہے اس میں وسعت دیجائے، ترمیم کی جائے یا اسے محدود کیا جائے اور ایسا ہو تو کس حد تک لے

لے ہندوستانی معاملات کے متعلق ایک عمدہ تقریب ٹی۔ ڈبلیو ہولڈرنس کی کتاب ہندوستان کے اقوام و مسائل" W Holderness, Peoples and Problems of India. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۲ء ۔ برطانی اقتدار کی تاریخ اے لائل کی کتاب ذیل میں قابل اطمینان طور پر بیان ہوئی ہے:۔ ہندوستان میں برطانی تسلط کا عروج و توسیع" A. Lyall, Rise and Expansion of British Dominion India مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۳ء ۔ حکومت کا نظم مختصر طور پر کتب ذیل میں بیان ہوا ہے:۔ لوئل، حکومت انگلستان Lowell, Government of England, جلد دوم صفحات ۴۲۰۔۴۲۹۔ جنکس، "حکومت سلطنت برطانیہ" Jenks, Government of the British Empire صفحات ۷۵۔۸۰۔ نہایت اہم دستاویزات کتب ذیل میں جمع کئے گئے ہیں:۔ کرجی" ہندوستان کے دستوری دستاویزات ۱۷۷۲۔۱۹۱۵" Mukherji Indian Constitutional Documents, 1778-1915. مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔ آر۔ میور، "تکوین ہند برطانی" R. Muir, Making of British India مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء ۔ ایک پر از فکر مطالعہ برائس کا مضمون" رومانی شہنشاہی اور ہند کی برطانی شہنشاہی" Bryce, "The Roman Empire and the British Empire in India. ہے جو "مطالعات تاریخ اصول قانون" Studies in History and Jurisprudence. میں طبع ہوا ہے۔ حکومتی نظم پر خاص کتاب البرٹ کی کتاب ہے: "حکومت ہند" Ilbert, Government of India. طبع سوم مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء ۔ خدمت ملکی (سول سروس) کے نشو ونما کا بیان اے۔ ایل۔ لوئل، اور ایچ۔ سٹیونز کتاب" نو آبادیات کی خدمت ملکی" A.L.Lowell and H.Stephens, Colonial Civil Service (مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۰ء) میں ہوا ہے۔ بے شمار کتابیں جن میں حکومت خود اختیاری کے متعلق ہندوستان کے حقوق کا مطالبہ پیش ہوا ہے یا دوسری طرح پر سیاسی حالات سے بحث کی گئی ہے اس میں کتب ذیل داخل ہیں:۔ آغا خاں" ہندوستان

شہنشاہی تنظیم جدید کا مسئلہ۔	ساٹھ برس پہلے انگلستان میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مستعمرات کی قدر و قیمت مشکوک ہے اور آخر میں آزادی ہونا ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "بحالت تقلیب: سیاسی ارتقا کا ایک مطالعہ" Aga Khan, India in Transition, a Study in Political Evolution. مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء۔ لاجپت رائے "نوجوان ہند" Lajpat Rai. Young India ibid, Ibid مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۶ء۔ ایضاً "ہندوستان کا قرضہ انگلستان پر" England's debt to India. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء۔ ایضاً "ہندوستان کا سیاسی مستقبل" Ipid., The Political future of India. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء۔ آرچر "ہندوستان اور مستقبل" Archer, India and the Future. مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء۔ ایل۔ کرٹس "ذمہ دار حکومت کے متعلق قوم ہند کے نام خطوط" L. Curtis, Letters to the People of India on Responsible Government. مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء۔ کے۔ راؤ۔ "ہندوستان کے آیندہ حکومت" K. Rao, The future Government of India. مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء۔ وی۔ اے۔ اسمتھ۔ "ہندوستان کی دستوری اصلاح تاریخ کی روشنی میں" V A. Smith. Indian Constitutional Reform Viewed in the Light of History. مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۹ء۔ ایف۔ بی۔ فشر اور جی۔ ولیمز: "ہندوستان کا خاموش انقلاب" F.B. Fisher, and G. Williams. India's Silent Revolution. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء ای۔ پارکر "ہندوستان کی آیندہ حکومت" E, Barker, The Future Government of India مطبوعہ لندن ۱۹۱۹ء۔ "راؤنڈ ٹیبل" کے بے شمار مضامین خاص کر ۱۹۱۵ء کے بعد سے کارآمد ہیں۔ دیسی ریاستوں کی حیثیت کو ڈبلیو۔ لی وارنر نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے:۔ "ہندوستان کی دیسی ریاستیں" W. Lee-Warner, Native States of India مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء۔ اس سے کا ذرا زیادہ مختصر طور پر بیان "راؤنڈ ٹیبل" دسمبر ۱۹۱۶ء کے صفحات ۹۰-۱۱۳ میں دیا ہوا ہے۔

انگریزی بولنے والے خود حکومتی توابع پوری خود مختاری کا دعویٰ کریں اور اسے حاصل کر لیں۔ سر جان سیلی اور دوسرے ارباب قلم نے قوم میں سلطنت کی شان و شوکت، طاقت اور اہمیت کا ایک نیا تصور پیدا کر دیا۔ جرمانیہ و اطالیہ کے (اپنی اپنی جگہ پر) ایک ملک بنجانے، جاپان کے عروج اور ممالکِ متحدہ امریکہ کے نشو و نما سے انگلستان کی حالت نسبتہً معمول سے زیادہ کمزور ہوگئی۔ اسلحۂ جنگ کی زیادتی سے ایک ایسا بار پڑ گیا جس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ نوآبادیاں جن کے تحفظ کے لیئے نئے بیڑے کا ایک جزو قائم کیا گیا ہے اس خرچ کا کچھ حصہ برداشت کریں۔ خود مختار ریاستوں کے وفاقی تنظیم کے وسیع امکانات نہ صرف ممالکِ متحدہ امریکہ اور جرمانیہ کے تجربے سے بلکہ سلطنت برطانیہ کے اندر کناڈا اور بعد میں آسٹریلیا کے تجربہ سے بھی عیاں ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاپروائی کے انداز کے بجائے قومی خواہش یہ پیدا ہو گئی کہ سلطنت کے دوام، اتحاد اور قوت کے تیقن کے طور پر نوآبادیوں کو زیادہ گہرے طور پر مادری ملک کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے۔ جذبات، مشترک شہریت اور تجارتی مفاد کے روابط پہلے ہی سے موجود تھے مگر یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ روابط حقیقتاً کتنے مظبوط ہیں، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اگر مادری ملک کسی شدید جنگ میں پھنس جائے جس سے نوآبادیوں کے مفاد پر براہ راست اثر نہ پڑتا ہو تو اس صورت میں کیا ہوگا۔

اس کا حل یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ایسی تجویز ہو، جس سے عظیم الشان خود حکومتی نوآبادیاں اپنے تفرد کو قربان کیئے بغیر اور ایک دوسرے کے ساتھ مساوی شرائط پر مادری ملک کے ساتھ پوری طرح شریک کار ہو جائیں، بالفاظ دیگر یہ کہ شہنشاہی وفاقیہ کی کوئی تجویز نکل آئے۔ اس قسم کا وفاقیہ جو شکل اختیار کرتا اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ ہو سکتا تھا کہ سب سے اول یہ صورت اصل میں تجارتی نوعیت کی ہو یعنی سلطنت متحدہ اور خود حکومتی قلمروئیں ایک دوسرے کو ایسے تجارتی فوائد فائقہ

عطا کریں جسے باقی دنیا کے لیئے روا نہ رکھا گیا ہو۔ اس خیال کے اتباع میں کناڈا نے ۱۸۹۷ء میں مادری ملک کے لیئے یہ جائز رکھا کہ اس کے مال پر اپنے معمولی محصول کا آٹھواں حصہ کم کر دے اور تین برس میں اس ترجیح کو ایک تہائی تک بڑھا دیا۔ جنوبی افریقہ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ نے بھی ایسی ہی کارروائی کی لیکن اس وقت تک یہ انتظام یک طرفہ ہے کیونکہ اتحادیوں کی تجویز "اصلاح محاصل" نے اب تک مادری ملک میں کچھ نتیجہ نہیں پیدا کیا ہے اور چونکہ وہاں تحفظی محصول ہی نہیں جن میں تقلیل یا تنسیخ کی جائے اس لیئے انگریزی حکومت مستعمری حکومتوں سے برابر کا معاملہ نہیں کر سکتی۔

ایک دوسری ممکن بنیاد مسلح حفاظت کی ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ بیڑہ جسقدر سلطنت متحدہ کا پشت پناہ ہے اس سے کم ان قلمروؤں کا پشت و پناہ نہیں ہے مگر ان قلمروؤں بلکہ ہندوستان تک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے قیام میں کچھ مدد دیں۔ قلمرویں اس حالت سے بے خبر نہیں تھیں اور ان میں سے اکثروں نے خود قلیل امداد دینا شروع کر دیا ہے۔ نیوزیلینڈ نے ایک جنگی جہاز پیش کیا، جنوبی افریقہ نے ایک قلیل سالانہ رقم کا دینا منظور کیا، آسٹریلیا نے ایک چھوٹا سا جداگانہ بیڑا خود بنانا شروع کر دیا، کناڈا نے اس موضوع پر بحث کی مگر کسی رائے پر قائم نہ ہو سکا۔ مزید برآں ان میں سے تین قلمروؤں نے خود اپنی مرضی سے جنگ بوئر میں بڑی فوج بھی مہیا کی، اور ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں ان سب نے مادری ملک اور اس کے حلیفوں کی مدد میں دل کھول کر کوشش کی مگر اس رضاکارانہ مدد کو پوری طرح تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا یہ ممکن و مناسب نہ ہوگا کہ مسلح مدافعت کی ایک ایسی عام شہنشاہی تحریک کی جائے جس کی بنیاد اتفاقیہ امداد باہمی کے بجائے ایک معین طریق پر ہو اور وہ ایک ہی فوجی اقتدار کے تحت میں منتظم ہو۔

لیکن ایسی وفاقیت کے لیئے جس میں کچھ اصلیت ہو تجارتی ترجیح اور باہمی مدافعت کے سوا کچھ اور بھی درکار ہے، اس میں کسی حد تک مشترک سیاسی عمل ہونا چاہئے۔ اور اس کے لیئے کوئی سیاسی کل ہونا چاہیئے۔

ان قلمروؤں نے اس امر کے ظاہر کر دینے میں کوتاہی نہیں کی ہے کہ یہ امر ان کی طاقت و مفاخرت کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے شریک کار کے ساتھ لندن میں صرف دفتر نوآبادیات کے ذریعہ سے مراسلت کریں جیساکہ شاہی نوآبادیاں یا دوسرے پست درجہ توابع سے توقع کیجاتی ہے، اور اب سے بہت قبل انھوں نے یہ چاہا کہ عام شہنشاہی مفاد کے مسائل پر صرف برطانی کابینہ ہی میں بحث نہ ہو بلکہ ان پر ایک ایسی جماعت میں بھی بحث ہو جس میں سلطنت کے تمام ماورائے بحر حصص جلیلہ کی نمائندگی ہوتی ہو۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے اس مطالبہ کے پورا کرنے کے لیے شہنشاہی کانفرنس کی تنظیم کے سوا اور کوئی عملی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ پہلی کانفرنس ۱۸۸۷ء میں ملکہ کے جشن پنجاہ سالہ کے موقع پر منعقد ہوئی۔ اس کے بعد دوسری کانفرنسیں ۱۸۹۷ء، ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۷ء میں منعقد ہوئیں، اور اس آخری موقع پر ایک مستقل تنظیم اس غرض سے اختیار کی گئی کہ ہر چوتھے برس باقاعدہ جلسے ہوتے رہیں۔ یہ امر لحاظ کرنے کے قابل ہے کہ ان اجلاسوں میں مادری ملک کی نمائندگی وزیر نوآبادیات کے ذریعہ سے نہیں ہوتی تھی بلکہ وزیر اعظم کے ذریعہ سے ہوتی تھی، اس انتظام کا مقصد یہ تھا کہ قلمرو و مادری ملک کے ہمپایہ ہو جائے کیونکہ ان کی نمائندگی ان کے وزرائے اعظم کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ اس کانفرنس کو کوئی قانونی حیثیت نہیں حاصل تھی مگر ایک غور و فکر کرنے والی اور صلاح دینے والی جماعت کی حیثیت سے اس نے بیش بہا خدمات انجام دیئے۔

یہ ایک لابدی امر تھا کہ جنگ عظیم میں باہمی تعامل کی وجہ سے سلطنت کے مختلف حصوں کے باہمی تعلقات میں نمایاں تغیرات واقع ہو جائیں۔ ان تغیرات میں خاص تغیر ایک شہنشاہی کابینہ کا پیدا ہو جانا تھا۔ ۱۹۱۶ء کی جنگی کابینہ کے اولین کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ ایک خاص شہنشاہی کانفرنس طلب کی گئی جس میں سوا راجی قلمرو اور ہندوستان کے نمائندے بھیجے گئے۔ اس کانفرنس کے اجلاسوں کے وقفوں کے درمیان

۱۹۱۷ء میں متعدد جلسے ایک ایسی جماعت کے ہوئے جس کے مثل جماعت قوم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ نئے اور چھوٹے جنگی کابینہ میں قلمروؤں کے وزرائے اعظم اور دوسرے نمائندے اور نیز ہندوستان کے دو دیسی نمائندے بلائے گئے تھے اور وہ محض گواہ یا غیر رسمی مشیر کار نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی حیثیت ایسے وزرا کی تھی جنھیں کوئی خاص صیغہ سپرد نہ ہو یہ پریوی کونسل کے حلف کے تحت میں غور و بحث میں شرکت کرتے تھے اور رائے دیتے تھے۔ مزید براں ان ارکان کے روانہ ہونے کے قبل وزیر اعظم لائڈ جارج نے یہ اعلان کیا کہ تجویز یہ ہے کہ اس قسم کے جلسے سالانہ ہوا کریں جس میں برطانی وزیر اعظم اور اس کے وہ رفقا جو بالخصوص شہنشاہی معاملات سے سروکار رکھتے ہوں، سوا راجی قلمروؤں کے وزرائے اعظم یا دوسرے باضابطہ نمائندے اور ایک نمائندہ ہندوستان کا جسے حکومت ہند نے مقرر کیا ہو، شامل ہوا کریں۔ ایک ایسی شہنشاہی پارلیمنٹ کی تجویز بارہا ہوئی ہے جس میں تمام سلطنت سے قانون ساز و نائب یک جا ہوں مگر ہر مرتبہ اسے ناممکن سمجھ کر ترک کر دیا گیا ہے۔ لیکن دوران جنگ کی ضرورت شدید کے باعث ایک شہنشاہی کابینہ (کم از کم اس وقت کے لئے) ایک حقیقی شے بن گیا اس کانفرنس نے ۱۹۱۷ء میں ایک قرارداد منظور کی جس کا مطمح نظر یہ تھا کہ ایک خاص کانفرنس میں جو جنگ کے بعد طلب کی جائے برطانی حکومت کے دستوری تعلقات کو از سر نو منظم کیا جائے۔ اس میں یہ دلچسپ اعلان شامل تھا کہ "حکومت خود اختیاری کے تمام موجودہ اختیارات اور خانگی معاملات کے کامل اقتدار کو قائم رکھتے ہوئے، یہ ترتیب جدید اس پر مبنی ہوگی کہ قلمروؤں کو ایک شہنشاہی دولت عامہ کے سوا راجی اقوام اور ہندوستان کو اس کا ایک اہم جزو پوری طرح تسلیم کیا جائے خارجی حکمت عملی اور خارجی تعلقات میں

ان کی مناسب رائے کا حق تسلیم ہو، اور مشترک شہنشاہی تعلق کے تمام اہم معاملات میں مسلسل مشورت کے موثر انتظامات کیئے جائیں اور نیز ایسے ضروری متفقہ عمل کا انتظام کیا جائے جس کی بنا مختلف حکومتوں کی منظوری پر ہو۔ ۱۹۱۷ء کے تجربے کا ۱۹۱۸ء میں بھی اعادہ کیا گیا۔[1]

[1] شہنشاہی وفاقیہ کی مختصر بحث کے لیئے لوئل کی کتاب حکومت انگلستان Lowell, Government of England جلد دوم باب ۵۰ دیکھنا چاہیئے۔ اولین وسیع مباحث میں ایک کتاب سی۔ ڈلک کی ہے :۔ مسایل برطانیہ کبرے" C. Dilke Problems of Greater Britai مطبوعۂ لندن، ۱۸۹۰ء۔ اس موضوع پر زیادہ حال کی کتابیں حسب ذیل ہیں۔ آر۔ جیب کی "مستعمری قومیت کے مطالبات" R. Jebb, Studies in Colonial Nationalism مطبوعۂ لندن ۱۹۰۵ء۔ ایضاً "شہنشاہی کانفرنس" Imperial Conference ۲ جلد مطبوعۂ لندن ۱۹۱۱ء۔ ایضاً "برطانوی سوال متبادلات کا تبصرہ" Ibid., The Britannic Question; a Survey of Alternative مطبوعۂ لندن ۱۹۱۳ء۔ جے۔ آر۔ روٹ کی "مستعمری محاصل درآمد و برآمد" J. W. Root Colonial Tariffs مطبوعۂ لندن ۱۹۱۶ء۔ سی۔ جی۔ فکس "برطانیہ عظمیٰ اور اس کے مستعمرات کی تجارتی حکمت عملی از ۱۸۶۰ء" C. J. Fuchs, Trade Policy of Great Britain and her Colonies since 1860 مترجمہ سی۔ آر چپالڈ مطبوعۂ لندن ۱۹۰۵ء۔ اے۔ جے۔ پین "نمونۂ آبادیات و نوآبادیاتی وفاقیہ" E. J. Payne, Colonial Federation مطبوعۂ لندن ۱۹۰۵ء۔ لارڈ ملنر "قوم اور سلطنت" Lord Milner, The Nation and the Empire مطبوعۂ بوسٹن ۱۹۱۲ء۔ ایل۔ کرٹس کی "مسئلہ دولت عامہ" L. Curtis. The Problem of the Commonwealth مطبوعۂ لندن ۱۹۱۶ء۔ اے۔ پی۔ نیوٹن "سلطنت اور مستقبل" A. P. Newton, The Empire and the Future مطبوعۂ لندن ۱۹۱۶ء۔ ڈبلیو۔ بی ورسفولڈ، "شہنشاہی سندان پر" W. B. Worsfold, The Empire on the Anvil مطبوعۂ لندن ۱۹۱۶ء۔ ارل گرام کا ایک دلچسپ اظہار خیال، ڈبلیو ایچ۔ ڈاسن (مدیر) نے "مسائل مابعد جنگ" W. H. Dawson (ed.) After War. Problems

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۱ء صفحات ۱۷-۳۰ میں بحث کیا ہے ۔
شہنشاہی کابینہ کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئے ۔ فیرلی ! " برطانی نظم و نسق بحالت جنگ "
J. A. Fairlie British War Administration مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۹ء باب سوم ۔
جی ۔ ایم ۔ رانگ " شہنشاہی جنگی کابینہ " G. M. Wrong "The Imperial War Cabinet
مطبوعۂ " کنیڈین ہسٹاریکل ریویو " مارچ ۱۹۲۰ء ۔ دلچسپ اشارات مضامین میں موجود ہیں
اے ۔ پی پولی " پریوی کونسل اور سلطنت کے زیادہ قریبی اتحاد کے مسائل " A. P
Poley, "The Privy Council and Problems of Closer Union of the
مطبوعہ جرنل آف سوشل اینڈ کمپیریٹو لیجسلیشن ۔ اے ۔ بی ۔ کیتھ " ایک شہنشاہی دستور سلطنت
کا تصور " A. B. Keith. The dia of an Imperial Constitution, مطبوعۂ
کینیڈین ٹائمز " نومبر ۱۹۱۶ء ۔ اس موضوع پر کارآمد تبصرات مضامین ذیل میں ہیں :-
ٹی ۔ ایچ باگز " سلطنت برطانیہ اور زیادہ قریبی اتحاد " T. H. Boggs,
"The British Empire and Closer Union, مطبوعۂ " امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو
نومبر ۱۹۱۶ء ۔ آر ۔ ایل شوئلر " سلطنت برطانیہ کی ترکیب جدید " R. L. Schuyler.
Reconstruction of the British Empire مطبوعہ " پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی "
بابتہ ستمبر ۱۹۱۶ء ۔

A
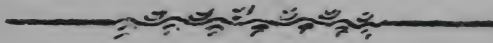
Abgeordnetenhaus:	دارالنائبین
Act of Mediation:	قانونِ توسط
Act of Settlement:	قانونِ بندوبست
Act of Uniformity:	قانونِ یکرنگی
Adjournment:	التوا
Administrative:	انتظامی
Administrative Council:	مجلسِ انتظامی
Agent:	عمیل
Aisle:	راستہ
Alternate:	متبادل
Amtsgericht:	ابتدائی محکمہ
Anarchy:	نراج
Ancestor worship:	پرکھا پوجا
Armistice:	متارکہ
Arrêts:	تجاویز
Arrondissement:	ضلع

Attorney-General:	وکیل سرکار
Auditor-General:	صدرِ ناظرِ حسابات
Ausschuss:	مجلس

B

Baptist:	اصطباغی
Bezirk:	ضلع
Bezirksamman:	ناظمِ ضلع
Bolshevism:	بولشویت
Bolshevist:	بولشوی
Borough:	برو
Bourgeoisie :	طبقۂ اوسط
Bundesgericht (Federal Court):	محکمۂ وفاقیہ
Bundesrath:	مجلسِ وفاقیہ
Bureau (Fr). ce):	شعبہ
Bye-election:	درمیانی انتخاب

C

Cabinet:	کابینہ
Chaier	بیاض
Canton:	پرگنہ
Caucus:	بزمک
Chambre des Requêtes:	عدالتِ عرائض
Chancellor of the Exchequer:	وزیرِ مالیات
Chancery:	عدالتِ نصفت
Choice:	ترجیح
Circles (*Kreise*):	حلقے

Circondoro:	ضلع
Circular:	گشتی
Cisalpine Republic:	جمہوریہ این روے الپ
Cispadane Republic:	جمہوریہ ایں رو سے پو
City State:	شہری مملکت
Civil Service:	ملازمانِ دیوانی
Class:	طبقہ
Closure:	قطع بحث
Coalition:	مخلوط فریق
Collectivism:	اجتماعیت
Collegial:	مرکب
Colonial Preference:	مستعمراتی ترجیح
Commission:	ماموریہ
Commission d'initiative:	ماموریۂ ہدایت
Committee of Public Accounts:	مجلسِ حسابات عامّہ
Committee of Public Petitions:	مجلسِ عرائضِ عامّہ
Committee of Supply:	مجلسِ رسد
Committee of Ways and Means:	مجلسِ طلب
Common Law:	قانونِ غیر موضوعہ
Commonwealth:	دولتِ عامّہ
Commune:	بلدیہ
Communism:	اشتمالیت
Compromise:	مفاہمت
Comptroller-General:	صدر مستوفی
Conscription:	جبری فوجی خدمت

Conservative:	مستحفظ؛ استحفاظی
Consolidated Fund:	سرمایۂ مجتمعہ
Constituency:	حلقۂ راے دہی
Constituent Assembly:	جمعیتِ دستور ساز
Consulate:	قنصلیہ
Controller:	نگران
Convention:	اجتماعِ ملکی
Convocation:	اجتماعِ کلیسائی، اجتماعِ جامعی
Co-operation:	تعامل
Corporations:	شخصیات
Corps Législatif:	جماعتِ مقننہ
Corridor:	رواق
Council of State:	مجلسِ مملکت
Council of States:	مجلسِ نمایندگانِ اجزاء
County:	صوبہ
Court of Cassation:	عدالتِ تنسیخ
Court of Criminal Appeal:	عدالتِ مرافعۂ فوجداری
Court of First Instance:	عدالتِ مراتبِ ابتدائی
Crown Colony:	شاہی نوآبادی
Cumulative:	مجموعی

D

Dane:	ڈنمارکی
Decentralization:	لامرکزیت
Deconcentration:	لاتمرکزیت
Décrets:	احکام

Deductive political science:	قیاسی علمِ سیاست
Delegate:	وفـد
Democratic:	عمومی
Departement (Fr.):	صوبہ
Department (Eng):	صیغہ، محکمہ، شعبہ
Departmental:	محکمہ واری
Dependencies:	توابع
Devolution:	انتقالِ اختیار
Dictatorship:	آمریت
Diet:	مجلسِ ملّی
Direct Action:	عملِ راست
Directory:	نظامت، منتظمہ
Disestablishment:	موقوفی
Dissenter:	منحرف
Dissolution (of Parliament):	انفساخ
District:	ضلع
Division:	قسمت
Divisional:	قسمتی
Domicile:	توطن
Dominion:	قلمرو

E

Easter:	عید الفصح
Ecclesia:	اکلسیہ
Electoral quotient:	انتخابی حاصلِ قسمت
Emancipation Act:	قانونِ رفعِ قیود

Emigration :	ترکِ وطن
Employer :	آجر
Engineer :	مہندس
Entente :	ایتلاف
Eviction :	بے دخلی
Excise :	چنگی
Excommunicate :	دین بدر کرنا
Extradition :	تحویلِ ملزمین
Ex-officis member :	رکن باعتبارِ عہدہ

F

Faction :	فرقہ
Federal :	وفاقی
Federal Assembly:	جمعیتِ وفاقیہ
Federal Council :	مجلسِ وفاقی
Federal State :	وفاقیہ
Final Act :	اختتامی قانون
Finland :	فنستان
First Consul :	قنصلِ اول
First Lord of the Admiralty :	وزیرِ بحریہ
First Lord of the Treasury:	اول امیرِ خزانہ
Flexible Constitution :	لچکدار دستور

G

Gallery :	غلام گردش
Gendarme	جندارمہ
Générlité:	شاہی اضلاع

Gild :	انجمن
Gladiator :	شمشیر باز
Government of National Defence :	حکومتِ مدافعتِ قومی
Grand Council :	مجلسِ اعظم
Grandes ordonnances :	ضوابطِ عظمیٰ
Guardian :	متولی

H

Habeas Corpus :	احضارِ ملزم
Herrenhaus :	دارالامرا
Home Office :	دفترِ امورِ داخلی
Home Rule :	سوراج
House of Assembly :	ایوانِ جمعیت
Hundred :	ہنڈریڈ؛ پرگنہ

I

Impeachment :	مواخذہ
Imperial Service Troops :	افواجِ خدمتِ شہنشاہی
Imprisonment for life :	جنم قید؛ حبسِ دوام
Initiative :	ہدایت
Inspector :	ناظر
Intendant :	ناظر
Internationale (The) :	بین الاقوامیہ
International Exhibition :	نمائشِ بین الاقوامی
Interpellation :	استیضاح

J

Judicial Committee :	مجلسِ عدالتی

Judiciary : محکمۂ عدلیہ

Justice of the peace : ناظمِ امن

K

King's Bench Division : عدالتِ شاہی

Kulturkampf : میدانِ تمدن

L

Labour Party : مزدوری فریق

Laissez-faire : غیر مداخلت

Laity : عامانی

Landeshauptmann : ناظمِ صوبہ

Landgericht : عدالتِ ضلع

Landtag : مجلسِ ملّی

League of Nations : انجمنِ اقوام

Legitimists : حامیانِ وراثتِ تامّہ

Liberalism : احراریت

Licence : اجازہ

Licensing Bill : مسودۂ قانون اجازہ دہی

Livres Coûtumiers : کتبِ قوانینِ رواج

Lobby : پیش طاق

Long Parliament : طویل العہد پارلیمنٹ

Lord High Treasurer : امیرِ خزانہ

Lords of Appeal in Ordinary : امراء مرافعۂ معمولی

M

Majority : اکثریت

Mandamento : حلقہ

Mayor :	میر بلد
Methodist :	ضابطہ پسند
Militarism :	عسکریت
Minister of Defence :	وزیر مدافعت
Minority :	اقلیت
Misdemeanour :	بداطواری/بداعمالی
Money Bill :	مالی مسودہ
Multiple :	تعددی
Municipal :	بلدی
Municipal Corporations Act :	قانونِ شخصیاتِ بلدی
Municipal Edict :	بلدی فرمان
N	
National Council :	مجلسِ قومی
National Liberal:	قومی آزاد خیال
Naturalization:	توطن
Nonconformist:	منحرف
O	
Oberlandesgericht:	عدالتِ صوبہ
Old Age Pensions:	وظائفِ معمرین
Opportunist:	موقع شناس
Overseer:	ناظر
P	
Palatinate:	بلاطیہ
Parlement:	پارلماں
Parliament:	پارلیمنٹ

Party:	گروہ، فریق
Patent:	سندِ ایجاد
Pays d'états:	صوبجاتِ مجلسِ طبقات
People's Commissioner:	مامورِ عموم
Petty Sessions:	اجلاسِ خفیفہ
Platforms (Political):	اصول (سیاسی)
Plebiscite:	استشارہ
Plural Executive:	مرکب عاملہ
Plural Vote:	تکثیری رائے
Pocket Boroughs:	جیبی قصبات
Points of Order:	امور ضابطہ
Poland:	پولستان
Pole; Polish:	پولستانی
Poor-Law Unions:	مجموعہ جات امدادِ غربا
Prayer Book:	کتاب ادعیہ
Prefect (Fr) ce) :	صوبہ دار
Preferential:	ترجیحی
Preferential Tariffs:	ترجیحی محاصل
Primary Assembly:	ابتدائی جمعیت
Primogeniture:	کلانیت
Private Bills;	خانگی مسودات
Procureur du roi:	وکیل سرکار
Programme:	پیش نامہ
Proletariat:	ارذلیہ، طبقہ ارذل، ارذلیت
Propaganda:	تبلیغ

Proportional Representation:	تناسبی نیابت
Prorogation:	برخاست
Protectionist:	تامین پسند
Protective:	تامینی
Protectorate:	محمیہ
Protest:	احتجاج
Provisional:	ہنگامی
Public Bill:	مسودۂ قانونِ عامہ

Q

Qualification:	اہلیت
Quarter Sessions:	سہ ماہی اجلاس

R

Radical:	استیصالی
Rates:	ابواب
Ratification:	توثیق
Reading:	خواندگی
Recall:	بازطلبی
Reclamation:	بازیافت
Referendum:	مراجعہ
Regierungspräsident:	صدر ناظم
Regionalism:	اقطاعیت
Regions:	قطعات
Register:	سجل
Registration:	تسجیل
Regulations:	ضوابط

Reichsgericht:	عدالتِ عالیہ
Reichstag:	جمعیتِ ملی، رائخشٹاگ
Representation of the People Act:	قانونِ نمایندگی قوم
Reprieve:	التوائے سزا
Reserved Subjects:	شعبہ جات محفوظ
Responsible:	ذمہ دار
Returning Officer:	رائے گیرندہ
Rigid Constitution:	استوار دستور
Rotten Boroughs:	بوسیدہ قصبات
Rural:	دیہی

S

Scrutin d'arrondissement:	ضلع واری انتخاب
Scrutin de liste:	فہرست واری انتخاب
Seats	نشست، جگہ
Secretary of State for War:	وزیر جنگ
Self-Determination:	تعینِ دستوری
Self-governing Dominion:	سواراجی قلمرو
Senate:	سینات
Sessions:	اجلاس
Sheriff:	ناظمِ صوبہ
Single-member Constituency:	یک رکنی حلقۂ رائے دہی
Social Democrats:	اشتراکی عمومی
Sonderbund:	عہدیتِ منفصلہ
Staatenbund:	عہدیت
Stadtrat:	مجلسِ بلدیہ

Stage:	مرحلہ
State:	(آزاد مملکت یا ماتحت) ریاست
Status quo:	صورتِ حال
Statute Law:	قانونِ موضوعہ
Straits Settlements:	خاکنائی نوآبادیات
Suspension:	تعطل
Syndication:	اتحادیت
System:	نظم

T

Tariff Reform League:	معاقدہ اصلاحِ محاصل
Tellers:	شمارکنندہ
Territory:	علاقہ
Town Hall:	ایوانِ بلدی
Township:	دیہہ
Tragedy:	وردیہ
Transferred Departments:	شعبہ جات منتقلہ
Transpadane Republic:	جمہوریہ آں روے پو
Tribunal Correctionnel:	عدالتِ اصلاح
Tribunal des Conflits:	عدالتِ تنازعات
Tribunate:	تریبونیہ
Tribune (Platform for speakers):	تقریرگاہ

U

Unearned increment:	غیر اکتسابی اضافہ
Unemployment:	بے روزگاری
Unicameral:	یک ایوانی

Unionist:	اتحادی
Unitary State:	فردیہ
United Kingdom:	سلطنتِ متحدہ
Urban:	بلدی

V

Vermittler:	پنچ
Vestry:	ویسٹری
Veto:	امتناع
Vote of Censure:	قراردادِ ملامت

W

Ward:	حلقہ

Z

Zollverein:	اتحادِ محاصلی

صحت نامہ

حکومتہائے یورپ حصہ اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۵	۲۴	Eustom	Custom	۴۹	سطر ۲ حاشیہ	لہ	۲ہ
۶	۱۴	باسعموم	بالعموم	〃	۲۴	Puristan	Puritans
۷	۱۵	اور	اول	۵۱	۹	”درخواست صلاح“	”درخواست و صلاح“
۷	سطر ۱۰ حاشیہ	ے	اے	〃	سطر ۹ حاشیہ	۱ہ	۲ہ
〃	〃 ۱۳ 〃	نیو یارگ	نیو یارک	۵۲	〃 ۴ 〃	سنہ ۱۹۰۰	سنہ ۱۹۰۷ء
۲۵	〃 ۱ 〃	ایڈمنز و سیٹول	ایڈمز و اسٹفن	۵۸	۱۴	آخری	آخری طور پر
۲۸	۶	کمگنی	کیگلی	〃	〃 ۹ 〃	موصع	موضع
۳۹	۲۳	پورٹ والوپر	پوٹ والوپر	۵۹	۵	مفید	مقید
۴۰	۲۳	کرشتہ وحدت	کثرت و وحدت	〃	سطر ۳ حاشیہ	رحمت	رجعت
۴۲	۱۲	accession	Accession	〃	〃 ۷ 〃	چارلس	چارلس دوم
۴۳	۱۰	Treu	True	۶۱	۹	باحتیااط	باحتیاط
۴۴	۲۵	Statutes and	and Statutes	۷۱	سطر ۵ حاشیہ	سنہ ۱۱۹۰۳	سنہ ۱۹۰۳ء
۴۶	۲۴	سٹلینڈ	شیٹلینڈ	۷۷	۸	بدایت	ہدایت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۸۴	۲۱	زواجوں	رواجوں
〃	سطر ۲ حاشیہ	۰	طبع ششم باب ۱۴
۸۶	〃 ۶ 〃	مطابع نانون	مطابع قانون
〃	۲۲	yan	law
〃	سطر ۷ 〃	مطبوعہ لندن	مترجمہ ڈائسی مطبوعہ لندن
〃	〃 ۸ 〃	مطبوعہ رسالہ	مطبوعہ رسالہ متعلق قانون
〃	〃 ۹ 〃	۱۵۰ ۔	باب ۱۵ ۔
۹۱	〃 ۹ 〃	کتاب"	کتاب" دستور سلطنت انگلشیہ
۹۲	〃 ۶ 〃	حکومت چند	حکومت کو چند
۹۷	۲۱	۰	سلطنت
۱۰۶	۳	اب یک	اب ایک
۱۰۹	۲	پرسکتا	پڑسکتا
〃	۲۱	پامرسٹن	لارڈ پامرسٹن
۱۳۳	۱	کردے گئے	کردیئے گئے
۱۳۹	حاشیہ سطر ۱	Fngland	England
۱۴۴	۴	سنہ ۱۵۱۴	سنہ ۱۹۱۴
۱۷۱	〃	اوردو واسطہ	اور وہ واسطہ
۱۷۳	حاشیہ ۱۴	لووا سیور	لووا سیور
〃	〃 ۳	سنہ ۱۹۰۸	سنہ ۱۹۱۸ء
〃	〃 ۹	سنہ ۱۵۰۸	سنہ ۱۹۱۸ء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۸۰	۱۸	مردفتر	سردفتر
۱۸۱	۱۲	آنا	آتا
〃	حاشیہ ۴	اربج	مارنج
〃	〃 ۷	میتھکم	مینگھم
۱۸۳	۱۴	اقتدر	اقتدار
۱۸۴	۳	ہے	پے
۱۸۵	۶	محزن	مخزن
۱۸۶	حاشیہ ۱	رہتے والے	رہنے والے
〃	〃 ۷	منیاصبت	مناصب
۱۸۹	〃 ۱	متعلی	متعلق
۱۹۰	۴	پارلیمیٹی	پارلیمنٹی
〃	۶	جنہیں	جنھیں
〃	۱۵	ہاتوں	ہاتھوں
〃	حاشیہ ۲	بیورپ	یورپ
۱۹۱	۹	ناحائز	ناجائز
۱۹۵	۵	قوم	قوم میں
〃	حاشیہ ۱	میاحث	مباحث
۱۹۹	۱	سنجیدگی کے	سنجیدگی
۲۰۰	۱۱	دوسہ ا	دوسرا
〃	۱۴	انتحاب	انتخاب
〃	حاشیہ ۲	ثامل میں	شامل ہیں
۲۰۱	۲۰	تعسیمات حدید	تقسیمات جدید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲۰۲	۹	بچاس ہزار	پچاس ہزار	۲۲۲	۱	تضبہ	قصبہ
۲۰۳	۱	تعداد آراہ تقسیم جدید	تعداد آراو تقسیم جدید	۲۲۴	حاشیہ ۳	متعدہ	متعدد
؍؍	حاشیہ ۹	سویزستان	سویزرستان	۲۲۵	۲	مکریٹ	سگریٹ
؍؍	؍؍ ۲۰	ارسنہ ۱۸۳۰ءتاسنہ ۱۸۷۳ء	سنہ ۱۸۳۰ءتاسنہ ۱۸۷۳ء	۲۲۷	حاشیہ ۱	عرص	عرض
۲۰۵	۱۶	مدلی مساوات	مدنی مساوات	؍؍	؍؍ ۲	بہ خرچ	یہ خرچ
۲۰۶	۱۱	سمیں	تھیں	۲۲۸	۱۰	مقالطے	مقابلے
۲۰۷	۲۰	آمندہ	آئندہ	۲۲۹	۸	ابتداً	ابتداءً
۲۰۸	۲۴	تبدل	تبدیل	۲۳۳	۱۳	دارالارلعم	دارالعوام
۲۱۰	۴	مہنتوں	مہینوں	؍؍	۱۹	سنہ ۱۷۰	سنہ ۱۷۱۰ء
۲۱۴	۱۴	دورایورن	دورایوں	۲۳۶	حاشیہ ۸	موقوفی جنگ	موقوفی جنگ
؍؍	؍؍	مہیے	مہینے	؍؍	؍؍ ۱۱	اساقفۃ	اساقفۂ
۲۱۶	۳	بس	میں	۲۳۸	۲۲	اس حملہ	اس جملہ
؍؍	۱۴	اورہی	اوربھی	۲۴۰	۱۱	سالبری	سالسبری
۲۱۷	۲	غمر موقت	غیر موقت	۲۴۱	۸	تولمکرط	ٹوٹ کر
؍؍	۹	کوئی	لوئی	۲۵۰	۱۴	پالیمنٹ	پارلیمنٹ
؍؍	حاشیہ ۶	گرنتجہ	گرنیتجہ	۲۵۵	حاشیہ ۱	پارللمینٹوں	پارلیمنٹوں
؍؍	؍؍ ۸	رائے دی	رائیے دہی	۲۵۶	؍؍ ۱	ملاحظہ ہو صفحہ	ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۵
۲۱۸	؍؍ ۱۰	پارلیمیٹی	پارلیمنٹی	؍؍	؍؍ ۲	ملاحظہ ہو صفحہ	ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۹ و ما بعد
۲۱۹	۹	میعات	میعاد	۲۶۰	۶	معین المیت	معین المدت
؍؍	۱۱	مالاوسط	بالاوسط	؍؍	۲۵	نکرلے	نہ کرنے
؍؍	حاشیہ ۱۴	بڑہادے	بڑھادی	۲۶۶	حاشیہ ۱۲	انگلستان	انگلستان
۲۲۱	۳	صولوں	صوبوں	۲۶۷	؍؍ ۱۵	معمون	مضمون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۶۹	حاشیہ ۱۱	موجودد	موجودہ
۲۷۲	״ ۱	پہبتی	پھبتی
۲۸۲	۲	برخانگی	برخاستگی
۲۸۴	۱۸	کارروایہوں	کارروائیوں
۲۹۱	۲۰	تقریبا	تقریباً
۲۹۳	۱۲	ذرایع	ذرائع
۲۹۴	۲۳	کونسے	کونسی
״	״	چاہیئے	چاہئیں
۳۰۰	۱۶	گرانی	نگرانی
۳۰۳	حاشیہ ۴	آکسفوڈ	آکسفورڈ
۳۱۲	۱۰	کہ وہ	کہ یہ وہ
۳۱۴	۸	ہو	ہونا
۳۱۶	۴	تنیسخ	تنسیخ
״	۱۳	تجدید	تحدید
۳۳۲	۲۲	ناشرے	ناشر سے
۳۳۴	۲۴	Proeedure	Procedure
۳۳۹	۶	نہیں لی	نہیں ہوئی
۳۵۷	حاشیہ ۳	نومبر سنہ ۱۹۱	نومبر سنہ ۱۹۱۰ء
۳۶۷	۴	اقتدا	اقتدار
״	۱۹	کئی گئی	کی گئی
۳۷۲	۱۲	قانون آرائش	قانون آرائش
۳۷۴	۲۰	اضلاغ	اضلاع

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۰۸	۲	رواحی	رواجی
״	۳	وہ مغائر	دو مغائر
۴۱۶	حاشیہ ۲	سائنس	سائنس
۴۱۸	״ ۵	Noyember	November
״	״ ۱۱	نائنٹھ	نائنٹنتھ
۴۱۹	״ ۳	an	An
۴۲۱	״ ۴	Janier	Janvier
۴۲۴	۹	ماوقت تک	اس وقت تک
۴۲۶	۳	کرپشی و توضع،	کرپشی و توضیع،
۴۲۹	حاشیہ ۱۰	Inturance	Insurance
۴۳۰	۲۱	حکومت کا سوراج کا	حکومت سوراج کا
״	۲۲	عظیم الشان سے	عظیم الشان
۴۳۲	۱	محوں	محسوس
۴۴۹	۹	حصوصیت	خصوصیت
۴۵۰	۷	اس	اس لئے
۴۶۸	حاشیہ ۲	اشترالی	اشتراکی
۴۸۰	۱	بولنے	بولنے والی
۴۸۴	حاشیہ ۲۰	زقنہ	زقند
۴۹۲	۵	مباعث	مباحث
۴۹۷	۲۲	ایک غیر کاری	غیر سرکاری
۵۰۵	حاشیہ ۵	بچاس	بچاس
۵۰۷	۹	دہاتی	دیہاتی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۱۱	۱۵	دارالعلوام	دارالعوام
۵۱۵	۱۶	گہ	گر
۵۱۷	۸	ورفہ داری	فرقہ داری
۵۲۴	۹	لیڈ ندری	لنڈ نڈری
۵۳۵	۸	عدالت العالیہ	عدالت عالیہ
۵۴۵	۶	یہنچی	پہنچی
۵۴۶	۱۱	ستتر	ستہتر
۵۵۴	حاشیہ ۷	نومبر	نومبر
۵۶۴	۱۵	مرکری	مرکزی
۵۶۸	۱۶	سبنات	سینات
۵۷۹	۸	نحفظ	تحفظ
۵۸۰	۵	مٹرانیگو	مٹرانیگو
۵۸۵	۱۵	مطبوط	مضبوط
۵۸۶	؍؍	لچھ	کچھ
۵۸۷	۱۰	کانفرنسس	کانفرنیس
۵۸۹	حاشیہ ۴	لارڈ منز	لارڈ ملنر

صحت نامۂ فہرست اصطلاحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲	۱	Attorney-Gencral	Attorney-General
"	۱۴	(Fr).ce:	France
۶	۲۵	Generlite	Generalite
۱۰	۱۶	(Fr) ce)	France
۱۳	۱۰	Lcague	League
"	۱۲	Tcrritory	Territory